



مؤتبد
ناصری محمد غوث عفی عنہ رضا حیدر آبادی
مؤملین سلع محبوب نگر

۲۷/۱۲
ذوالحجہ
۱۴۳۱

Checked
1987
تعارف

عمرہ کلام کی پہچان کے لئے ملٹن نے تین شرطیں قرار دی ہیں یعنی کہ
اصابت پر مبنی ہو۔ سادہ ہو۔ اور جوش سے بھرا ہوا ہو۔ سرور کے کلام میں
ان کی آخری شرط بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ کوئی شعریا کوئی نظم ایسی نہیں جس میں جوش کا
یہ اہم نہیں نہ لیتا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پہلو میں ایک حس اور ذرا دل تھا۔
کائنات کی ہر شے سے متاثر ہوتا تھا۔ اور اس کی حیات کے حالات کو دلچسپ شاہجھانسی
لے لٹاتا تھا۔ سرور کی زبان نہایت شمسہ اور بیان لطیف ہے۔ بندشیں درست اور
پیشیں دلکش لیکن خیال میں کس قدر نزاکت پائی جاتی ہے۔ ایک نظم میں صرف ایک خیال کو
دو پہلوؤں سے باندھا ہے تاہم انجہانی نے بعض عاشقانہ شعرا چھ نکالے ہیں۔ انکی ایک
دل جو قریب قریب ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گئی جا چکی ہے

انکی مقبولیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ وہ غزل یہ ہے

مست خواب کا ہے عبت انتظار سوجا گزرتی شب ادھی دل بقرار سوجا

(باقی اشعار کے لئے ملاحظہ ہو صفحات ۶۹ و ۷۰)

مقدمہ ۱۲۱ اور ۱۳۹ ف } از مولوی سید سجاد صاحب ایم۔ اے ایم۔ آر۔ ای یس
پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کلج حیدرآباد دکن

گزارش

نخلک سرور کی بہت کم جلدیں شائع کی گئی ہیں۔ شائقین کلام سرور
عرض ہو کہ اس کے حامل کرنیں عجلت فرمائیں۔ ورنہ دوسرے ایڈیشن کی انتہام
کرنی ہوگی۔

مبلغ کی بے انتہادگر مصروفیتوں کی وجہ کتابت میں بعض عنوانات صحیح یا لہجہ
گئے ہیں اور کلام میں بعض غلطیاں صادر ہوئی ہیں۔ اسلئے غلط نامہ ترتیب لگانا
لہذا خریدار صاحبین ازراہ کرم اپنا نام و پتہ جہاں سے کتاب حاصل فرادیں تاکہ
کروادیں تاکہ بعد طبع غلط نامہ بلا اخذ قیمت ارسال کیا جاسکے۔

کتاب کے ملنے کا پتہ۔

۱۔ کتب خانہ تجارتی مولوی سید عبدالقادر صاحب تاجر کتب چارنیا راجہ آباد
۲۔ کتب خانہ مکتبہ ابراہیمہ سٹیشن روڈ ناہیلی حیدر آباد دکن۔

۳۔ محفوث اڈیشنر انجمنائے اتحادی سنگار پریسی ضلع میدک متفرق گالی مست
۴۔ محفوث

خاک و محفوث عفی عنہ

تعارف

سرور: عمدہ کلام کی پہچان کے لئے ملٹن نے تین شرطیں قرار دی ہیں یعنی کہ
 ۱۔ انہم اصیبت پر مبنی ہو۔ سادہ ہو۔ اور جوش سے بھرا ہوا ہو۔ سرور کے کلام میں
 ان کی آخری شرط درجہ آتم پائی جاتی ہے۔ کوئی شعریا کوئی نظم ایسی نہیں جس میں جوش
 تھجڑا لہریں نہ لیتا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پہلو میں ایک حساس اور دراکل تھا۔
 بے اگانمات کی ہر شے سے متاثر ہوتا تھا۔ اور اس کی حیات کے حالات کے دلچسپ شاہجھڑا نے
 ویسے لکھ رکھے تھے۔ سرور کی زبان نہایت شمسہ اور بیان لطیف ہے۔ بندشیں درست اور
 پسین دکنش خیال میں کیف درزاکت پائی جاتی ہے۔ ایک نظم میں صرف ایک خیال کو
 پہلو دے کر باندھا ہے تاہم انجہانی نے بعض عاشقانہ شعراچھے نکالے ہیں۔ انکی ایک
 مکتوب جو قرب قریب ہندوستان کے ایک سرسے سے دوسرے سرسے تک لگائی جا چکی ہے

اسی مقبولیت کا بہت سچا ثبوت ہے۔ وہ غل پر ہے۔

رنگ گالی مست خواب کا ہے عبث انتظار سو جا
گہ گز گئی شب آدھی دل بیتقرار سو جا

(باقی اشعار کے لئے ملاحظہ ہو صفحات ۷۹ و ۸۰)

الستون

از مولوی سید سجاد صاحب ایم۔ اے ایم۔ آر۔ ایس
پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کلج حیدرآباد دکن

رقوم ۲۱ کاذب ۳۳۹ اف

گزارش

تحکم و سرور کی بہت کم جلدیں شائع کی گئی ہیں۔ شائقین کلام سرور سے عرض ہو کہ اس کے حاصل کرنے میں عجلت فرمائیں۔ ورنہ دوسرے ایڈیشن کی انتظاری کرنی ہوگی۔

مطبوع کی بے انتہا دیگر مصروفیتوں کی وجہ کتابت میں بعض عنوانات چھوٹ گئے ہیں اور کلام میں بعض غلطیاں صادر ہوئی ہیں۔ اسلئے غلط نامہ ترتیب یا جارا لہذا خریدار صاحبین ازراہ کرم اپنا نام و پتہ جہاں سے کتاب حاصل فرمادیں فٹ کروادیں۔ تاکہ بعد مطبع غلط نامہ بلا اخذ قیمت ارسال کیا جاسکے۔

کتاب کے ملنے کا پتہ۔

(۱) کتب خانہ تجارتی مولوی سید عبدالقادر صاحب تاجر کتب چارنیا راجہ آباد دکن

(۲) کتب خانہ مکتبہ ابراہیم سٹیشن روڈ ناہلی حیدر آباد دکن۔

(۳) محمد غوث اڈیشنر انجمنائے اتحادی سنگاریڈی ضلع میدک متفرنہ سنگاریڈی

خاک محمد غوث عفی عنہ

فہرست مضامین

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|------------------------|------|-------|------|--------------------|
| ۲۹ | غزل | ۱۵ | الف | ۱ | عرض حال |
| ۳۰ | فلک انخسری ہے جام میرا | ۱۶ | ج | ۲ | تمہید |
| ۳۱ | پریاگ کا سنگم | ۱۷ | ۱ | ۳ | حالات سرور و مبرود |
| | نظارہ قدرت | | ۵ | ۴ | سرور کی نسبت |
| ۳۲ | لالہ سحر | ۱۸ | ۶ | ۱ | زندہ جاوید پھول |
| ۳۶ | جنابی | ۱۹ | ۱۷ | ۲ | حمد باری |
| ۴۲ | گنگا جی | ۲۰ | ۱۹ | ۷ | زفر مرہ توحید |
| ۴۴ | انتخاب گنگا و جنا | ۲۱ | ۲۰ | ۸ | تراث وحدت |
| | فضائے پرشگال اور | ۲۲ | ۲۱ | ۹ | رباعیات سرور |
| ۴۵ | پرو فیسراقبال | | ۲۲ | | تلاش حقیقت |
| ۴۶ | محل نود میدہ | ۲۳ | ۲۳ | ۱۰ | ماریا سین |
| ۴۷ | شفق | ۲۴ | ۲۴ | ۱۱ | وقت اجل |
| ۴۸ | برف | ۲۵ | ۲۵ | ۱۲ | موت کی گھڑی |
| ۴۹ | دیوار کھن | ۲۶ | ۲۶ | ۱۳ | مزار دوست |
| ۵۲ | نسیم سحر | ۲۷ | ۲۷ | ۱۴ | کارزار ہستی |

| | | | | | |
|-----|------------------------|----|----|------------------|----|
| ۸۴ | معزکہ عشق | ۴۸ | | بادۂ حسرت | |
| ۸۸ | نرم و گرم فرق | ۴۹ | ۵۶ | آندھی بھول والی | ۲۸ |
| ۸۹ | یاد رہند | ۴۷ | ۵۸ | دعا کے سرور | ۲۹ |
| ۹۰ | ادائی شرم | ۴۸ | ۵۹ | قید ہستی | ۳۰ |
| ۹۲ | یاد وطن | ۴۹ | ۶۰ | حسرت دیدار | ۳۱ |
| ۹۳ | شیخ و پروانہ | ۵۰ | ۶۱ | بد نصیب بنگال | ۳۲ |
| ۹۵ | پدمنی کی چٹا | ۵۱ | ۶۷ | مرغان نفس | ۳۳ |
| ۹۶ | سودا کے عشق | ۵۲ | | جذبہ الفت | |
| | جام مسرت | | ۶۸ | عشق | ۳۴ |
| ۹۸ | نوروز | ۵۳ | ۶۹ | دل بیکار سوجا | ۳۵ |
| ۱۰۰ | بچہ اور ہلال | ۵۴ | ۷۰ | ماں کی لڑی | ۳۶ |
| ۱۰۱ | کتابوں پر سلسلہ خیالات | ۵۵ | ۷۱ | پدمنی | ۳۷ |
| ۱۰۳ | نیاسال اور نئی امیدیں | ۵۶ | ۷۳ | آجا | ۳۸ |
| ۱۰۴ | گل فردوس | ۵۷ | ۷۵ | غزل | ۳۹ |
| ۱۰۶ | پھولوں کا کچ | ۵۸ | ۷۶ | عروسِ حب وطن | ۴۰ |
| ۱۰۷ | سالِ نواہ و ہندوستان | ۵۹ | ۷۷ | عروسِ سرحدِ شگال | ۴۱ |
| ۱۰۸ | جلوۂ امید | ۶۰ | ۷۹ | چشمہ وطن | ۴۲ |
| ۱۱۱ | امید اور طفلی | ۶۱ | ۸۰ | مزمین وطن | ۴۳ |
| ۱۱۳ | ایک حسینہ اور جگنو | ۶۲ | ۸۱ | خاک وطن | ۴۴ |

| | | | | | |
|-----|---------------------------|----|-----|-----------------|----|
| ۱۵۲ | دلغ | ۸۱ | ۱۱۵ | خفوان شباب | ۶۳ |
| ۱۵۶ | سچین | ۸۲ | ۱۱۸ | آئے والی گھڑی | ۶۴ |
| ۱۵۸ | ستیا جی کی گریہ وزاری | ۸۳ | ۱۲۰ | مبارک بادعید | ۶۵ |
| ۱۶۰ | ہمدردی و سترھ کی بقیاری | ۸۴ | ۱۲۱ | رباعیات | ۶۶ |
| ۱۶۲ | بھونرے کی بقیاری | ۸۵ | | غم فرقت | |
| ۱۶۴ | فراق تل میں من کی تیرا | ۸۶ | ۱۲۲ | یاد گھٹی | ۶۵ |
| ۱۶۶ | ایک اہل رسیدہ کی تنہا | ۸۷ | ۱۲۶ | حسرت وطن | ۶۸ |
| ۱۶۷ | قافی الملک لالہ محبت رائے | ۸۸ | ۱۲۸ | سال گزشتہ | ۶۹ |
| ۱۶۹ | نوحہ برنوا لاجپت الملک حم | ۸۹ | ۱۳۰ | شکوہ میاد | ۷۰ |
| ۱۷۱ | سوانی رام تیر بھئی | ۹۰ | ۱۳۲ | حسن | ۷۱ |
| ۱۷۸ | ایک غریب وطن مجرم | ۹۱ | ۱۳۳ | فریاد آدم | ۷۲ |
| ۱۷۹ | مقدم پریشکال | ۹۲ | ۱۳۴ | کلیجے کا داغ | ۷۳ |
| ۱۸۱ | یاد دوست | ۹۳ | ۱۳۷ | یاران عدم | ۷۴ |
| ۱۸۳ | حسرت بھری صدا | ۹۴ | ۱۳۹ | روشنی رانی | ۷۵ |
| ۱۸۴ | شیدن داغ | ۹۵ | ۱۴۰ | میل امیدیں | ۷۶ |
| ۱۸۶ | نوحہ بردوات بالکند گپا | ۹۶ | ۱۴۲ | ایک جلاوطن مجرم | ۷۷ |
| ۱۹۵ | رشمس العلماء آزاد | ۹۷ | ۱۴۳ | لکسنی جی | ۷۸ |
| ۱۹۶ | چتور کی گوشہ حکمت | ۹۸ | ۱۴۷ | شیخ انجمن | ۷۹ |
| ۱۹۸ | ایک اہل رسیدہ کی تنہا | ۹۹ | ۱۴۹ | نصرت شباب | ۸۰ |

| | | | | | |
|-----|--------------------------|-----|-----|---------------------------|-----|
| ۲۴۰ | بے ثباتی دنیا | ۱۱۹ | ۱۹۹ | نوحہ فات شہنشاہ ایدود دوم | ۱۰۰ |
| ۲۴۲ | یاد ویرانہ | ۱۲۰ | ۲۰۱ | دید مقدس کی روشنی | ۱۰۱ |
| ۲۴۵ | ما تم آرزو | ۱۲۱ | ۲۰۳ | ترانہ خواب (دل) | ۱۰۲ |
| ۲۴۶ | گل مزار | ۱۲۲ | ۲۰۴ | گھڑی | ۱۰۳ |
| ۲۴۸ | گل خزاں دیدہ | ۱۲۳ | ۲۰۵ | بیر یوٹی | ۱۰۴ |
| ۲۵۰ | موسم سر کا آخری گلاب | ۱۲۴ | ۲۰۶ | کونل | ۱۰۵ |
| ۲۵۰ | خزان رسیدہ پھول | ۱۲۵ | ۲۰۷ | مرغابی | ۱۰۶ |
| ۲۵۱ | سوز بیوگی | ۱۲۶ | ۲۰۹ | وصف زبان | ۱۰۷ |
| ۲۵۲ | اُجڑی ہوئی دہلی | ۱۲۷ | ۲۱۲ | ومن اور منس | ۱۰۸ |
| ۲۵۴ | دنیا کی اُجڑی ہوئی فصل | ۱۲۸ | ۲۱۵ | سارس کا چوڑا | ۱۰۹ |
| ۲۶۱ | شہر آشوب | ۱۲۹ | ۲۱۶ | مرغ و صیاد | ۱۱۰ |
| ۲۷۱ | تیز نگ زمانہ | ۱۳۰ | ۲۱۹ | بیل و پروانہ | ۱۱۱ |
| ۲۷۲ | حسرت شباب | ۱۳۱ | ۲۲۱ | پھول و پیام | ۱۱۲ |
| ۲۷۵ | رویلے اکبر | ۱۳۲ | ۲۲۲ | گل و بیل کا فساد | ۱۱۳ |
| ۲۷۷ | قومی فوج | ۱۳۳ | ۲۲۳ | زن خوشنحو | ۱۱۴ |
| ۲۷۹ | خاتمہ حسنی | ۱۳۴ | ۲۲۹ | اندوہ غربت | ۱۱۵ |
| ۲۸۱ | بے ثباتی زمانہ | ۱۳۵ | ۲۲۹ | صوفیانہ رنگ کے پردے | ۱۱۶ |
| ۲۸۵ | نور جہاں کا مزار اعجاز | ۱۳۶ | ۲۳۲ | شیون عروس | ۱۱۷ |
| ۲۹۵ | قطعی شمع از روشنی بے شمع | ۱۳۷ | ۲۳۶ | نیچرل شاعری | ۱۱۸ |
| ۲۹۶ | سور و سرور لا آبا می | ۱۳۸ | | | |



منشی د رگا سہا ئے سرور جہا ن آبادی



عرض حال

مجھے ادبی دنیا میں قدم رکھے ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ
 سال ۱۹۰۷ء میں رسالہ مخزن میں سرور کی نظمیں دیکھ کر دل پر بڑا اثر ہوا اور طبیعت
 کو سرور اور ہر دفعہ شوق سے منتظر رہتا کہ کسی پرچہ میں بھی سرور کی نظمیں
 نکلیں تو لذت مطالعہ حاصل کی جائے۔ برابر اس وقت سے کلام سرور کا
 ذوق و شوق دل میں جاگزیں رہا۔ اور خیال ہوا کہ ان کی پوری نظمیں اکٹھی
 کی جائیں۔ مگر فکرِ معیشت نے اس کا موقع نہیں دیا کہ کسی صورت کلام سرور کا پتہ
 لگا کر مجموعہ سرور کو فراہم کر سکوں۔ حالانکہ اس عرصہ میں مجموعہ کلام سرور مکمل جامِ نثر
 انڈین پریس الہ آباد سے اور مختار سرور زمانہ پریس کانپور سے نکل چکے تھے۔ مگر
 مجھے اس کی خبر نہ ہوئی۔ یہ سال پیشتر جبکہ کلام سرور کے مجموعہ کی تلاش کا بے انتہا
 شوق پیدا ہوا تو ہندوستان کے سارے کتب خانوں کو چھان مارا۔ مگر کہیں لگا
 پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا۔ آخر ایک دوست کے مشورہ پر میں نے کلام سرور کی فراہمی
 کا تہیہ کر لیا۔ جو پہلے دونوں مجموعوں سے کہیں زیادہ پایا گیا۔ اور اسی لئے سبکی
 طباعت پر بہت بندھی۔ اگر میرا خیال غلط نہ نکلتے۔ تو کلام سرور تقریباً مکمل ہو چکا

الف

اور کوئی قلم غالباً نہیں چھوٹی۔ مولوی خورشید علی صاحب ناظم دیوانی۔ (مولوی عبدالرزاق صاحب سبک۔) ایک راؤ صاحب مصنفہ بوستان آصفیہ اور وینکٹ نرسنگھ راؤ صاحب برادر مددگار خزانہ عام و سرکار عالی کامیں ممنون ہوں کہ جن کی سعی بھی اس کام میں میرے شامل الٰہی۔ اور عالی جناب مولوی عبدالرحمان خان صاحب صدر کتبہ جامعہ عثمانیہ کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے میرے اس مرتبہ کلام کو منظر استعنان ملاحظہ فرما کر اس سے زیادہ ٹھوس کام کرنے کی جرأت دلائی۔

ایک سال پیشتر جبکہ قریباً یہ مجموعہ مکمل مرتب ہو چکا تھا۔ اتفاق سے جام قرآن و خزانہ سرور ملے۔ شاذ قلمیں جو میرے مجموعہ سے رہ گئیں تھیں حاصل و شریک کر لیں تو قہر ہے کہ صاحب تصانیف کتب مذکور ازراہ کرم اس کو سرور کی خدمت سمجھ کر مجھے معاف فرمائیں گے۔

آخر میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مطبع کی بے توجہی سے کتابت و طباعت جیسی کہ چاہئے صاف و بہترین نہیں ہوتی ہے اگر ادبی دنیا نے اس کی قدر کی تو انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں یہ نقائص دور کئے جائیں گے و باللہ توفیقی۔

خاکسار

قاضی محمد غوث عفی عنہ رضا

مکتبہ

منشی درگاہاے سرور جہاں آبادی کے مجموعہ کلام کو میں نے
جستہ جستہ پڑھا جس کا میرے دل پر خاص اثر ہوا، مرحوم سینے میں ایک حساس
اور دروسند دل رکھتے تھے۔

جموٹی اور مہل شاعری کو جو آج تک اردو کی دنیا میں ہر طرف
خالب نظر آرہی ہے سرور نے کبھی منہ نہیں لگایا، وہ جو چیز محسوس کرتے
تھے، اسی کو نظم کرتے تھے، اور اس طرح نظم کرتے تھے کہ اشعار کے اندر
ان کا دل دھڑکتا ہوا نظر آتا تھا۔

البتہ اس بات کا فردراقس ہے کہ مرحوم کا کلام طرز بیان کی محنت
صنائی اور سلاست زبان کے اعتبار سے اکثر و بیشتر نایابوں کا حامل ہے۔
پھر بھی یہ بالکل درست ہے کہ سرور کے سے شاعر کم پسند ہوا
کرتے ہیں۔

مولوی بشیر حسن صاحب جوش

لاہور زبان سائنس

حالات سرور و مہرور

سرور۔ سخنور سراپا کمال۔ شاعر نازک خیال۔ مقبول ارباب جمہور شعی
درگاہا سے سرور۔ آپ سہ ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳۴۸ھ کو قصبہ جہاں آباد ضلع
سیلی بہیت میں ایک سکینہ کا بیٹہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درس
و تدریس سے فارغ ہونے کے بعد اہل مشق میں مولوی سید کرامت حسین
بہار سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ پھر حضرت بیان یزدانی میرٹھی کے انداز
کلام پر فریفتہ ہو کر اپنے آپ کو ان کا شاگرد معنوی تصور کرتے لگے۔

آپ دور موجودہ کے اُن بلند پایہ اور گرانمایہ شعرائے منتخب
میں سے تھے جنکی جدت طرازی اور سحر بیانی نے اردو شاعری کے فردہ
قالب میں ایک نئی روح پھونکنے میں بیش قرار حصہ لیا۔ جذبات اور
خطبات کی مصوری میں اردو علم ادب کو قابل فخر بنایا گو نچرل شاعری کے
موجد ہونے کا سہرا پر وقصیر آزاو اور شمس العلماء مولانا حالی کے سہرا پر
لیکن آپ نے نچرل اور ایشیائی رنگ کو ایسی دل فریب ترکیب سے شیر و شکر
کیا۔ کہ اس میں پھیکے پن کے بجائے اتہاد درجہ کی حلاوت اور شیرینی پیدا ہوئی

مناظر قدرت اور واقعیت کی نقاشی میں انہیں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ مبداءِ
 فیاض سے آپ کو ایک در و درمند دل عطا ہوا تھا۔ اور طبعیت میں سوز
 و گداز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسلئے جو شعر منہ سے نکلتا تھا۔ دلوں پر
 نشتر کا کام کر جاتا تھا۔ حُب وطن کا جوش اور قومیت کے خیالات اُنکے
 کلام کی روحِ روان ہیں۔ مگر پھر بھی مغربی استقاروں سے دور نبھا گئے
 اور انہیں ہندوستان کی نچرل شاعری کے معائب میں داخل کرتے ہیں
 اسی طرح تغزل کے عاسیانہ رنگ ہل پندی سے اُن کی طبیعت کو اُنس
 نہ تھا۔ مخرب اخلاق مضامین۔ دور از کار تشبہات۔ گل و بلبل۔ زلف و
 کاکل کی بوسیدہ حکایت سے اُن کو نفرت رہی صاف سلجھی ہوئی بندشوں
 نفیس ترکیبوں سے اپنے کلام کو زینت دینے کا خیال رکھتے تھے۔
 انوکھی تکنیک کی پرداز اور معنی خیز مضامین آفرینی اُن کی طبعِ عرشِ پیا کا
 جوہری ہے۔ آپ کی اکثر دل آویز نظمیں اُردو کے مشہور رسالے میں
 شائع ہوتی رہی ہیں۔ جو قادر الکلامی و رنگین بیانی پر وال ہیں۔ اور وہ
 زمانہ۔ ادیب۔ مخزن کے اوراق کی زینت و وبالا کر چکی ہیں۔ غزل گوئی
 کی طرف آپ نے زیادہ توجہ نہیں کی۔ مگر اصل یہ ہے کہ آپ کی کوئی
 نظم شانِ تغزل سے خالی نہیں۔ جس طرح نظامی گنجدہ اور فردوسی
 طوس کا رہنے والا تھا۔ اسی طرح آپ کی ولادت بھی ایک قصبہ میں ہوئی
 تھی۔ مگر زبان پر کماحقہ قدرت حاصل تھی۔ اور خدا وادِ حُسن قبول نے
 آپ کی شہرت کو عالمگیر کر دیا تھا۔ ایک بڑا وصف یہ تھا کہ یہ اپنی شاعری

فطرت سے تعمیل کی معراج کمال تک پہنچ گئے اور انہوں نے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ ممتاز ادیب و نقاد مولانا حسرت موہانی آپ کی بابت یہ تحریر فرماتے ہیں کہ سسہ ورجہاں آبادی "اُردو زبان کے ایک ایسے بلند پایہ شاعر تھے۔ جنکی لاجواب نظمیں اُردو رسالوں کی زیبائش ہوا کرتی تھیں ہماری نظر سے اُن کی کوئی ایسی نظم نہیں گزری جس کے پڑھنے کے بعد دل سے بے اختیار تحسین و آفرین کی طغاب بلند نہ ہوئی ہو۔ نسیم لکھنوی کی مرگ بے ہنگام کے بعد یہ دوسرا سانحہ ہے جس کا ماتم و نہائے ادب کے ہر گوشہ میں ہوگا۔ اگر سُرور کی زندگی وفا کرتی تو خدا جانے اُن کی شاعری کا مرتبہ کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتا۔ اس قلیل مدت میں جو کچھ وہ کر گئے وہ بقاء و دوام کی سند حاصل کر نیکو کافی ہے۔"

کچھ عرصہ تک آپ ایک رئیس زادہ کے آقا لیتے رہے پھر دو تین سال تک رسالہ زمانہ کے دفتر پانچور رہے۔ شاعری کے سوا فن طب میں بھی دخل تھا۔ مگر بد قسمتی سے ہمیشہ پریشان روزگار رہے۔ اور سب سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیش بھا کلام کو کوڑیوں کے مول فروخت کیا۔ اور ہندوستان کے جادو و مقال شاعر کالی داس کی نظموں کو اُردو و لہجہ میں پہنا کر ایسے لوگوں کے نام سے منسوب کیا جو انکی باریک بینی۔ نازک خیالی و لطافت سمجھنے سے بھی قاصر تھے۔

آپ نہایت راست باز۔ منکر المزاج۔ حلیم الطبع۔ متواضع شخص تھے عین عالم شباب میں اپنی بیوی اور اکلوتی جھگڑا کی حسرت ناک وفات کا

پئے در پئے صد پہنچا جو تا دم مرگ کلیجہ کا داغ بن کر رہا۔ اسی زمانہ میں کچھ
 اقتضائے طبیعت سے اور کچھ غلصہ کی مناسبت سے شراب ناب سے غم
 غلط کرنے لگے۔ جو بڑھتے بڑھتے قبل از وقت موت کا باعث ہوئی۔ دوران
 مرض میں شراب کی سخت اجتناب کی جاتی تھی جب ایک روز خد متکار نے بجائے
 شراب کے مرحوم کو پانی کا گلاس دیا تو ہنسے اور یہ فرمایا ہے
 بجائے سنے دیا پانی کا اک گلاس مجھ سمجھ لیا مرے ساتی نے بدحواس مجھے

افسوس صد افسوس کہ ۳۲ دسمبر ۱۹۱۱ء میں اردو کا سرمایہ ناز شاہ
 اس دار فانی کو خیر باد کھکھک دار السرور غلد کوروانہ ہوا حضرت شوکت بلگرامی
 نے اس مصرعہ سے تاریخ وفات نکالی بدیع ”گفت شوکت سرور ولدت کرد۔
 آپ کا کلام موسوم بہ جام سرور وفات حسرت آیات کے چند ہی روز بعد
 رسالہ ادیب دل آباد کے پریس میں طبع ہو کر شائقین کے ہاتھوں تک پہنچا۔
 مرحوم کو اپنے کلام کی اشاعت کا سچا لوملن تھا۔ پروین صاحبہ نے لکھا کہ
 جانیوالے تھے کہ پیام اہل آگیا آپ کی نظمیں زندہ جاوید یادگار ہیں۔ ہر
 نقش باطل ہو نہیں سکتا کبھی نام مرور دہر میں جب تک ہر سگی گردش جام سرور
 محشر نے تلخ کھی ہے
 ختم کر محشر میں اتنا کہکے قلم تعزیت اب علی مشکون سے مرثیوں کی کتاب
 آپ نے ۳۳ برس کی عمر پائی۔ یکدم معافی کے دور اس کلیات سے
 حاصل ہوتے ہیں۔

(از خزانہ جاوید صفحہ ۱۰)

سرور کی نسبت

دیگر۔ دو ورقہیم کے ایک ممتاز مجلہ کی جدید صحیح ترجمانی

سرور جہان آبادی کی نظمیں دل میں جذبات کا تلامذہ برپا کرتی ہیں، انکی شاعری میں ایک بحر ناپید اکناں کی سی روانی ہے۔ ان کی طبیعت سمندر کی طح گہری۔ اُنکا خیال سربلنگ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرح بلند تھا۔ شعر کہنے بیٹھتے تو کاغذ پر اپنے جگر کے ٹکڑے نکال کر رکھ دیتے تھے جو سوز و گداز ہلکے سرور کے کلام میں ملتا ہے۔ اسے کسی دوسری شاعر میں وہوند ہونا فضل ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے انہیں شاعری کیلئے بنایا تھا اور شاعری کے سوا انہیں کچھ اور آتا ہی نہ تھا۔ بہر حال انکی سچی تشہیں ان کے نئے ہتھ اور نئے عمیق جذبات احسن و عشق کی معاملہ بندیاں، دونوں میں چٹکیاں لیتی ہیں سرور کی تخلیق نظمیں دیکھ کر ہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کمال فن روز افزون ترقی کر رہا تھا۔ اور وہ اپنے معراج شاعری تک پہنچنے سے پہلے ہی ہم سے چھین لیگے، اگر یہ باکمال شاعر صرف دس برس بھی اور زندہ رہ سکتا۔ تو اردو شاعری کی حالت کیا ہے کیا ہو گئی ہوتی، کجنت شراب کا برا ہو جس نے عنوان شباب ہی میں اس جتنا سے زمانہ شاعر کے پانہ عمر کو لبریز کر دیا۔ کل سرہون علیٰ توفیق پ۔

۱۔ زندہ جاوید پھول

ناظرین! بچپن میں میں پھولوں کا بڑا شوقین تھا۔ مگر بد قسمتی سے گھر کے صحن کے آگے پھولوں کا کوئی تختہ یا چھوٹا سا کنج نہ تھا۔ جس سے میں اپنی ننھی سی تفریح کو تروتازہ رکھتا۔ یہ ایک ناخوشگوار کمی تھی جو مجھے کوہر وقت مغموم اور افسردہ خاطر بنا دیتی تھی ننھی سی جان اور پھولوں کا ارمان۔ اتنی جرات کھان کہ خود بازار جا کر گل فروشوں کی دکان سے پھول سول لائوں اور ان سے اپنا دل بہلاؤں۔ علاوہ اس کے باپ کی شفقت مان کی محبت اپنے صغیر بچے کو گھر سے تنہا باہر نکلنے کی بھلا کب اجازت دے سکتی تھی مجھے کسی خاص قسم کے پھولوں سے رغبت نہ تھی۔ بلکہ میرا عشق ان کے ساتھ عام تھا۔ میرا دل جیسا چنبیلی کی نرم و نازک ٹیکیلی کھیلوں سے مانوس تھا۔ ویسے ہی مجھے گلآب کی ننھی ننھی خوشنما پنکھڑیوں سے بھی محبت تھی میں نہ صرف پھولوں کو دیکھنے کا ہی شائق تھا۔ بلکہ میرے دماغ کو بھی ان کی بو سے ایک فطری مناسبت تھی۔ خوش قسمتی سے میرے ہمسایہ میں دو چار لائین بھی رہتی تھیں جو میری مان کو کبھی کبھی پھولوں کے بار اور نگہ تے بن کر دیکھا کرتی تھیں۔ میں ان کو دیکھ کر بے اختیار باغ ہو جاتا۔ اور مارے خوشی کے جامہ میں پھولانہ سلتا۔ اور ان کو نیکر اچھلتا کودتا مان کی نظر بچا گھر سے باہر نکل جاتا اور اپنے ہم سن لڑکوں کے ساتھ بڑے شوق سے گلیوں میں کھیلا کرنا۔ بد نصیبی سے اگر میرے ساتھ کے کھیلاڑیوں میں سے

کوئی شریر بچہ میرے ہاتھ سے اُنکو چھین لیتا تو سیرے نازک دل کو سخت صدمہ پہنچتا اور میں نہایت آزر و دہ دلی اور مایوسی کے ساتھ روتا جیتا گھر کو واپس آتا۔ میری مان مجھ پر بڑی شفقت تھی۔ مجھ کو غمگین اور مضطرب پا کر بازار سے پھولوں کے ہار فوراً منگوادیتی۔ اور میں اُن کو لیکر پھر اپنے چھوٹے چھوٹے رفیقوں کے ساتھ کھیل میں مشغول ہو جاتا۔ مگر آہ! یہ چھوٹا سا مشغلہ اس قابل نہ تھا۔ جس سے میں اپنے شوق کی پیاس کو جی بھر کر بجھا سکتا۔ کیونکہ مجھ کو تو اس بات کی دہن تھی کہ سوتے۔ جاگتے۔ اُٹھتے۔ بیٹھتے ہر وقت پھول کا ایک تر و تازہ چمن میری آنکھوں کے سامنے رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں کسی لمحہ اور کسی ساعت بھی اُن کو اپنی نگاہ سے جدا کرنا نہ چاہتا تھا۔ او! مجھے اُن کی مسافرت نہایت ہی شاق اور ناگوار تھی۔ شفقت باپ نے جب اپنے کم سن نوہال کو اوائل ہی سے پہلوں کا بے طرح شیدا پایا تو گلے کے کتنے ہی چھوٹے چھوٹے بودے لاکھن میں لگا دئے۔ جن میں کچھ دنوں بعد متعدد پھول آنے لگے مگر اُن سے میری سیری نہ ہوتی۔ کیونکہ اُن کی بہار دیر پا اور مستقل نہ تھی۔ وہ بہت جلد کلا جاتے تھے۔ مٹی کی چلچلاتی ہوا و دھوپ کی ناقابل برداشت دھوپ۔ اور بادِ سہم کے تند تند جھونکے۔ یہ دو ایسے قوی اسباب تھے۔ جو بہت جلد اُن کے سُکراتے ہوئے پھولوں کو پژمردہ کر دیتے تھے۔ اور وہ اپنے تھے۔ ننھے ہاتھ پاؤں سکڑ کر مایوسی کے عالم میں ہمیشہ کے لئے سرنگون ہو جاتے۔ مجھ کو یہ گوارا نہ تھا کہ نچر اس چھوٹی سی غیر ذی روح معصوم مخلوق کے ساتھ ایسا برا برتاؤ

کرے اور میری تفریح کے شغل میں غل ہو۔ اس خیال سے میں اور بھی
 رنجیدہ خاطر رہنے لگا۔ اور مجھ کو اب پھولوں کے کسی ایسے زندہ جاوید
 پھول کی جستجو کی تلاش ہوئی جس کی بہار ہمیشہ میرے آنکھوں کے سامنے
 تروتازہ رہے۔ اور جس کی خلقت کی پر بے رحم زمانہ کا غاصب ہاتھ اثر
 نہ کر سکے۔ بہر حال باپ نے جب یہ دیکھا کہ ننھا بچہ ہر وقت ملول اور
 اُداس رہتا ہے اور باوجود ان دلچپ قدرتی مشاغل کے اُس کا سو
 روزہ روز بڑھتا جاتا ہے تو میری دہشت کی لئے مختلف قسم کے سامان
 جیسا کہ شہر کے بساطیوں کی دوکانوں سے کتنے ہی رنگ برنگ کے
 گلہ تے اور انواع و اقسام کے گلہ دان منگو کر میرے کمرے میں جا بجا
 آویزاں کر دیئے۔ میری چھوٹی سی میز کو مختلف قسم کے گل بوٹوں سے
 سجایا۔ میری ان بھی متی الامکان میری دلجوئی میں کوئی دقیقہ خرچ نہ کرنا
 نہ کرتی تھی۔ کبھی میرے دل بہلاؤ کے لئے میرے قبا کے دامن پر چھلاب
 لگا کوئی خوشنما پھول کاڑھتی کبھی کاغذ کے گل بوٹے تراش کر میرا دل اُن سے
 لٹکتا۔ مگر جھکو ان کی ذرا سی پروا نہ تھی۔ میرے قدرتی شوق کا دائرہ
 خدا نخواستہ ایسا تنگ اور کوتاہ نہ تھا۔ جنکو چند انسانی صنعت کے
 تراشے ہوئے مصنوعی پھول اپنے اوچھے دامن میں ڈھک لیتے۔ جھکو
 تو کچھ سودا ہی اور تھا۔ پھر بھلا ایسے لوچ و لچر ناچیز مشاغل کا میرے
 دل پر کب اثر ہو سکتا تھا۔ قطع نظر اسکے جھکو ابتدا ہی سے تصنع سے نفرت
 تھی اور میرے دل و دماغ فطرتاً مصنوعی اشیاء کی بیرونی نمود اور ظاہر ہی

ذرق برق سے سخت متفر تھے۔ میں تو نچر کے کسی زلزلے کے منتقل نظارہ کا
 ہوا خواہ تھا۔ جو ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہے۔ بالکل اب مجھ کو
 بقا کے پھولوں کی جستجو تھی۔ مگر ایسے زندہ جاوید پھولوں کا ایک فانی پھل
 ہاتھ آنا اور وہ بھی علی الخصوص اس ناپائیدار دنیا میں جو بے خور و فنار
 کا مرکز ہے۔ اور جس میں ایک ایک منٹ پر مادی دنیا کی ہنریت اور
 ان کے اجزا کی ترکیب و ساخت میں بیشمار تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔
 کوئی آسان بات نہ تھی۔ آپ جانے چھوٹے بچے کا شوق بڑا ہوتا ہے۔
 اور پھر اُس پر ناکامی۔ یہ ایک ایسا لکھلا کائنات تھا۔ جو ہر وقت فشر ہنکر
 میرے جگر میں کھٹکا کرتا۔ اور مجھ کو کسی پہلو میں نہ لینے دیتا تھا۔ میں اپنی
 کامیابی کے لئے کتنے ہی خیالی منصوبے باندھا کرتا۔ اور میرے بچے
 دماغ میں مختلف خیال گونجتے رہتے تھے، مگر بے سود۔ قصہ نہ قصہ کہنوت
 شوق کی ناکامی بلائے بے درمان سی ہنکر کچھ ایسی پیچھے پڑی کہ تھوڑے
 ہی دنوں میں چھوٹے بچے کو بستر علالت پر لٹا دیا۔ میرے رخساروں کی
 سرخی جاتی رہی۔ ذرا سا منہ نکل آیا۔ اور اس غم میں گھل کر تباہی سے
 بدتر ہو گیا۔ میرے والدین نے بیخانہ میری تسلی اور تسخنی کی کوشش
 کی۔ نہ کہیں سے مجھ کو زندہ جاوید پھول ہاتھ آئے اور نہ میرے قلب
 ناشکیب کو تسکین ہوئی۔ میرا سودا لکھا پر نہ گیا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ شام کے وقت اپنی خواجگاہ میں ایک
 ہلکی سی مہری پر لیٹا تھا میری دانی آہستہ آہستہ پنکھا جھلتی جاتی تھی۔ قریب

ایک چھوٹی سی میز پر گلاب کے پھولوں کے گلدستے گلدانوں میں رکھے تھے۔ جو اپنی دلاؤیزی سے ایک برقی کشش کے ساتھ بے اختیار دل کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ مگر میرا دل اب اُن سے بالکل ہٹ گیا تھا۔ کیونکہ مجھ پر اُن کی بے ثباتی کی حقیقت پہلے ہی کھل چکی تھی۔ اور ان کے دھوپ میں کسلا جانے والے بشرِ ول سے اُن کی ناپائیداری کا بستی سیکھ چکا تھا۔ جھکوتین ہو گیا تھا۔ کہ رات کا ظاہری حسن محض ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اور کسی بازیگر کے تماشے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ممکن تھا کہ وہ اپنی خدا داد خوبصورتی اور پاکیزی سے کسی اور کم سن بہو لے بھالے بچہ یا کسی شوقین نوجوان کے دل پر جو سیری طح زندہ جاوید پھولوں کا جویانہ ہوتا۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنا قبضہ کر لیتے مگر میرے دل میں تو اب اُن کی ذرا بھی قدر و منزلت نہ تھی اور ان کو نہایت تحقیر و حقارت اور حسرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ میں اُن کی بے ثبات ہستی کا خیال کر کے اُن کی قسمت پر افسوس کرتا تھا کہ اتنے میں سیری آنکھ لگ گئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ شہر سے کچھ فاصلہ پر کسی مرفضا وادی کے واس میں ایک آبشار بڑے دلفریبی کے ساتھ بہ رہا ہے۔ پانی کی صاف شفاف ہموار سطح پر کتنے ہی کنول کے پھول شگفتہ ہیں۔ جن پر آفتاب کی ہلکی ہلکی کرنیں بڑی نظر فریبی کے ساتھ اپنی نورانی عکس ڈال رہی ہیں۔ پھر آنکھ اٹھا کہ غور سے جو دیکھا تو ابھی نرم و نازک چمکدار ٹہنیوں پر کتنے ہی پانی کے سانپ پٹے نظر آئے۔ جنکی پیٹھ پر رنگ برنگ کے خوشنما داغ اور چتیاں پڑی تھیں اور جو دیکھنے میں بہت ہی بھلے لگتے تھے۔ یہ

خدا کی مخلوق ایسی چھوٹی تھی کہ ایک غار بنگاہ اسکو بدقت محسوس کر سکتی تھی۔
 آشکار کی ایک جانب تماشا یون کا جم غفیر نظر آتا تھا اور دوسری جانب
 ایک سُحانا خوشگوار کنج آنکھوں کے سامنے تھا۔ جس کا نظارہ بے انتہا
 دل پر سحر و انسون کا کام کر رہا تھا اور جس میں رنگارنگ پھول کھل رہے
 تھے جن کے تروتازہ اور شگفتہ چہرے دیکھنے والوں کو دور سے اشارہ
 کر رہے تھے کہ اُن کی اچھوتی صباخت اور قدرتی نفاست کو ابھی زمانہ نے
 ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اور انکا دامن رنگ انقلاب کے بد نما دہبوں سے
 بے لوث ہے جیسا کسی معصوم بچے کا دل دنیا کی نجاست اور معصیت کے
 رنگ سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ مجھ کو ایسے خوبصورت پھول دیکھنے کا
 اس سے پہلے کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ اُن کی بہار آنکھوں کو بہت ہی بھلی
 لگی اور مجھکو یقین ہو گیا کہ جن پھولوں کی مجھ کو تلاش تھی وہ غالباً یہی ہیں۔
 میں اُن کی طرف ٹکٹکی باندھے بڑے شوق سے دیکھ رہا تھا۔ مگر اُن کا ہاتھ
 آنا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ وہ مجھ سے بہت دور تھے اور بیچ میں پانی کی بڑا
 حائل تھی۔ اس چھوٹے سے کنج میں کتنے ہی سبز لوش خضر صورت پر رگوار
 بھی شل رہے تھے۔ جن کے سروں پر پہونچی خوشامکلفیاں اور طرے
 ٹٹکتے تھے۔ اور جن کے مقدس نورانی چہرے روحانی نیکیوں کی صفیل سے
 بجلی نظر آتے تھے۔ ان کے سین اور سنجیدہ قدسوں کی رفتار اس بات
 کی بین دلیل تھی کہ انہوں نے اعلیٰ درجہ کی عاملانہ احتیاط اور مہمانانہ
 استقبال کے ساتھ اس خطرناک آیشاد کو عبور کر کے آپ کو اس کنج تک

اسن و خطا طت کے ساتھ پہنچایا ہے۔ اور جواب اپنی پھلی جانفشانیوں اور
 عرق ریزیوں کے حیلے میں ان نایاب پہلوؤں کی شگفتہ سے متبع اور
 بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔ میں اس دلچسپ تفریح میں ہمہ تن مصروف تھا
 کہ یکایک ہوا کے جھونکوں کی سنناہٹ اور تپوں کی کھڑکھڑاہٹ نے
 میری محویت کی سُر کو بدل دیا۔ اور میری نگاہ پھل کر یک بیکتال
 کی صفت پر جا پڑی۔ اب جو دیکھتا ہوں تو تماشائیوں کے مجمع میں سے
 کتنے ہی خوشرو جوان سطح آب پر تیرتے دکھائی دیئے۔ جن کے نوخیز
 اور بے ریشے چہروں سے مترشح ہو رہا تھا کہ وہ ابھی دنیا میں داخل
 ہوئے ہیں۔ اور زمانہ کے نشیب و فراز پرست و بلند۔ اوج و حصص
 بالکل نا آشنا اور نا بلد ہیں۔ تقاضائے سن بتا رہا تھا کہ ابھی ان کو دنیا میں
 طمانیت و فراغت کے ساتھ ایک کامیاب غلی زندگی بسر کرنے کے لئے
 بیشمار تجارب اور مشاہدات کی ضرورت ہے۔ ان کے دماغوں کے
 فائوس تعلیم کی برقی روشنی سے قوسور بجلی تھے۔ مگر ابھی ان پر تجربے
 پاش نہیں کی۔ ان کے قدم بعینہ زندگی کے دشوار گزار زینے کی خطرناک
 سیڑھیوں پر تھے۔ جہان زمانہ کی تہو کر اس سے پہلے کتنے ہی غیر محتاط
 ناعاقبت اندیش عیاش طبع نوجوانوں کو ڈھکیل کر نکبت میں گرا چکی
 تھی۔ دنیا کی کتنی ہی غیر مفید تفریحیں اور نفسانی خواہشیں ان کے دامن
 سے بلائے ناگہانی کے طرح لپٹی تھیں۔ اس وقت ان پر ایک عجیبیت
 کا عالم طاری تھا۔ اور ایک غیر معمولی جوش و خروش کے ساتھ کنول کے

پھول توڑنے کو جو پانی میں شگفتہ تھے آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اُن کی نگاہیں ایسی غیبی اور تیز پرواز تھیں۔ جو سطح آب سے گزر کر سامنے والے کجنگ تک آپ کو اسن و عافیت پہنچاتیں۔ اور اُن خوشنما پہولوں کی گل چسپی سے حظ اٹھاتی تھیں۔ حقیقت الامر تو یہ ہے کہ وہ اپنی محویت میں کچھ ایسے کھوئے گئے تھے کہ اُن کو ان پھولوں کا شان و گمان بھی نہ تھا۔ وہ خضر صورت بزرگوار جو سامنے کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اُن کی بہتی چرتاسف کرتے ہوئے اُن کو آنے والے خطرہ سے تنبیہ کرتے اور باوازار بلند کہتے جاتے تھے کہ خبردار ان پھولوں کو ہاتھ نہ لگانا۔ ان میں سائب ہیں۔ مگر ان کے قانون پر جون بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ اور ان کی جانب برابر بڑھتے جاتے تھے حتیٰ کہ اب بالکل قریب پہنچ گئے۔ اور پھول چنے میں مشغول ہو گئے۔ ابھی مشکل سے دو چار توڑے ہوئے۔ کہ سانپوں نے اُن کو کاٹنا شروع کیا اور اُن کے زہر سے متاثر ہو کر پانی میں غرق ہونے لگے۔ ہر چند ہاتھ پاؤں مارے اُچھلنے کی کوشش کی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا پانی کی موجیں ہمیشہ کے لئے ان کو اپنے آغوش میں لیکر بیٹھ گئیں اور اس طرح ان کی تفریحوں اور تمام امیدوں پر جو ان پھولوں کے ساتھ وابستہ تھیں۔ پانی پھر گیا۔ ناظرین! میں نے ایسا عبرتناک سین پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اسے دہشت کے بدن پر دو ٹکٹے کھڑے ہو گئے اور میری آنکھیں یکایک کھل گئی۔ اب جو آنکھیں ملکر دیکھا تو نہ وہ آبشار تھا۔ نہ وہ مہا نالنج نہ وہ تماشا یوں کا انبودہ۔ نہ وہ وادی۔ میں تھا اور میرا کمرہ۔ میری دایرہ

مجھ کو تنہا سوتا چھوڑ کر کسی ضرورت سے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ اب میں تنہائی میں اپنے خواب کی تعبیر پر غور کرنے لگا۔ اور بہت دیر نہ گزری تھی کہ مجھ پر اسکی حقیقت کھل گئی۔

وہ آتشبار ہمارے زندگی کا سرچشمہ تھا اور پانی کی سطح پر جو کنول کے پہول شگفتہ تھے اور جن پر رنگ برنگ کے سانپ لیٹے تھے وہ دنیا کے کتنے ہی دلچسپ مگر ہلکے نظارے تھے جنکا دلکش سین بہت جلد نوجوانوں کو اپنا فریفتہ بنا کر شہوت، معصیت، بدی، شرارت، اور فحش و فجور کے چاہ ہلاکت میں گرا دیتا ہے۔ وہ خطرناک صورت بزرگوار جو سامنے والے کنج میں دکھائی دیتے تھے اور جن کے سروں پر پہولوں کی خوشنما کلفیان اور طے مزین تھے وہ محب قوم مشاہیرین جہنوں نے اعلیٰ درجہ کی متناض نفس کشی، محتاط ریاضت، غیر معمولی انضباط طبیعت اور پر جوش ہمت کے ساتھ زندگی کے ہر خطر بحر زحار سے گزری ہوئے قومی اور ملکی خدمات کو بڑی سرگرمی اور جان بازی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ اور جن کے فرق پر ان کی بیغرضانہ حب وطنی اور بے لوث جان بازی کے سلیس بالآخر شہرت عام اور بقائے دوام کے زندہ جاوید پہولوں کے تاج رکھے گئے۔

اے میرے بہولے بہالے نوجوانو! اگر تم کو بقاء کے پہولوں کی جستجو ہے۔ اگر تم جانتے ہو کہ ان روشن دماغ عالی خیال مشاہیر کی طرح ترانہ تمہارا ہے۔ کہ تم پر بھی زندہ جاوید پہولوں کے تاج رکھے۔ اگر تمہاری

آرزو ہے کہ تم کو بھی ان بزرگواروں کے پہلو بہ پہلو اس پُر فضا کج
 میں (جس سے میری مراد حیات جاوید ہے) جگہ ملے تو اٹھو اور دنیا
 دنی کے گردیدہ کرنیوالے تعیش خیز نظاروں اور شہوت انگیز تفریحوں
 کو (جو تمہاری ترقی کے جادہ میں سد راہ ہیں۔ اور تم کو فاسقانہ زندگی
 کے ہلکے راستوں پر لیجانے والی ہیں) بالائے طاق رکھ کر زندگی
 کے آبشار کو پامردی اور احتیاط کے ساتھ عبور کرو۔ اگر تم دنیا کی غیر ضروری
 اور معیشت آمیز دستگیوں کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑو گے اور یونہی
 عیش و نشاط بنے رہو گے۔ تو یاد رکھو کہ تمہارا بھی ویسا ہی ٹریجک
 انجام ہوگا جیسا کہ اُن بد نصیب نوجوانوں کا ہوا ہے۔ جنہوں نے کنول
 کے پہولوں کی ظاہری خوشنمائی پر فریفتہ ہو کر اپنی بیش بہا جانینِ مطہرہ
 امواجِ فنا کے نذر کر دیں اور دائمی اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لئے
 گمنامی کے پردہ میں روپوش ہو گئے۔

اے یارانِ نشاط! یاد رکھو کہ دنیا کا کوئی دلکش سین قابلِ
 اتفات نہیں اور یہاں کی ساری تفریحیں اور مشغلے یہیں رہ جائیں گے
 ان چیزوں کو اس زندگی سے بہت کم مناسبت ہے جو ہم کو ایک
 ایسی روحانی دنیا میں تنہا بسر کرنی پڑے گی، جہاں زن و فرزند کی محبت
 دنیوی عیش و عشرت۔ شان و شوکت اور مال و دولت ان میں سے
 کوئی بھی کام نہ آئیگا دیکھو ایک نازک خیال شاعر دنیا کی بے ثباتی کے
 مضمون کو چند دردناک اشعار میں کس خوبی کے ساتھ ادا کرتا ہے۔

ہوس دل در چہ میرانی
 باطنش جلا بہت دیرانی
 چند روزے تو نیز ہمائی
 ہاں بدر شوز عالم فانی
 ظاہر اگر بہت نقش و نگار
 دیگران آمدند و بگذشتند

(سُروِ جہاں آبادی)

حمہ باری

عقل و قیقہ رس کا دوز اسمند برسوں
 ڈھونڈھا کیا تجھے میں زار و نازند برسوں
 تیرا تہ نہ پایا۔ اول اسکان واسے
 بلبل کا ہم نوایں اکشر را چمن میں
 خلوت نشین را ہوں غنچوں کے پیر میں
 دنیا کو چھان ڈالا۔ تیرا تہ نہ پایا
 اک عمر تکرے میں رگڑ کیا جبین میں
 بے رِق جمال بنکر دوزائے زمین میں
 لیکن کہیں تجلی تیری نظر نہ آئی
 جنگل میں آہ! برسوں دھونی رہا کسے بیٹھا
 صحرا کی وادیوں میں لکھیں بچھا کے بیٹھا
 ڈھونڈھا کیا تجھے میں راگینوں برسوں
 سیر نشان لیکن اوبے نشان نہ پایا
 خلوت نشین جہان ہر تو۔ وہ جہان نہ پایا
 زروینم اڑ کے چمکا تا روئیں جا کے بھلکا
 پھوڑا کیا بہت دن سرشوق جہد سائی
 دیر و حرم میں برسوں کی قسمت آزمائی

روند کیا جہان کے پشت بلند برسوں
 بام فلک پہ پھنکی اڑ کر گست برسوں
 ساری جہانیں ڈھونڈھا سا جہاں دے
 بیٹھا کیا بہت دن پیروں کی انجمن میں
 دوزا کیا میں برسوں اس داوی گہن میں
 نقش قدم کا تیرے جلوہ نظر نہ آیا
 کبھے میں بنکے بیٹھا اکثر حرم نشین میں
 تاروں کی انجمن میں برسوں راگین میں
 وہم و گمان سے یارب! تیری نہ کہ پائی
 پرست پہن کے جوگی آس جا کے بیٹھا
 تیرے لئے جہان سے میں ہاتھ اٹھا کے بیٹھا
 بیٹھا فقیر ہو کر میں تیا گینوں برسوں
 وحدت کا آہ تیری راز نہان نہ پایا
 وہ سر زمین نہ پائی وہ آسمان نہ پایا
 جلوہ نظر نہ آیا پر شاہد ازل کا
 لیکن نہ آستان تک تیری ہوئی رسائی
 تمثال آہ! لیکن تیری نظر نہ آئی

تو جلوہ گر کہاں ہو! او دو جہان کمالک
 پھولوں میں آہ کیا ہو مجھ شمیم تیری
 پتھریوں میں کیا ہے بوسے راز قدیم تیری
 تو عرش کے فضا میں ہو یا بہشت میں ہے
 کاشمی میں کیا ہو تیری تقدیس کا شوال
 کا قوس میں ہے کیا تو محو خروش نال
 توحید کی سنا کر دلکش کہانیوں کو
 برسوں سے پھر رہا ہوں میں تیری جستجو میں
 جلوہ فزاؤ کیا تو چھوٹوں کے رنگ لویں
 میں محو ذوق تیری وحدت کے راگ کا ہون
 حسرت کش تکلم ہو آہ! اک زمانہ
 وحدت کا آہ! تیری میں بھی سنون ترنا
 پر دے میں بانسری کی جھلک و صدا سناتا رہا
 بنسی بجانے والے وحدت کا گیت گاتا رہا

نہ مزمہ توحید

تیری شمیم و مدت ہے ہر گلی میں نہان
ہر گل میں دیکھتا ہوں یا رب یہاں تیری
گردن پہ مہر و مہ ہیں پر تو سے تیری تابان
آرون کی روشنی ہے آئینہ وہ تیری
ہر شے میں ہے تجلی پروردگار تیری

تو شمع انجمن ہے اس غسل کہن کی
اک بزم ناز تیری ہے ننگنا ہے ہستی
روقی ہے تیرے دم سے کاشا چمن کی
کیا دست کوہ دماہون کیا آغوش چستی
قدرت ہر ایک شے سے ہر آشکار تیری

ما آب میں روح کو ہے شوق وصال تیرا
سودا ہے جب بمانی کا تیرے در پہ سر کو
خلوت نشین کہان پر یارب جمال تیرا
دل کو تیرے نقلا حسرت تیری نظر کو
آنکھوں کو جستجو ہے لیل و نہار تیری

آنکھوں کو روز و شب چو دیدم ہر دم کا سودا
اور شوق کہم رہا ہے تو ہے نقلا دلیں
باغ بہشت کیسا کیسا ارم کا سودا
بے پردہ تو ہے یارب باطلت سر آدین
چھوٹی سی انجمن ہے یہ جان ناز تیری

اے نعم حقیقی! اے بیکسوں کے والی!
ہر دکھ کی تو دوا ہے ہر درد کا ہر درمان
پتلا بنا کے مٹی کا تو نے جان ڈالی!
بحر کرم کا تیرے یارب! نہیں ہی پایاں
بند دل پہ اپنے شغقت و بیزار تیری

وہ دل جو خون جہیں تیری نہ آرزو ہو
وہ آنکھ کو کہے جو تیری نہ ہو ہوشنا
توئیں وہ پاؤں جنکو تیری نہ جھٹو جو
پہلو میں ملے ہے تیرا حسرت کش تنہا

قالب میں جان مضطر امیدوار تیری
 ہر شاخ بارور کو تو نے فردنی دی
 سبزہ کو دلفریابیوں کو رنگ و بودی
 پروانے کو پیش دی اجگنو کو روشنی دی
 بخشش ہر عام سب پر امر زکا و تیری
 مبدار آفرینش یارب ہے ذات تیری
 جلوے سے تیرے قائم ہر شان اب و ہستی
 جلوہ گہ ازل ہے۔ یہ کائنات تیری
 اے علت ملل تو ہر چیز کی ہستی
 ہستی مگر ہے سب سے بیگانہ وار تیری

ترانہ وحدت

دل میں آنکھوں میں تیرے حسن کی جلوگی
 تو وہ خود بین و خود آرا کہ پس پر دو ناز
 میں وہ سرگرم تعمیر کہ دم آرائش
 دین خود نیا کار ہا ہوش نہ سینجواروں کو
 محفل یایں دل اور کوئی دم جیتا
 آشک کہتے ہیں کہ پیکار ہی رنگ فا
 آسکے کوچ میں میری خاک کو کرنا برباد
 دل بیتاب ہے جولا نگہ صدف برق پیش
 حسن نہبان ہے چراغ تہ دامن تیرا
 یادگار اپنی تجھے کج نفس میں دم مرگ
 یہ وہ شے میں کہ جن میں نے وحدت پہری
 محو آئینہ تمکین ہی تیری عیشہ گری
 تک رہی ہے تیرا سخن میری پریشان فطری
 تیری آنکھوں نے پلائی وہ سے یخبری
 ساتھ تو نے ندیا آہ اچراغ سحری
 المدد المدد اے محو عجب جگری
 آخری تجھ سے وصیت ہی نسیم سحری
 رخصت اے قافلہ صبر کلب جگری
 برق بے پردہ ہی پردہ میں تری جلوہ گری
 چھوڑتے جاتے ہیں ہم اے حسرت بان جگری

شہید ہوتے تھے برپائے جہانیش بہ روز
 آنکھ کیا دامن صحرا سے تیرا دیوانہ
 کوئی دن اوہی اڑنے کی تمنا صیاد
 نکلتی ہے تیرے تصور میں دم باز پین
 تیری آنکھوں میں یہ پہلے تو نہ تھی فتنہ گری
 سر ٹپکتی ہوئی اب پھرتی ہے شہید ہری
 خاک اڑائیگی کبھی حسرت بے بال و پری
 بامے کس پاس سے سندھ سبک پریشان نظری
 اپنے بیارجمت کی خبر لے اب تو
 کہ ہے ہمان کوئی دم کا یہ چراغ سحری

رباعیات سرور

بت خانہ جدا ہیں، خانقاہیں ہیں مجدا
 جو یا تیرے شیخ و برہمن ہیں دونوں
 ارباب پرستش کی نگاہیں ہیں جدا
 منزل تیری ایک ہے یہ راہیں ہیں بدلا

آغاز ہے کچھ ترانہ انجم تیرا
 سند میں ہے پر خدا ہے تو مسجدیں
 بندوں پہ ہمیشہ لطف ہو عاک تیرا
 جیتے ہیں شیخ و برہمن نام تیرا

کلچین جو گلگون کو سچا چن چن کر
 کل آہ ایسی جا را ہو گا انجم
 کلیوں نے کھایا یہ منہ سے کہ کو سن کر
 رویا کیا میں بہت صدایہ سن کر

یارب ہے یہ دفن کی میت دلیں
 پائی نہ ہوئی آہ ہے یہ نازوں کی ہری
 سر پیٹ کے رو رہی ہے حسرت میں
 اے یاس کیسی کی ثربت دلیں

دیگر

شیشوں میں چمکتی ہے سنے ناب نظر یوں آکے شریک بزم احباب نظر
ہے نور نگاہ دیدہ شوق ادیب آنکھوں سے گنائیں کیوں نہ ارباب نظر

اُتری ہے فصاحت کی پری شیشوں میں یا نطق کی ہے جلوہ گری شیشوں میں
دور اوراق ادیب میں ہیں اشعار سرور یا ہے سنے لالہ کون بھری شیشوں میں

اے محو نشاط سونے والو اُٹھو سرمایہ عمر کھونے والو اُٹھو
آتی ہے وہ قافلہ ہے آواز جبرس نکلا خورشید سوئے والو اُٹھو

تلاش حقیقت

ماریا سیم

آہ! بچے سے لگا لوں تجھ کو ماریا سیم ہیں کسی گیسو کے خم تہہ میں کسی ابرو کی چین
یہ قیامت کی شکن - اور رہ بلا کے پیچ خم آہ! کس کا فراہ داکِ تو ہے زلف عنبرین
ہے تیری جن سپر سے دل کو دین تو سنگی قیس پہچان - آہ! تو ہی سلی محل نشین
آہ! اطمینان افیہ سے اتیری گری باغ جبرس دل کو پہونکے دیتی ہے ترینی نگاہ آتشین

مجھ کو وہ لذت ہو ملتی آہ اتیری زہر میں
شب کو بانہی سے دلہن بکریٹا یوں ہی تو
گرمیوں میں جیسے صندل جو حینو نکوبند
پہن اٹھا کر آہ استی میں وہ بہرانا تیرا
بس نہ زار و نیستی ہو شب کو اک عروس کے نقاب
افسون گر آہ اہوں میں کشتہ زلف راز
تجربہ سے میری گیسوؤں والے کی ملتی ہو ادا

او تنگر آہ اک کالا بھتا ہوں تجھے
میں تو اپنا گیسوؤں والا بھتا ہوں تجھے

طول نہ ہائے جلدی تو ہی یا زلف دراز
اک ادا سے عشق بھی حنجر سے تیرے حسن میں
سہ دشمن کی شام خلوت میں ہو تو زلف سیلہ
کر دینے محل آہ بکتے قلب سوزان کے چراغ
مرنے والے کیوں نیچی اٹھیں تیری آوازیں
پاؤں میں پڑنا جو میرے بٹکے تو زنجیر عشق
بے نظر آنے لگی گیسو میں تیرے چرخ و خم
ہو تو میرے زلف اہو ہوں پر کھلاؤں آہ تجھے
میری نظروں میں نہو مارو گیسو آہ ایک
ٹٹ بھی جا اے طعمر دام ہستی ٹوٹ جا

نماز
تجھ کو ظالم! اپنے قیامت کی درازی پر ہی
تو دینے رنگ نہوں تو آہ! او عشوہ طراز
از شب غم میں جو دو دنا اہلے جا نگہ دار
تیرے آنکھوں نے کیے کیا کیا در فتنہ دربان
ہیں کی نعمتوں کی ہے ظالم اسد احان نواز
اپنی زلفوں پر نہ ہوتا گیسوؤں الونگوار
تجھ پہ ظالم اکھا گیا دل کی گرفتار کی راز
میں نہیں چوں شیدہ رسم وفا سے بے نیاز
دے نہ ہو کا آہ بھٹکے تو ابد غایانہ
اتھ بھی جا اے دلہن سے اے پردہ عشق مجاز

دوست دشمن میں ہر باقی نہ تھا مجھ کو تمیز
 ٹھنڈے قصور کی رنگی دل آئینہ ساز
 میں سمجھ کر تان کسی کا فر کی زلف غنبرین
 آئین میں اپنی پالون آہ امار یا سیں

وقت اجل

ہکو ہے سلوم آئیگی جن میں کب نہلا
 ہوں خضائے عرش پر تارے سحر تک نہلا
 بھول مرجھائیں گے کب اور کب جھڑنگی تیرا
 اے اجل! لیکن تو سرستہ ترا انداز نہلا

کاہشیں تن بھر جوتھی ہیں دل ناکام کو
 لیتے ہیں بستر پر شب کو خوابت کے مزے
 لطف صحبت دو ستونیں ہیں ٹھاتے شام کو
 کچھ ادا اے فرض طاعت کچھ عبادت کے مزے
 پر نہیں پابندی صبح و سارے نے
 کوئی ساعت ہو برابر تو قضا تیرے نے

ہکو ہے سلوم ہو گا بد رکال کر بلال
 اور یہ بھی جانتے ہیں اک مقرر وقت پر
 آئینکے سوئے جن کب طائران خوش مقام
 بنز تھکتو کو پختا نیکی خزان بلوس نور
 تیرے آنے کا کریں لیکن اجل کب انتظار

کیا وہ سوہم ترے آد کا ہر مرگ ناگہان!
 یادہ دن ہیں تو بھا کر جب گلستان گل
 کوئی سوہم ہو کوئی دن ہو کہاں تجھ کو قرار
 کرتی ہے باد صبا چلو تیرے جب گوریاں
 زور دے جاتا ہی مانند شعاع آفتاب

تیرا سکھ و روان قلندرم میں بھی آفتاب کو
تو دباں بھی جیسا مہر چین ہیں سرگرم خروش
تو بوا میں بھی صدائے نغمہ شرین میں ہے
اک اداسے جان شانِ ظالم! تیرے کمن میں ہے
تیرے جولاں گاہِ بیکاشانہ امن و امان
اسے اہل تو ساتھ ہی ہم آہ! جانے اہل جہان

تیرا قبضہ جیرواں بھی آہ اسے بیدادگر!
بیٹھ کر دو دعوت لیتے ہیں جہان زیرِ شجر
شعلہ افکن تیغِ تہی تیرے معنوں جنگ میں
اسے اہل! تیرے تجلی ہے غرض ہر رنگ میں

موت کی گہری

موسمِ خاص میں ہوتے ہیں شجرِ برگِ نشان
پھول رچھاتے ہیں جب بلغم میں آتی ہے خزاں
صبح ہوتی ہے تو ہوتے ہیں تارے نہان
لیکن آئے موت مقرر ہو تیرا وقت کہاں
دن کو ہوتا ہے غم دہرے ہر اک کو کام
دوست لمجائیں ہم آتی ہے اسوئے شام
رات ہوئی ہے کہ ہو سب کو حیرتِ آرام
لیکن اسے موت تیرے آنے کے ہیں وقتِ تمام
ہم کو معلوم ہے کب بد رکھوتا ہے بلال
اگر کے کب جانیں گے مرغانِ ہوا کو شمال

کب خزان آگے گلستان کو کرگئی پامال
کون بتلائے کہ کب کیجئے تیرا استقبال

کیا وہ موسم ہے تیرا جب کہ بہار آئی ہے
اور صبا حسن گل تر کو نکھسار آئی ہے

یا خزان بلغم میں جب نیکے غبار آئی ہے
نہیں ہر رقت تو کرنے کو شکار آئی ہے

تو وہاں بھی ہے جہان ملتے ہیں دینہ و نگار
دکھڑے رونے کیلئے بیٹھ کے زیر اشجار

تو وہاں بھی ہے جہان ملتی ہیں فوجیں خونخوار
اور دکھاتی ہے جہان رزم میں جو ہر تلوار

بحر و برب کو ہے مظهر اطمینت تیری
کر رہی کام ہوا میں بھی ہے طاقت تیری

دل سے راحت میں بھی جاتی نہیں ہیبت تیری
ہم جہان جائیں نظر آتی ہے صورت تیری

مزار دوست

ہم گریبان چاک تم میں تیرے لڑکھڑکیں
شمع روشن ہو گلوں کے قبر پر انبار میں
لوگ کیسے ہیں دہانکے اور کیا اخوار میں

تجربہ لکھ پڑھ کر دست سے بنے کہا
شاوہ ہے کچھ تو بھی زیر خاک آئے آؤ گدا
کیا ہوا سر نیکی بوندے راہی ملک عدم

منزلین نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا جان
جس محل میں جا کے تو اترا ہے اسے رنگین ادا
اہل صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا طرز ہے
بات کو نیکی صدا اسطاعتی کے آتی نہیں
قبر سے آتی صدا اسے دوست بن کر خوش رہ
پہل کیسے باغ کیسا عقل تیری جو کہاں
اگر نہیں وہ پیکر نازک ہمارا یاد ہو
راہ میں کچھ بتیان ہیں شہر میں بانا رہیں
کس طرح کا قصر ہو کیسے در و دروار ہیں
خوش بیان خوش وضع کیسے نہم بگشتار ہیں
کس طرح کے لوگ ہیں ٹوٹے ہیں یا بیدار ہیں
ہم آکھتے ہیں یہاں احباب نہ اختیار ہیں
کچھ تنہائی جو اور فنی محلے کے ہار ہیں
آج خاک قبر سے اس پر خون کے ہار ہیں

اب زیادہ بات کر سکتے نہیں بے گھر کو جا
دل میں آرزو نہ ہونا گیا کریں لاچار ہیں

کارزارِ ہستی

آرض و سما میں نور کے سانچے بیٹھ گئے
چار اُستینہ حریف پہن کر سنبھل گئے
سو کر اٹھو باکہ غیر جس آگے نکل گئے
شیردن کے روز نگاہ میں تیر رہی گئے

تم بھی دکھاؤ جو ہر پیکارِ رزم میں
مردانہ وار بڑھ کے کرو دارِ رزم میں

شکر کشوں کی صف میں تمہارا ہوا تھا
میدان کے دہنی جو - جو انو - جو پہنہا
سینہ سپر ہو بڑھ کے کہ ہر وقت کارزار
انگے تمہارے کس کہ ہر دعویٰ گیر دار
سو کر اٹھو کہ قافلہ دالے نکل گئے
آگے بہت ہیں تھے رسائے نکل گئے

اٹھ کر ذرا زمانے کی دیکھو روش ہے کیا قوموں میں جدوجہد کی دوا دوش ہے کیا
 ہندو گزشتہ کی دلیں غلش ہے کیا چھوڑو خیال خام کہ یہ جاپوش ہے کیا
 کروا وہ آج جو تمہیں کرنا ہے دوستو
 ڈوبی ہوئی ہے قوم ابھرنے کے دوستو

اٹھ کر ہوائی قلعہ مسخ کرو کوئی دشمن پر دارِ رزم میں بڑھ کر کرو کوئی
 میدان کارزار دو غاسر کرو کوئی قومی نشان بلند فلک پر کرو کوئی
 اٹھو! کل کا دیکھ رہی ہو یہ خواب کیا
 غفلت کی ہی ٹری ہوئی منہ پر نقاب کیا

دنیا کی زرد نگاہ پر شہرت کا کارزار افسانہ اکابرِ عالم ہے یاد نگار
 ہمت کرو بلند کہ ہو عزت و وقار کوشش کرو کہ کل کا ہے کیا خاک مبتلا
 اوجھا ہو میں سب سے پھر اڑا کرے
 طاؤس بنکے قوم کا جھنڈا اڑا کرے

آلاتِ حرب آج تمہارے ہیں متحد و تیز اور گرم جہد و جد کا ہے ہنگامہ ستیز
 رن میں بڑھو! بڑھو! کہ نہیں موقع گریز کل تم کہاں ہو ورنہ کہاں سیخ شعلہ یار
 یہ دور امن ہے یہ ترقی کا دور ہے
 دنیا کا رنگ اور تہا پیلے۔ اب اور ہے

گذرے ہوئے زمانے کے چھوڑو خیال توڑو غلسم یا دنِ نشاط و طلال کو
 چمکاؤ آسمان پہ قومی ہلال کو دلِ حق کہن پنچاؤ نہ لیلائے "حال" کو
 عہد کہن کا دفتر پارینہ مُردہ ہے

تلوار چھینک بھی دو کہ یہ رنگ خور و دہ ہے
 یہ شاہراہ وقت میں بے اختیار کیا
 تم پہچھے پھر کے دیکھتے ہو بار بار کیا
 سو کر اٹھو گئے خواب سے روز شمار کیا
 خنبد دل کا آڑی گمانہ تمہارے شمار کیا
 چونکو شباب اب نہیں موقع وزنگ کا
 سیکھو سبق جوانو! شرفیاء جنگ کا
 دن چڑ گیا جو خواب ان سے اٹھو! اٹھو
 آواز آرہی ہے گل کی سنو! سنو
 لویا گیا غنیم وہ سر پر۔ بڑھو! بڑھو
 دشمن لگا رہا ہے نشانہ بچو! بچو
 تیار جلد تیز کرو وقت کا رہے
 ہستی کا گرم معرکہ کارزار ہے
 جب شام عمر چو گئی۔ سو کر اٹھے تو کیا
 قوی وقار ہاتھ سے کھو کر اٹھے تو کیا
 لیٹا دم اخیر۔ ڈبو کر اٹھے تو کیا
 سرے سرسار جو ہو کر اٹھے تو کیا
 جب آگیا غنیم غل سر پہ قایم رہے؟

کھولی جو آنکھ شیب میں بستر ہما چھو
 Check 1987

غزل

شب حال مرہو دے رہی ہے تو تیری
 قبلہاں سے گومتی ہے قد گفتگو تیری
 سہل سمجھ کے دل درد مند کو میرے
 کہ اسن رہتی ہے بیدار آندہ تو تیری
 تیری زبان کو بجا بڑا رقیب بدخونے
 کہ بات بات پر گالی توہمی نہ تو تیری
 نگار رہے خاک کوئی تیرے ہاتھوں میں
 نلارہی ہے مجھے خون آندہ تو تیری

| | |
|--------------------------------------|----------------------------------|
| تیرے سگوت میں بھی ایک اور شکلی ہے | کسے بھی ہوئی چھوٹے میں گنگو تیری |
| نہ چاک کر دل تیرا اب کو میرے فکرم | خوں کے پتوں میں رسوا نہ آؤ تیری |
| بکھی ہے قفسِ مزم کا کبھی بہ عزمِ نشت | کشان کشان لے لے پرتی بجے تیری |

فلکِ اختری ہے جامِ میسر

| | |
|---------------------------------------|---------------------------------------|
| لگاؤں کو نہ تجھے منہ میں اوسے انگور | کہ تو ہے مایہ فتنی و فخور و عجب غرور |
| میں وہ نہیں کہ ترا جامِ پی کے ہوں بہت | وہ بادِ کش ہوں کہ کہتے ہیں مجھ کو کشت |
| میری شراب ہے تجھ سے کہیں سعفا تر | لطیف و خوش مزہ و خوشگوار و زیبا تر |
| تیری شراب سے پر ہیزگار ہوں ساقی | کہ مست بادِ ہوش بہار ہوں ساقی |
| وہ رہ نہ ہوں کہ تم آسمان ہے جامِ مرا | بلند صوفی و واعظ سے ہے مقامِ مرا |
| ایلاغ ساقی گردوں جو میسر بھرتا ہے | دماغِ عالم بالا کی سیہ کرتا ہے |
| ہوں مست نشہ جامِ مغا پر قدرت | غضب کے ہوش رہا ہیں اساطیر قدرت |
| پہاڑیوں کی نفائیں میں خوشگوار عجب | روان ہیں کوہ کے دامن میں آبشار عجب |
| مقام یہ نہیں دیکھے ہیں نیشکر تو نے | کیا نہیں ابھی کہسار کا سفر تو نے |
| یہ دلفریب مقامات چل دکھلاؤں | پہاڑیوں کی جہو اے خشک کھلاؤں |

پہن گئے گل کے آفتاب چل تو بھی
عجب بہار ہے گلشت کو گل تو بھی

| | |
|------------------------------------|-------------------------------------|
| شار میں ترے او کو دگار قدرت کے | کہ چتے چتے پہ جلوے ہیں تیری صنعت کے |
| انزل میں صانع ارض و سما عینات تیری | ہل ہے تری ہستی کی کائنات تیری |

کہاں تھیں مری قسمت مجھے کہاں لائی
 غم سے جانبہ تہی کشان کشان لائی
 کہان سے جہ ترا جان ناشکیبا کو
 تلاش ہے ترے جلو سے کی چشم بینا کو
 کرے نہ رنج مری کیوں تری طرف پروا
 کو زیت ہے تیری قربت میں توفیق انداز

میں کاش عمر وہاں! تجھ کو چھوڑ کر جاؤں
 طلسمِ فانی ہستی کو توڑ کر جاؤں

لیکن جو روح سے خالی مکان دیکھتے ہیں
 تو سر اٹھا کے سوئے آسمان دیکھتے ہیں
 کوئی عقاب کی جنگل میں جیسے ہو کو دک
 نکلاہ یا اس سے مان دیکھتی ہو سوئے فلک

نجات دے مجھ ان شور شون سے تو یارب
 کہ مجھ کو ہے ترے جلو سے کی جتو یارب

پر یاک کا سنگم

جب صنایع ازل نے صورت تری بنائی
 خا کہ بنا کے کھینچا یوں نقش ناز تیرا
 بخشی تیری زبان کو لعلِ شکرِ فشان کو
 نقشِ نیا کے تیرا صنایع و جہان نے
 خلوت سے بن کے دہنِ نکلی حیا جت تری
 جلو سے نے تیرے مجھ کو بے خود کیا کچھ لیا
 حق ازل نے جب کو پایا نہ تیرے قابل
 کنگا بڑھی اور مرے جہنا بڑھی ادھر سے
 ہونٹوں کو بان ہی دی لنگھو کو جانفزاں
 بول اٹھی پھینک دیں گی دل نشانِ لربانی
 کچھ شہد کی حلاوت کچھ قند کی سٹھائی
 تصویر تیری چوئی اور آنکھوں سے نکلائی
 آبِ برہان کی جادو بلی سی اک ازلِ معلائی
 حیرت تجھے دکھانے آئینہ لیکے آئی
 حصے میں سر و شون کے آئی وہ خود نمائی
 اجزاء جس نے یوں ترکیب مل کے پائی

وایستہ ہو گئے دو داماں و غسیری
دوئی نہ آہ کیونکر ہوشان و غسیری

دلکش عجیب سنگم ہے اتصال تیرا
آنکھوں میں پھر رہی ہے تصویر حسن تیری
صورت ہے آہ اتیر ہی اتشال لفری
تیری تجلیاں ہیں آئینہ دار تمکین
اک اک دواے دلکش ہے بے عیل تیری
افت تری دلوں میں سودا تر اسروں میں
نوجون میں آہ اتیری ہے شان کجکلا ہی
پانی میں آہ اتیر ہے زیت کی حلاوت

امرت برس رہا ہے معنی تری زبان سے

موتی ٹپک رہے ہیں نعل گہر نشان سے

آنکھوں کو ہے یہ حسرت اُف ری تری ادیں
سال پر آہ اتیر میں محو بے خودی ہوں
گردون پر روشنی ہوتا اردن کی لگی لگی
کر میں گرا رہا ہوں چاند اُجلی اُجلی
لب پر نہ ہو پیسے کے شور پی کہان کا
عالم سکوت شب کا چھایا ہوا ہو ہر سو
خلد برین سے لیکر چھو لوں کا آہ بازیور

کوئین تری بہارین، دیکھیں تری نصائیں
اور لے رہی ہوں تیری موجیں مری بلائیں
شمعیں سحر کو جیسے محفل میں جھلکائیں
پانی میں جیسے شب کو پر یان نہانے لیں
مرغان خوشنوا کی خاموش ہوں صدائیں
اور چل رہی ہوں بھنی بھنی خنکائیں
دلہن مجھے بنانے کو آئیں اپسراییں

اگر از ہو سرتلی اور انکھڑیاں نشیلی
 دھیمے سرون میں تیری علمت کی گت گائی
 میں کاش چاندنی میں دیکھوں بہارتیری
 دلکش عجب اوا ہے اسے رو د بار تیری

ہے دلفریب سنگم تیرا عجیب منظر
 جہنا کے ہیں سگلے میں گت گت کی آہ بابا ہیں
 یہ سکنار اس سے وہ اس سے ہم نقل ہے
 بچھڑی ہوئیں تھیں کب کی کیا جانیں دونوں بہنیں
 رہنے دے انکو کجا۔ دونوں ہیں بہن بہنیں
 ان کے ملاپ میں ہر اک اتحاد دلکش
 شان و فام ہے اک انداز دلفریبی
 ہوش ہو رہی ہیں جیسے یہ دونوں بیابان
 دو بہنیں رو رہی ہیں رونا خوشی کا ل کر
 گنگا سے رو رہی ہے جہنا پٹ لٹ کر
 دونوں نثار کرتی ہیں آنسوؤں کے گڑبڑ
 آنسو نہیں جھٹکتے ہیں جوش غم سے دم بھر
 ان کو جدا کرنا اسے چرخ توفان گر
 اور اتحاد میں اک شان فاع ہے مضمحل
 دامن حسن میں دو پھیلے ہوئے زمین پر
 یارب ہو وصل تیرا لو نہیں مجھے دستر

پر وہ دوئی کا یعنی اکٹھا جائے درمیان سے
 تیرے لئے بنوں میں بیگانہ اک جہان سے

مظاہر قدرت

لالہ صحرا

پند لالہ صحرا! تیری فضا ہے مجھے جن کے پہلوں سے دلکش تیری ادا ہے مجھے
 بہشت خانہ تیرا کج خوشنما ہے مجھے جنوں میں تیرا نظارہ سکون فرا ہے مجھے
 گلون ہے مجھے تیرے جلکے کا داغ پند
 وہ رند ہوں کہ ہے تیرا مجھے ایلغ پند

مے نشاط کا تیرے سرور ہو دل میں تیری شراب جھلکتی ہے آنکھ کے تل میں
 گلون کا عکس شفق گوں ہی تیری منزل میں شراب سرخ کے شیشے ہیں تیری نعل میں
 عجب بہار ہے رنگ جمالیوں میں تیری
 جھلکتی ہے مے احمریا بیوئیں تیری

مجھے بھی بھر کے کوئی جام خوشگوار پلا جنوں کا جوش ہی سر میں سے بہا رہا پلا
 تیری شراب کا ہون رند بادہ خوار پلا ہزار جام پلا اور ہزار بار پلا
 پلا وہ مے کہ خار وطن نہ ہو جہیں
 پلا وہ پھول کہ خار وطن نہ ہو جہیں

فریب خوردہ بزم نشاط دینا ہوں میں انجمن میں صدائے شکست دینا ہوں
 نہ پوچھ سائی صحرا! کہ کون ہوں کیا ہوں شہدناوک بے مہر ہی احبا ہوں

سرشک خون سے ہے غربت میں گئی میانِ سرخ
 لہو ابھر کسی گل کا ہو جیسے داہانِ سرخ
 فلک نے بھگو دکھائے ہیں سبز باغ بہت
 سنے ہیں بزمِ تنہا کے گل چراغ بہت
 دیئے ہیں اہل وطن نے جگر بہ داغ بہت
 کھانا کھان کے دکھاؤں میں آہ داغِ تنہا
 جلائے دین میرے دل روزِ آہِ چراغِ تنہا
 سازوں کیا تجھے غربت میں روئے دادِ وطن
 میں بے نصیب وطن ہوں میں ظمِ مرادِ وطن
 تم ریہ ہوں کیا خیالِ یادِ وطن
 سوا دگر رکھا ہوں میں ہی دادِ وطن
 دل خمر وہ ہوں پہلو سے داغِ خور وہ ہوں
 صبا بجا سگی کیا! میں چراغِ مردہ ہوں
 خیالِ صحبتِ احباب کیا وہ دل ہی نہیں
 جگر میں وہ پیشِ شوقِ متصل ہی نہیں
 وہ آگ تہی جو کچھ میں مشتعل ہی نہیں
 وطن کی خاک کا سودا ہوا اب گل ہی نہیں
 گئے وہ دن کسی تہی غربت میں رزوئے وطن
 میرے ندیم! نہ کر تجھے گفتگوئے وطن
 نورِ آبی رہنے کو دے کجِ دل نشین میں جگہ
 مجھے بھی توڑی سی صحرا کی سرزمین میں جگہ
 شہرِ غم ہوں۔ دل داغِ آفرین میں جگہ
 ملے اگر تیرے آغوشِ نازنین میں جگہ
 دکھاؤں اپنے وطن کی بہارِ باغِ تنہا
 تپ دہون کے پھوپھے جگر کے داغِ تنہا

جمناجی

وہ بھی وہ بھی بننے والی ایک نہر دشنیں
 تنگی شوق نگاہیں بھانے کے لئے
 یہ وہ جمناجی کہ دکش جسکا ہے انداز حسن
 یہ وہ جمناجی کہ کاتے ہیں سخنور جبکہ گیت
 آپ جو چھوٹی سی اک ناز کھرام و نازین
 جا رہی ہے اپنی ہستی کو مٹانے کے لئے
 دیکھتے ہیں آہ عاشق جسکا خوابِ رحمن
 مہربان خوش گوی ہیں بان پر جبکہ گیت

یہ وہ جمناجی جہاں سے لیکے خلوت کے مزے
 چاہتے والوں نے پٹنا کر حسینوں کے لئے
 یہ وہ جمناجی کہ نہ وہاں حسین نے مدتوں
 تمسی ولے کی جدائی میں اُڑا کر سر پر خاک
 یہ وہ جمناجی جہاں ایک بالیے پر وہ تین
 مسخ سے آہستہ اُن کو چادر آب روان
 لٹے ہیں عشاق نے برسوں میں جسکے مزے
 ہیں لبِ ساحل پر بوسے نازنینوں کے لئے
 برج کی ہاک پاکداس نازین نے مدتوں
 اپنے اشکوں سے کیا ہو دامن ساحل کو پاک
 آگرہ میں مودِ عاشق ہے جو زیرِ زمین
 دیکھتی تھی مسکرا کر منظرِ آب روان

آہ! آہ! نہرِ لطافتِ آہ! اسے بحرِ حال
 گرچہ تجہ میں اب نہیں وہ جلوۂ شان کہن
 حسنِ الفت میں ہی تیرے اب بھی اک دکشِ ادا
 ولین ہی پہلو نشین ایک ترافشِ خیال
 وہ حینِ توہ کہ اسے شمعِ شبستان کہن
 تیرے کھلائے ہوئے پہلوئیں ہر کو کو فنا

تو وہ دریا سے مقدس ہو کر ہو عیانِ پاک
 تیرا دامن اب بھی ہر اللشِ انسان سی پاک

تیرے بروجوں اور تیرے قلعوں کے آثار کہیں
آسمان فرسا ہیں اب بھی تیرے ایوان بلند
تیرے موجوں میں نہان آہ راز حسن عشق

تیری شوکت کے پیش ہمارے وفادار کہیں
تیری سائل نے ٹپکتی اب بھی ہوشان بلند
تیری فرسودہ نشان ہیں نقش ناز حسن عشق

آہ! دو عالم کے حسینوں سے زلی نازین
دن مراد دیکھے تھے۔ اور جوش جوانی کا پہلا
دیکھتی تھی تیرے موجوں کی اداسے دلنشین
تیرے موجوں کا وہ انداز جہتسمائے ہمارے

آہ! دو رنگین اوابادلی والی نازین
آہ! آیا میکہ دلکش تھے تیرے نقش و نگار
پڑھ کے جب مینا پر اکعبت ناز آفرین
وہ کف سیلاب۔ وہ شوریدہ تلاطم ہمارے

وہ نظر پھپھکتی ہوئی چتون وہ شرمائی ہوئی
دل پہ جادو کر نیوالی تیرے ایلی ریش
آہ! وہ دلکش تیرے ساز ترنم کی صدا
نقش ہے دل پر تیرے اک اک دلکشے دلنشین

ہمیں دیہی وہ تیری رفتار بل کھائے ہوئی
جہینوں سے زلی تیرے ایلی ریش
وہ سرلی نغمہ جوش تلاطم کی صدا
رج کی اوپا کدامن او مقدس نازین

اب کہاں پانی کسے جھرنے اور وہ صدف شکر
اب کہاں وہ آہ استہلا تیرے پہلو کی پیا
اب کہاں وہ آہ یاسر کی صدا کے جانور
بے صدا زیر زمین ہے آہ! ساز حسن عشق

اب کہاں جہنم! تیرے موجوں کی وہ متا چال
اب کہاں چہرہ ٹاسا وہ رادہ کالج خوشگوار
اب کہاں وہ مہمی والے کی اداسے جانور
اب کہاں وہ خلوت راز و نیاز حسن عشق

وہ محبت وہ نشاط عیش۔ وہ انداز حسن
وہ تیرے شیرن ترانوں کی صدائے بازگشت
تیرے دلین اب بھی سرخوش محبت ہے وہی
آہ! وہ سرمایہ ناز بھائے ساز حسن
اب بھی ہر لذت فزا تیری نوا سے بازگشت
آب شیرین میں تیری جہنا، طراوت ہے وہی

او تلون کیش! او کا فراوا! او دلوشار
اک ظلم حیرت افزا ہی تیرے بزم نشاط
خاک اٹھ کر آہ! سر بردار اصل اُترا
سوزش غم سے پھیل جا آہ! اسے ریگ و ن
اب کہاں وہ کج و کش اب کہاں دہا کش
تو نے بدلے رنگ لاکھون آہ! وضع روزگار
اک خیال روح فرسا ہی تیرے بزم نشاط
ٹکڑے ٹکڑے کر چکر کو پارہ اسے دل اڑا
زرے زرے میں تیرے تصویرِ عبرت ہی بنا
ہی بزرگ خندہ گل بے بقا دنیا کا عیش

اے خوش! قسمت تیری جہنا! خوش! نصیب
تو نے دیکھی ہی بہت دن مرلی والے کی ادا
اور شہی تہی کی ہے برسوں صد دل فوار
محشر تان الم! کجنت ہو کر دلو چاک
نرجان عشق راوا ہیں کہنیا کو سنا
واہ! وا! تیرا مقدر۔ واہ! وا! تیرے نصیب
دونوں عالم کے حیدنوں کے نزالے کی ادا
داستان درد و دل۔ افسانہ سوز و گداز
چیر پہلو کو کہ نکلیں نا لہا سے دردناک
نا لہا سے ناشکیبا ہیں۔ کہنیا کو سنا

سوئے مست آہ! اسپیل میرے نالوں سچیلے
تیرے درد و گمزنہ فتنے ہیں جہاں گنہ گار
روکے کہنا مرلی والے سے میری سر کی قسم
ارمغان عشق راوا! برج والوں سچیلے
سر کو ہیں دیوار قصر شہر سے ٹکرایا کئے
تیرے غم میں اب بھی راوا آہ ہی تصویرِ غم

آج کجا! یہ سرگزشت داستان درد و غم
 ہونہ لیکن آہ! تیرا شور ماتم و نعرہ
 اے لب ساحل! انسانیت تو بھی عصمت کا بیان
 تیرے پہلو میں ہی کس حور و ش کی یاد کا
 چھٹ! اے جہنا! کسے تازہ بیان درد و غم
 تیرے نالوں کی صدا یعنی ہونہ کم دلخوش
 پردہ انسانہ میں سوز و محبت کا بیان
 جس سے راتوں کو اٹھا کر تہیں ہونے لگا

آہ! افسردہ نشان عصمت جان باز تو
 ہے تیری تعمیر میں مضمر وہی شان و وفا
 غل نہ کر۔ آہستہ آہستہ ہوا اے جہنا! روان
 کس پری پیکر کا ہر نقش و قلمے ناز تو
 تیری ہر شے کہن ہی جو ہر کان و وفا
 تاج عصمت کا بیان ہر آنک دہر کیا نہان

آہ! جہنا! اب بھی سیدنا نہیں ہستی کھیلتی
 تیرے مروجہ نہیں وہی ابتک ہی ستوالی ادا
 تیرے سال پر اچھلتا جیسے آہو ہو کوئی
 بہ لہری ہی تو بیا بانو نہیں سنسنی کھیلتی
 تجہ میں سہے و لکش ہی او گیسوؤں والی ادا
 محو رقص ناز یا طاؤس و بچو ہو کوئی

اے زہری! شوکت تیرے جہنا ہی! اعزاز و ثنا
 تیرے دلیں آہ! اب بھی ہی قیامت کی پیش
 حشر میں سینکڑوں تیرے دل بایں میں
 ہے! وہ ترک و نکمے اور وہ سنگینوں کی کھان
 تجہ لہریا کیا اسلام کا صدیوں نشان
 تیرے پہلو میں ہی اب بھی ہمارا حسرت کی غلش
 گوش برآواز ہو ذوق سماع کو س ہیں
 ترچھے بانگے وہ جوان۔ وہ چار آئینوں کی کھان

بے صدا زیر زمین ہی۔ بزم شان ان غیور
 آہ! جہنا! تجہ میں لیکن ہی وہی شان غرور

آہ! اداس کو طراز دست بیداد اجل
آہ! اس دار فانی میں ہی بقا کس کے لئے
رو نہ خون آلود لے! محو فریاد اجل
چھوڑنے والا ہر شاہین قضا کس کے لئے

آہ! اُس خواب شبانہ کا ہی مجھ کو انتظار
نیری اک اک بیج تھی جبکہ! طوفان کوشش
جیکے کی گے گیسوئے پر خم کی سودائی تھی تو
آہ! اجنا! تجھ کو دور یاستانی کی قسم
کیا نہ ہو تجھے تجھ کو وہ دلکش مناظر نصیب
ہو کے مضطر آہ! جو جس انتظار بل سے کیا
اُس سرود عاشقانہ کا ہی مجھ کو انتظار
حلقہ گرداب تھا جبکہ! آغوش شوق
اور لبائل پرروضہ کی تماشائی تھی تو
شوکت دیرنہ صابترانی کی قسم
عطمت اسلام کے اگلے مظاہر بھر نصیب
یو نہیں مکر یا کر گئی سر کو تو سائل سے کیا

کون بیہ پروہ نشین ہی ترے دامن پیمان
تیرے موج نہیں ہی یہ کس کی صدائے دلفریبا
نماندول میں ہی تیرے کون محور قص ناز
وہ سمن اندام ہی یہ شاہد پردہ نشین
حورین آکر خلد سے طوف مزار پاک کو
کس کا چہرہ ہی نقاب لطف پر فن میں نہان
گار ہی ہی کون یہ غارت گر صبر و تحلیف
آ رہی ہی کس کی چھال کی صد کاجان نواز
جس کے چھو لوں میں ہی اتیک بگو فردوس میں
جھاڑتی بلکونے میں گرد و خس غاشاک کو

آہ! اسے ممتاز! تیرے عشوہ ہائے دلفریب
وہ لبائیک یہ برج خندہ ہائے شکرین
بگہری بگہری زلف و چہرے پہ بل کھائی ہوئی
وہ بکھائے شیرین۔ وہ ہوائے دلفریب
آہ! وہ جہنا کا منظر۔ وہ نگاہ شیرین
شہر کی چتون آہ! وہ زردیدہ پلجائی ہوئی

چسپے غلوت میں وہ آہستہ بڑھانا کا شوق
 سنبھ چھپا کر آہ! وہ زیر نقاب شہر گہین
 روزن در سے نہ دیکھے جھک چھپ چھپ کر کوئی
 سر میں آشوب محبت دلیں اک غوغائے شوق
 روٹھ کر کہنا گھاٹ سے ترا سے نازین
 پیار سے ڈالے نہ ذر دیدہ نظر مجھ پر کوئی

وہ نگاہ شہر گہین۔ وہ عرض منت کے مرے
 شوخی حسن جنوں زامانے زنجیر شوق
 راز الفت کے وہ پیغام نہانی ہائے! آہ
 آہ! جتنا اب کہاں وہ داستانِ حریفِ عشق
 بہ نکبتِ اقدار تبسم و محبت کے مزے
 نیچی گردن میں حائل دستِ دانگیز شوق
 سرگوشہ دیدہ دل کی کہانی ہائے! آہ
 نقشِ عبرتِ بے یں فرمودہ نشانِ حریفِ عشق

آہ! اسے نقش و نگارِ شوکتِ عہد کہن
 ہمنے مانا تجہیں اب ہر شانِ برنامی نہیں
 ہمنے مانا تیرے چہرے کی ضیا جاتی رہی
 منہ پہ گنہامی کا آنچل لے نہ اے پردہ نشین
 غم نہ طوفانِ حوادث کا کڑے سر جوشِ حسن
 سر کو ٹکرایا کرے ساحل سے سیلِ روزِ نگار
 آہ! اسے آئینہ دارِ شوکتِ عہد کہن
 وہ غرورِ حسن۔ وہ تمکین۔ وہ رعنائی نہیں
 تیرے موج بھی وہ مستانہ ادا جاتی رہی
 یوں نہیں سرگرمِ خرامِ ناز رہا اے نازین
 رنگِ نسیانِ قتائیں جو نہ خلوتِ کوشِ حسن
 تیری شہرت کے نشانِ صدیوں رہ گئے یا نگار

خستہ حالو کی پریشانی ستانے کے لئے
 سبز و گلِ مشت و ہاموں میں اگنے کیلئے
 جان شیریں کو نے کر دے آہ! آہنا نشان
 بھوک میں ڈوب رہی غریب کی بند باندھنے کیلئے
 کشتِ بارانِ کرم کو لہلہانے کے لئے
 تیری فیاضی دیدہ تجھی کی طرح ہے یادگار

اے مقدس نازنین! اے شاہناز کھرام
گرچہ صدیوں سے نہیں ابے شکوہ و شان ہند
رگنر نیست اپنے بہنے کیلئے کراک پسند
شکوہ دیرینہ پر اپنے لئے نازتیں اترانہ دیکھ

تو اگر چہ آہ! پورا کر چکی سب اپنا کام
پنچہ آشوب سے صد چاک ہو دامن ہند
اور وہاں پر چھڑ اپنے نعمتہ ہائے دہند
جھونپڑے میں شاہزادے خواب محلوں کا دیکھ

گنگا جی

اے آب رو گو گنگا! اُن لے تیری صفائی
تیری تعبیاں ہیں جلوہ فروش جنتی
جمن تیری پہیلی۔ گو ساتھ کی ہے کھیلی
بے لوث تیرا دامن ہے داغ مصیبت
حسن ازل کی گویا تو اک سکھ ہے مورت
اے نازش زمانہ! اے نقش ناز عصمت

یہ تیرا حسن و دلکش! یہ طرز دلربائی
تنویر میں ہے تیری اک شان کبرائی
اُسین مگر کھان ہو تیری ہی جا نغزائی
موزون ہو تیرے قد پر بلبوس پارسائی
صانع نے تیری صورت کیا سوہنی بنائی
بجارت کی پاک یوی! تو ہی ہماری مائی

دل بند ہم ہیں تیرے لخت جگر ہیں تیرے

نخل مراد ہے تو اور ہم شہر ہیں تیرے

مینو سوا و تجھ سے ہیں وہ دیان ہماری
وہ دن بھی ہو گا۔ ہونگے جب ہم غرقِ رحمت
گنگا میں پھینک آنا بعد فنا اٹھا کر
یار بن نہ دفن کر کے احباب بھول جائیں

اور کشت آرزو ہے رشک جنان ہماری
اور تیرے نذر ہو گی یہ ہڈیاں ہماری
برباد ہو نہ مٹی او آسمان ہماری

لیکھ رہی خوش خوش گنگا کو پھول جانیں

اوپاک نازنینی، او پہلو نکلے گئے والی
سر سبز وہ دیوں کے دامن میں بہنے والی
اوناز آفرین، او صدق و صفائی دیوی
اور غفرت بحکم پرست کی رہنے والی
مسل غلے، یہ تیری سو جوں کا گنگا نانا
وحدت کا یہ شرانہ، او چپ نہ رہنے والی

حسن غیور تیرا ہے بے نیاز ہستی

تو بحر معرفت ہے او پاک باز ہستی

ان تجھ کو جو ہے کس بحر سیکر ان کی
ہمیر تو کچھ حقیقت کھلتی نہیں جہان کی
اسے پر وہ سوزا مکان، اسے جلوہ ریز غنائی
تو شمع انجمن ہے کس نرم دستان کی
کیون جاوے طلب میں پھرتی کشان کشان
تجھ کو تلاش ہو کس گم گشتہ کاروان کی

جاتی ہے تو کہاں کو، آتی ہو تو کہاں سے

بوسنگی ہے تجھ کو کس بحر بے نشان سے

آئی نظر تجلی جب شاہد ازل کی
فردوں میں جا کے چکی پہلوں میں جھپکی
ہندوستان ہو اک دریا سے حق قدرت
اور اس میں نیکو ہی ہو، تو خوشما کنول کی
نعلی جالیہ سے محو و شش ہو کر
تو آہ، آتش لب ہی وہ جلوہ ازل کی

کرتی ہوئی زمین پر سوتی منشا آئی

درشن کو آہ، اہر کے توہر دوار آئی

یہ جوش سبز و گل، یہ تیری آب ساری
قدرت کے چپہ چپہ پر یہ شگوفہ کاری
ہندوستان کو تو نے جنت نشان بنایا
نہریں کہاں کہاں ہیں تیرے کرم کی جاری
اسے آب رود گنگا، سو جوں میں تیرے ملک
میرے شراب ہی ہو بے نشان ہماری

بعد ثنا ہاری پہلوں میں بوہو تیری

گم ہوں رہ غلب میں اور تب تو تیری

اُسے اجل کی زد پر جب اپنی عمر فانی اور تم رفتہ رفتہ ہو سبیل ز ہمد گانی

دنیا سے آہ و جب ہو اپنے سفر کا سامان بالین ہمہ قریا ہوں سرگرم نوحہ خوانی

جب ہو نٹ خشک ہوں باور دشوار تنفس احباب اپنے منہ میں ٹپکائیں تیرا پانی

ہستے ہوئے جہان سے ہم شاد کام جاں

دنیا سے پی کے تیرے الفت کا جام جاں

انتخاب گنگا جمن

جب صانع ازل نے صورت تیری دکھائی ہونٹوں کو جان دیدے آنکھوں کو جان فزائی

خاکہ بنا کے کھینچا یوں نقش باز تیرا بول اٹھی چہین کوگی دل شان دلربائی

نقشہ بنا کے تیرا منسلع و وجہاں نے تصویر تیری چوہی اور آنکھوں کو گنگائی

خلوت سے بنکے دہن نگلی حیا جو تیری آب روان کی چادر ہلکی سی اک اڑبائی

جلوے نے تیرے جھکویہ جو دیکھا کچھ ایسا حیرت تجھے دکھائے آئینہ یکے آئی

حسن ازل نے جسکو پایا نہ تیرے قابل حصے میں مہوشوں کے آئی وہ خود نمائی

گنگا بڑی اور ہرست جمن بڑی ادھر سے اجڑا سے حسن نے یوں ترکیب یکے پائی

و بستہ ہو گئے دو داماں و لغری

دوئی نہ آہ کیونکر ہو شان دلربائی

فضائے برشکال اور پیر فیض اقبال

اٹھا وہ جہوم کے ساقی جن میں ابر بہار
 سہی قدون کا ہر جگہٹ کنا ر آب روان
 ترانہ ریزہ ریزہ یون شاخ سرو پڑھ قتری
 کلی کلی نے نکالا ہی روپ یون۔ جیسے
 خنائی چنبہ ہے یون شاخ شاخ لالہ و گل
 ہے موتیوں کی لڑائی یا قطار جگنون کی
 عجب نشاط ہے بادہ کشو! چلو تو سہی
 پلا شراب کہ میں منتقم یہ دن ساقی

بہار آئی شگفتہ ہوئے گل پنجاب

چمک چمک! کہ کہہ تو تو بلسل پنجاب

ترانہ لب شرین تو اکے دن آئے
 عروس نظم نے کاجل نکایا آنکھوں میں
 ادھر بھی کوئی ایلغ نے سخن ساقی
 شباب جوش پہ آیا۔ پری جالوں کا
 بتوں نے ہاتھوں میں ہندی گٹائی ساکی
 نسیم جہوم کے کہتی ہے منہ شگوفوں کا
 چلو! شراب کی تہل کوئی بھرا لائین

غزل سہرا ہو کہ تیری صدا کے دن آئے
 فسون عشوہ و ناز و ادا کے دن آئے
 اٹھے وہ جہوم کے بادل گھٹا کے دن آئے
 بڑھ ہی نگاہ میں تمسکین۔ حیا کے دن آئے
 شہید چونک اٹھے۔ خون بہا کے دن آئے
 مئے نشاط تبسم فراق کے دن آئے
 سرور۔ دعوت آب و ہوا کے دن آئے

ترانہ سنچ ہوا دلہیل ریاض سخن کہان ہر کو کہ جن میں فضا کے ن آئے
 تیرے بنیہ ہیں درخان نغمہ زن خاموش
 تیرے بغیر ہیں یاروں کی جمن خاموش

گل نو دیر

گلچین ہتم نکر کہ میں ناز آفریدہ ہوں
 مجھ خستہ جان کے درپے آزار تو نہ ہو
 خون میری آرزو کا نہ اوفتنہ ساز کر
 دلکش عجیب ہیں میری نقش و نگار دیکھ
 آ آ کج و نشین میں میری سیر باغ کر
 مجھ کو سمجھ کے تو کسی عاشق کا دل توڑ
 پہلو میں میرے اک خلش خوار کم ہے کیسا
 اٹھیکا آہ! مجھے نہ تیرے ستم کا بار
 ہیں نیم باز دیدہ نظارہ جو ابھی
 مجھ کو لگی نہیں ابھی ظالم اہوائے دہر
 نیچے کا قریب ترانہ سنا نہیں
 نظارہ چمن سے ہون بیگانہ وار ابھی
 بھڑیوں سے آہ اینٹھی کی نا آشنا ہوں میں
 انٹی ہے رخ سے باد صبا نے نقاب ابھی

مجھ کو نہ توڑ تو کہ گل نو دیر ہوں
 مجھ کو لگا کے ہاتھ گنگنا تو نہ ہو
 مجھ پر نہ آہ دست ہوں تو دراز کر
 آنکھیں خدانے دی ہیں تو میری بہار دیکھ
 بکھت سے میرے اپنا معطر دماغ کر
 چٹکی سنبھل کے لے میرا ننھا سادل توڑ
 چرکانہ دلپوسے کہ یہ آزار کم ہے کیسا
 کرین ہی نقاب کی میں مجھ کو ناگوار
 ننھا سا ہوں میں آہ! گل ناز بو ابھی
 یعنی میں شاخ گل پہ ہوں نا آشنائے ہر
 دنیا کا دلپسند فسانہ سنا نہیں
 دیکھی نہیں ہے موسم گل کی بہار ابھی
 کم سن غریب گل ابھی نام خدا ہو نہیں
 آیا نہیں ہی جوش پہ حسن شباب ابھی

دُچپ ہیں یہاں کے مناظر ہیں دلفریب
 دنیا کی سیر کی ہے مجھے آرزو ابھی
 بلبل نے ہمکنار کیا ہے ابھی کہان
 قمری کی گفتگو بھی لب جو ٹھنی نہیں
 تارون کی چھاؤں بھی نظر آئی نہیں ابھی
 میں نے مگر سنا نہیں یہ ساز دلفریب
 اُلٹے ورق ابھی میرے سوج ہو اٹے ہیں
 ظالم! تیرے تہم پہ خدا کی سنوار ہو
 ہے ایسی کوئی جگہ میری اداس

سنا ہوں میں یہاں کے مناظر ہیں دلفریب
 میں عشوہ قمر سے ہوں بیگانہ خواہی
 بھونسنے مجھ کو پیار کیا ہے ابھی کہان
 کوئل کی جھجہ غریب نے کو کو سنی نہیں
 شبنم کی آرسی فطر آئی نہیں ابھی
 سنا ہوں پیہے کی ہے آواز دلفریب
 بند قبا ابھی میرے کھولے صبا نے ہیں
 گلچین ابھی سے میرے گلے کا نہ ہار ہو
 کیون توڑتا ہے مجھ کو عبث اداس

بیدا کچھ تو میری نزاکت کا پاس کر
 انسان ہے تو اُنس و محبت کا پاس کر

شفق

کنول کے پہول ہیں یا زینت کینا رشفق
 بہار عمر ہے گلشنِ شہد شہر رشفق
 خوشا! وہ دن کہیں تھا محو انتظار رشفق
 گھٹا میں آہ! وہ نظارہ بہار رشفق
 ہزار حیف! وہ سستی خار رشفق
 وہ شب کو نین نہ آتا۔ وہ انتظار رشفق

سکوت شام میں ہے جلوہ بہار رشفق
 فروغ شام جوانی ہے آہ! شمع سحر
 خوشا! وہ عالم طفلی۔ خوشا! وہ موسم گل
 وہ دوڑ ناپس تو کس قزع پھل کے میرا
 کھو کو آنکھوں میں ڈورے وہ سرخ رخ وین
 سواد شام کا منظر وہ چشم پر خون میں

کہ مہر گیا میرا گویا نہ دنگی آئیں :
 بہارِ عالم طفلی کہہ بہر گئی۔ ہے۔ ہے :
 کہان وہ ذوقِ تماشا کہان تھا بہار
 کہہ بہر گئی وہ گل افشانیِ عروسِ فلک
 شباب! ہٹ! اکہ میں طفلی کی نیند سو جاؤں
 ملا نہ خون۔ میری پچن کو کھیل لینے دے
 بہار دید بھی ہو قوف آہ! طفلی پر!
 ہلا نہ گھر مجھے نہان اپنے شامِ نشاط!
 وہ آنکھ ہوں کہ ہون نہا پیر رنگِ نشاط
 دکھاؤں کھول کے جی میں بہارِ داغِ جگر
 سرورِ شامِ جوانی بھی ہو گئی آخر
 گئی نہ حسرت صہبائے خوشگوارِ شفق

برف

زمیں پر برفِ زمستان ہوتا بزاؤ آہ!
 کہو کہ چرخ کا گہنٹہ ذرا بے بصل کے بجے
 لبِ نیم پہ ہیں نالہاے دلجو آہ!
 تمام سال گئے شہ ہوا درینِ درین
 صدا ہو وہی کلیجہ مسلِ مسل کے بجے
 رفیق مجھے ہوا اک جدا درینِ درین!

دیوار کہن

از نقش و نگار در دیوار شکستہ

آثار پدید است صنادید عجم را

| | |
|--|---|
| ہو ایں رات قیامت کی سننا ہٹ تھی | اور اُس پتہ باز کے تہن کی کھڑکھڑاہٹ تھی |
| جھکا اُداس قمر تیار ہاتھ مغرب کو | غریب پچھلے پہر چار ہاتھ مغرب کو |
| جگر پہ کھائے ہوئے دل بے شبانی کا | کسی رخت کی شاخون سے جو رہا تھا جدا |
| خواب و کہنہ و بنگستہ ایک تھی دیوار | تھے جنے دیکھے لو کہیں کے میرے پل و نہار |
| قریب اسکے میں اُس دم کھڑا ہوا تھا | زمانہ اپنے لو کہیں کا یاد کرتا تھا |
| وہ دلفریب نہ صورت نہ تھے وہ نقش و نگار | کھڑی ہوئی تھی زین زینِ مرغیف مست و زار |
| ہزار دل سے بھلاتا تھا پچھلی باتوں کو | خیال یاد دلاتا تھا پچھلی باتوں کو |
| دکھار ہی مجھے عبرت تھی کس غضب کا رمان | خدا دکھائے کسی کو نہ ایسی شبِ کسان |
| اُداس رہے وہ اُس دم کی جانندی و مصلحتی | بڑھار ہی تھی جو رہ رہ کے بیکسی اُٹھکتی |
| بنا گئی مجھے کچھ ایسا محوِ نظر | زمانہ آنکھوں میں بچین کا پھر گیا سار |
| جایا ایسا تصور نے رو برو نقشہ | دکھا دیا مجھے طفلی کا ہو بہو نقشہ |

—♦—

| | |
|---------------------------------------|-------------------------------------|
| گزر گیا ترے آگے زمانہ اسے دیوار | کوتیرے شہر میں ست قدیم ہیں آثار |
| پڑا ہے آج جو یہ بے مکیں ویرانہ | بنا دیا ہے جسے بیکسی نے عمرِ خانہ |
| کسی زمانے میں عیش و طرب کا یہ گھر تھا | چہل پل تہی غضب کی غضب کا یہ گھر تھا |

اگرچہ اب نہ رہا بام و در کا وہ نقش
یہاں تھا صحن و بان سائبان، ادھر ملان
ادھر کروہ مری خلوت تھی آہ بخوش نظر
میں گرمیوں میں یہاں آہ! شام کو اکثر
وہ چھوٹی چڑیوں کا گنگنی پتیری اے دیوار
وہ لاٹلی مری بچپن کی فاختہ ہے کدھر
غضب کی در و بھری جسکی تہی کبھی ”کو کو“
گزر گئی ہو نہ جی سے اہل نصب کہیں
میں کش اسکے پروبال کا نشان پاتا

مگر مجھے نہیں بھولا ہے گھر کا وہ نقش
ادھر کو آہ ابھی اک کوٹھری رضع انسان
پرانے تاڑیہ آتے تھے جس جگہ سے نظر
تھا اینٹا کبھی لگی ہی اک سہری پر
چمک چمک کے ہم آہنگیوں کی گانا ملار
تھا آشیانہ کبھی آہ! جس کا کوٹھے پر
تھی دوپہر کو جو سر گرم نالہ یا ہو
کہ اب نظر نہیں آتے مجھے غریب کہیں
تو پاس رکھ کے دل غمزہ کو بہلاتا



یہاں پہ آہ! وہ دالان تھا جو خوش نظر
اسی کی اک یہ شکستہ ہے رہ گئی دیوار
یہیں تو راتوں کو چلتے تھے خوشنما فانوس
یہیں کے فرش پر میں لوٹتا تھا بچپن میں
خوشی برتی تھی دیوار! تیرے منظر سے
مری رفیق تھی اور میری ہم خیال تھی تو
مرا تھا ان دنوں سادوں میں جب درمہائی
چرا ہوا تھا میں اک گھری چار پانی پر
تو غمزہ ہی تھی اس وقت تو بھی اے دیوار

میں گرمیوں میں جہاں مخواب تھا اکثر
اسی کی اے اے اینستہ ہے رہ گئی دیوار
یہیں بلور کے روشن تھے جا بجا فانوس
کہ چاندنی میں میں کھیلتا تھا آنگن میں
کہ تھکواہ! بوجت تھی میرے گھر بھر سے
کہ رخ و عیش میں میری شریک حال تھی تو
اُداسی چہرے پر گھر بھر کے غم میں تھی چھائی
لمول وختہ دما تم زدہ پیٹے سر
اُداس مجھ کو نظر آتے تھے تیرے رخسار

جگر خراش قسانہ وہ یاد ہے اگلا
 وہ چلچلاتی جوتی دھوپ صبیحہ کی وہ سموم
 تجھے دے رہے مجھے جب گرمیوں کے دن گزار
 کہدے صبر ہے آہ وہ شہد گزشتہ اسے دیوار
 وہ کہتی کا زمانہ نہ آئے گا پھر کیسا
 نسیم دے کے ہو اچھو کہ اپنے دامن کی
 پسند آہ باتین جب کھیل کود کی باتیں
 رہا نہ آہ وہ اگلا سا خوشنما چہرہ
 ہیں تیوریاں بھی تو تاروں کی آہ ابدی سی
 برادر ویدر و خویش و اقربا و عزیز
 جب آہ ہو گئیں ان سب کی صورتیں بغیر
 رہے یہ رہا یہ کیا کم تر و وساداری
 اگرچہ مجھ کو نہ مانے نے کر دیا ہے نزار
 کہ آج بھی تو مجھے سہ پہر کو اسے غمخوار
 وہ چھوٹے چھوٹے ترے ہائے خوشنما پھر
 وہ کم سنی کی تری نگار ٹھیکریاں
 جو مجھ سے نوک کی بچپن میں لیتی تھیں اکثر
 ہے آفرین تری بہت کو لیکن اسے دیوار
 ملول ہو گئیں دافسر وہ و فراق نصیب

کہ گرمیوں کا زمار وہ یاد ہے اگلا
 وہ دل ملول وہ چہرہ فسر وہ و غموم
 تو ہو رہی تھی پریشان تو بھی اسے دیوار
 گزر گئے مرے طفلی کے کیا وہ نسل و نسل
 وہ دن نہ مجھ کو زمانہ دکھائیگا پھر کیسا
 وہ میٹھی میندین سہانگی کیا نہ بچپن کی
 پلٹ کے یہاں وہ آئینگی چاندنی راتیں
 اُداس اب نظر آتا ہے چاند کا چہرہ
 دکھائی دیتی ہو مجھ کو نگاہ بدلی سی
 بدل گئی مرے بچپن کی ہائے اکالک چیز
 تو کیا عجب ہو جو تیری بدل گئی تمہیں
 نہا ہے جاتی ہے بچپن کی شرط غمخواری
 بڑی نہیں ہو کر اپنے جی سے تو دیوار
 پناہ دینے کو سائے میں اپنی ہے تیار
 میں شیفہ کبھی بچپن میں آہ اکتاہٹ پر
 وہ دل میں چھیتی ہوئیں تو کہہ اٹھیں کرایاں
 نہیں ہو آئی کوئی آج لینے والا خبر
 کہ یکسی میں بھی تو آج ان کی ہر غمخواری
 پڑے ہوئے ترے سائے میں ج بھی ہو غم

بجا ہے آہ یہ میرا جب نل کیا دیوار
 گر یقین مرے دل کو آہ! کیونکر ہو
 خدا کرے مجھے اسے کاش! تو نہ بھولی ہو
 اگرچہ دور رہا تجھ سے میں فراق نصیب
 گزر گئے تری فرقت میں آہ! کتنے سال
 میں گور میں ستم اے روزگار رہا
 زمانہ یاد لڑکپن کا جب کبھی آیا
 ملے تھے مجھ کو جو طفلی کے آہ! دن دو چار
 تجھی نے مجھ کو سکھائے خرام کے انداز
 وہ چھوڑ دینا لڑکپن میں مجھ کو وایہ کلا
 وفا کے اگلے وہ بیان یاد ہیں تیرے
 پھل کے جب کسی شے پر میں روٹھ جاتا تھا
 تو تجھ سے لگ کے میں ہو جاتا کھرا دیوار
 ادا اس دیکھ کے مجھ کو گلے سے لپٹا کر
 ہمیں ہوں آہ! لڑکپن کی وہ ادا بھولا
 مرے رفیق نہ جب کھیلنے کو آتے تھے
 برتی ہوتی تھی جب گھر میں مینہ کی بوچھاڑ
 تجھے میں گیند تھادیتا مجھے تو دیتی تھی
 گزر گئی سری طفلی تو آہ! کتنی جسد

کہ تو مجھے بھی نہ بھولی ہو اسے مری غمخوار
 کہ میری یاد ابھی نقش تیرے دل پر ہو
 مجھے بھی آہ! تری آرزو نہ بھولی ہو
 اگرچہ سائے سے تیرے پچھڑ گیا میں غرت
 رہا میں وادی غربت میں آہ! کتنے سال
 ترے خیال سے غافل نہ رہا رہا
 ترا خیال دین بن کے بگسی آیا
 وہ گزرے گود میں تیری ہی آسری غمخوار
 تجھی نے مجھ کو بتائے خرام کے انداز
 تیرے ہمارے سے چلنا وہ سیکھنا میرا
 برہمہ! مجھے احسان یاد ہیں تیرے
 کسی کی گود میں جب آہ! میں نہ آتا تھا
 ملا کے تجھ سے میں روتا تھا غم وہ خسار
 لٹکا کے سینے سے آنسو تھی پونچھتی اکثر
 میں جب بڑا ہوا اور گیند کھیلنا سیکھا
 گل کے گھر سے کہیں! میں نہ جاتے تھے
 تو کھیلتا تھا میں اس وقت مجھ کو دیوار
 بلاتین دور سے ہو کر نشان دیتی تھی
 بدل گئی تری غلط نگاہ کتنی جسد

تو کاش! ویسی ہی بچپن کی ہستی تو دیوار
مگر نہ آدہ زمانہ سستہ باب کا آسمان
تو تجھ سے تکیہ رکھنے کا آسرا ہوتا
کہ کچھ دنوں کی تو دھماکا تو امری غمخوار
نہ ملکت ہی نہ اب وہ شباب کا ہی غرور
لہا کے خاک میں چھوڑے گا عالم پیری

وہ نہ ساتھ جو طفلی نے میرا اے غمخوار!
یہ میں نے دھاک بچپن نہ پھر مانتا
رونا جو کاش! تنہی سے قدم ہوتا
رُلا رہی ہے لہو جھجھکو تیری جانست زار
جگر میں زخم ہیں پہلو میں سینکڑوں لاسور
جھکا رہی ہے بڑھاپے کی کیا زین گیری

دھر کر جو دل کے میں غم نصب آکھلا
ادھر کو عوہم دل زار دیکھئے کب ہو
نخلتی ہے مرے دل سے دعا خدا حافظ
دستا کے میٹھ جو چپ چاپ چلے یا غم غیب
زبانِ حال سے پھر یوں کہا کہ لے بیٹا
کہ پاؤں قبر میں لٹکائے بیٹھی ہوں غم غیب
نصیب تھو نہ شاید ہو پھر مراد یہ ار
کہ چھوڑے جاتی ہوں میں یادگار غربت کو
زمین پہ خاک کا پتلا مرا پڑا یا فو
کہ بے بنی کہیں عبرت سے تم نہ رجوانا

تھا اتفاق کہ تیرے قریب آنکھو
نصیب پھر ترا ویدار دیکھئے کب ہو
جدا میں ہوتا ہوں تجھ سے ترا خدا حافظ
ہوا پلٹ کے جو دیوار سے جدا میں غریب
نگاہ یا اس سے پہلے مری طرف دیکھا
تمام زیت کے دن ہو چکے اجل ہے قریب
ہوں مہمان کوئی دن کی قضا ہی سر بروا
مگر نہ دل سے بھلانا مری وصیت کو
ب آہ بھجھو نہ تم اس جگہ کھڑا پاؤ
تو بچہ یہ ہو کے نہ اٹھ کے یوں گزر جانا

نہ جوں کہ بھی اُسے دیکھنا حقارت سے
کہ پات نہ نہیں محبت ہی کوئی عبرت سے

نسیم سحر

کیا بھینی بھینی آہ نسیم سحر ہے تو آرام جان ہے راحت قلب جگر ہے تو
 نور نگاہ دیدہ اہل نغمہ ہے تو سرمایہ فروغ حیات بشر ہے تو

تو وہ کہ تیرے دم سے معطر شام شبنم

کرتی ہے اک نگاہ میں سرست جام شوق

صد چاک تیرے عشق میں جیباے گل دامن کی ہر کلی میں ہر بوے دفاے گل
 تیری نسیم ہے نفس عطر سائے گل پھرتی ہے ہر روش پہ چین قضاے گل

مشاطہ عروس ہمار چین ہے تو

زینت گلون کی آنسینہ دار چین ہی تو

آتی ہے تو چین میں جو لیکر پیام صبح بھرتی ہے آب گوہر شبنم سے جام صبح
 آنے سے تیرے باغ میں کچھ خوش غرام صبح ہوتا ہے ہر روش پہ نیا اہتمام صبح

کلیان شگفتہ ہوتی ہیں غنچے چٹکتے ہیں

شاخون پہ طائران غزل خوان چپکتے ہیں

گلگشت باغ کیا جو گلستان میں تو نہو سبزی نہ ہو گاہ میں پھولوں میں بو نہو
 یہ جوش گل چین میں یہ جوش نمونہ ہو سبزیوں میں تازگی یہ لب آبجو نہ ہو

تو بھر کے اچھ سے نہ پلائے جو جام شوق

آزہ نہو گلون کا چین میں شام شوق

یون بھینی بھینی موسم گل کی ہو انہو شاخون پہ عنایب ترنم سرائے ہو

سبز ہیں یہ لہک یہ چمن کی فضا نہ ہو دانہ اُگے زمین پہ تو نشو و نما نہ ہو
 خشنم کی آرزو ترے جوش کرم سے ہے
 پہولن میں نگاہ بونفٹاک تیرے دم سے ہے
 گھوگٹ اُلٹ اُلٹ کسے نازین سے تو کرتی ہے چھڑ سلسلہ عنبرین سے تو
 ہونے کو کہنا رگل دیا سین سے تو چلتی ہے بس کے عطرین خلد برین سے تو
 یون جی جی آتی ہی مارو بھی چھاؤ نہیں
 ہندی لگا کے جیسے چلے کوئی پاؤں میں
 اک صحن باغ ہی نہیں خلوت سراتری خالی کس تجسین میں نہیں آہ باج تری
 ہر جام میں بھری ہے مے جانفزا تری ہر ساز سے نکلتی ہے دلکش ادا تری
 محفل میں آئی شمع سحر کو بجھا گئی
 سینے کی آگ، سوز جگر کو بجھا گئی
 ٹھہری نہ اک جگہ ادھر آئی ادھر گئی دقت خرم ناز عجب گل کستہ گئی
 چہرے پہ بن کے زلف معنبر کچھ گئی چڑھتے ہی دن کے صاف گھٹایا اتر گئی
 سو بج بڑھا فلک پہ ادھر اور صبا نہ تھی
 جھونکے وہ سرد سرد وہ ٹھنڈی ہوا نہ تھی
 اے نازش بہار چمن، اے نسیم ناز تو مایہ بقا ہے تری عمر ہو دراز
 دلکش ہر اک صحن میں ہی تیری صدا ساز ہر رنگ میں ہی یون تو ادا تیری جان تو ادا
 گرمی میں جس کا ترے نقشا ہی اور ہے
 ٹھنڈا جگر ہو جس سے وہ جھونکا ہی اور ہے

بادۂ حرمت

آندھی پھول والی

اس آندھی پہولوں والی کا سودا خرمیہ لو
 پہر کس طرح نہوں یہ گل تر فطر فریب
 یہ ننھے ننھے لال اسی نازنین کے ہیں
 رنگین ادا ہیں۔ بوسے و فانا گلشن ہے
 آسے ہیں من کے گوڑے اٹھکرا بھی بھی
 ان پر نثار قطرہ شبنم تھے ہو رہے
 پہولوں کی انجن سے اٹھا لائی ہوں ابھی
 مان کی دعا تھی جنش باد صبا نہ تھی
 کچھ مان کی ماستا کے ہیں کچھ پیا رکے نشان
 قطرے مگر شبنم باغ بہان کے ہیں
 ان بوندیوں میں شعلہ الفت ہے جلوہ ریز
 کھٹکا لگا ہوا ہے۔ یہ ہر دم غریب کو
 ہیں نازنین انہیں نہ کسی کی نظر لگے
 آنسو بھی بہا کے یہ کھتی خوشی سے ہیں

گو کو جلوہ میرے گل رعنا خرمیہ لو
 سفتی ہوں اس زمین کا منظر نظر فریب
 بچے یہ پھول بھی تو اسی سر زمین کے ہیں
 یہ گل وہ گل ہیں۔ انکی ادا ان گلشن ہے
 بازار جن میں یہ گل ترا بھی ا بھی ہو
 یہ شبنم نیندیں گو دہیں تھے مان کے سو رہے
 سوتا ہوا چمن سے اٹھا لائی ہوں ابھی
 تو رہی تھی خواب ناز کی سوج ہوا نہ تھی
 دلکش ہیں انکے پہول سے رنار کے نشان
 آنسو ڈھنگ رہے جو یہ تیرے پدا کھتے ہیں
 ان آنسوؤں میں رنگ محبت ہے جلوہ ریز
 بچو کا غم خوشی میں بھی ہر غم نصیب کو
 یار یکس ہیں انہیں نہ کسی کی نظر لگے
 ارمان نکالتی کبھی خوش ہو کے جی کے ہے

آغوش نازنین سے میرے سوکرائے ہیں یہ
 ہو کر بڑے اٹھے یہ حین کس غضب کے ہیں
 روتی گئے گھا کے بے بے اختیار مان
 شبنم کی بوندیاں ہیں کہ آنسو یہ مان کہیں
 قصور خانہ ہے نہیں لوگو! فضا سے دہر
 تار یک ہے یہ نرم تماشا مرے لئے
 آنکھوں بغیر ہیں مظاہر جہاں کی سچ
 دنیا کی صورتوں کی دیکھا ترستی ہوں
 گویا قریب ساحل خلعت کھڑی ہوں میں
 بسائے ہیں خوب رشت گزرتے قریب سے
 خلینگی انہیں ایسی بھی دو چار صورتیں
 صورت پر جنکی خلق خدا ہے مٹی ہوئی
 وہ کیسے ہوتے ہوگی ترستی ہوں میں غریب
 میرا بجز صداؤں کے ہمارا کون ہے
 ہو کر چلوں میرے گل رعنا تحرید لو
 کہتے ہیں کیا غریب یہ انکی تھکان ستم

شبنم سے ہاتھ منہ بھی دھو کر اٹھے ہیں یہ
 جھڑتے ہیں پہل خند حین کس غضب کے ہیں
 کہتی ہے اپنے قطرہ شبنم نشا رمان
 سر پر شہہ و غاہیں یہ قطرے کہاں کے ہیں
 اور میں غریب آندھی ہوں نا آشنا سے دہر
 ظلمت کہہ ہے محفل دنیا میرے لئے
 میرے لئے ہیں آہ! مناظر یہاں کی سچ
 اُجڑی ہوئی صداؤں کی منزل میں بستی ہوں
 محو تلاش جلوہ صورت کھڑی ہوں میں
 پہنان گریں دیدہ حسرت نصیب سے
 صبر آما۔ حسین طرہ دار۔ صورتیں۔
 ناز و ادھر جنکے تضا ہے مٹی ہوئی
 دیکھوں نظر اُٹھا کے ہیں ایسے کہاں نصیب
 ظلمت کہہ ہیں مٹیں وہ سنا نہ کون ہے
 اس آندھی پہلوں والی کا سودا تحرید لو
 فریاد کو انہیں بھی ملی ہے زبان سنو



درجہ کے رہ نہ جائیں کہیں ہے یہ غم ہیں
 پروردہ ہمارے ہیں نگرے ہیں نور کے

اس آندھی پہلوں والی کا دم ہے تم ہیں
 نازک ہیں۔ دہان پان ہیں بچے ہیں نور کے

ڈرتے ہیں اس درخیزہ ظلمتِ فحش سے ہم
 آزاد اس کی تیدِ تم سے کرے کوئی
 شور بکائے پیہم و آہِ حنین سے ہم
 دامنِ شوق میں ہیں یارب بھرے کوئی
 آنکھیں اس اندھی لڑکی کی بے نور آہیں
 جو ہم کو دیکھیں جنگلوں دکھائیں بہا بہم
 اس اندھی پہلوں والی کا سودا خرید لو
 لوگو چلو! میرے گلِ رعنا خرید لو

دعاے سرور

وہ روشنی عطا کر عمرِ رواں کو یارب!
 میرے شیم سے ہونے لگے نیکو یارب
 چمکوں میں شمعِ نیکو اس تیرے انجمن میں
 تمکون میں پہلِ نیکو اس وادیِ گن میں

یارب بنا دے میری ہستی بے بقا کو
 وہ فنون و کُش دے لکھن جانفزا کو
 اک گیتِ پیارا پیارا کنِ نغمہ دل آرا
 ہوں اہلِ انجمن کے جیسے کایں سہارا

ہاں میری زندگی کو ایسا عصا بنا دے
 اور لازوال و دولت وہ مجھ کو کبریا دے
 ہو جس سے دستگیری ایک ایک تُو ان کی
 حاجت برآئے جس سے ہزار و خشتہ جاں

اس زمیت کو بنا دے یارب جامِ زمین
 دنیا کی کاہشوں سے ہرگز نہوں میں غلین
 ہو جلوہ ریز جس میں تیرے شرابِ حدت
 لب پر ہو جوشِ سستی میں نغمہِ مسرت

قیہستی

تجھ سے ہم ہیکل نہ خستہ جسے تو بیکل نہ وار
 ہائے اوہ راتیں کہ تھے اس قیدِ غم و غمگوار
 یوں نہ راتوں کو اڑا کرتے تھے اہو کئے شرار
 یوں نہ تھے کج نفس دین و دہل سے بھرار
 و جلہ زیر اشک گلگون دیدہ خرمنا بہ بار
 نکلا پڑتا تھا نہ یوں پہلو سے دل بے اشتیا
 پرزے پرزے تھے اہو کئے گریبا قنار
 یوں نہ تھے ہم حسرت مردہ کے غم میں سو گوار
 یوں نہ تھے محنت کش قید حیات مستعار
 وانہ رہتے تھے نفس میں دیدہ اختر شمار
 وہ فضا سے جوش و گل اوہ طفلِ ایام بہار
 اوہ بے اوہ وہ گھٹائیں مہما ناسنہ فلان
 وہ ہو اے سرو جہت تھے وہ نیم خوشگوار
 شبنم ترکے وہ تھے خیمہ قطروں کی پہوار
 پر فضا وہ داویان پتہ ہوئے وہ آبشار
 آہ اوہ قمری کی کوہ اور وہ گلابا نگ ہزار
 مل کے کا ناسب کا ہم آہنگیوں سے وہ ہزار

وہ زمانہ بھی تھا کیا اسے تھی ناپائیدار
 اے اوہ دنِ غم میں تھی بکھو آزادی نصیب
 کونستے تھے یوں نہ انگاروں پہ اے سوزِ جگر
 یوں نہ تھے نالے کنا رشب میں سرگرم پیش
 یوں فراق شاہد گل میں نہ تھے اے پھیر
 یوں کلیجہ بندہ کو آتا تھا نہ ہنگامِ فغان
 یوں نہ تھا کج نفس میں آہ اے جوشِ جنون
 یوں نہ تھا دل میں مزار آرزو کے سیکہ سی
 غم نہ زنجیرِ علق کی گرانباری کا تھا
 ہوئے تھے خوابِ راحت کے نشیں میں مرزا
 بھینی بھینی ریح پرور وہ نیم صبح و دم
 ٹھنڈی ٹھنڈی دہپہ ویریں ہلکی ہلکی وہ چہرہ
 چھاؤں وہ مارو کی گم وہ سحر کی روشنی
 وہ لہکناسرہ خوابیدہ کا وقتِ سحر
 دلربا پانی کی سرجوں کا وہ اندازِ حسد
 وہ چین میں طائرانِ خوشنوا کے زمزمے
 وہ عروجِ شوکت پر دوازہ گلگشتِ بلخ

وہ چکن اناڑ سے شاخون کا ہنگام سحر
 خوشنما پہر لو کا وہ تختہ وہ باد عطر بیز
 کالی کالی وہ لب جو آہ استوالی گشتا
 اب کہاں وہ شاخ گل محبت مرغا قدس
 جلوہ گل اب کہاں گلبانگ لبیل اب کہاں
 اب کہاں پچیلے پہر کی ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی
 مار رہا قید سچی کی کشاکش نے ہمیں
 تیری حسرت کش کوئی دن اور ہیں خواب ابل
 دل میں کیا رکھا ہے اب اے دست بید انگ
 تیری منت کش ہوں کیا اے شوخی برق ستم
 ہم قفس میں مدون بے بال و پر تڑپا کئے
 آئے فضا سے باغ ہستی دیکھ لی تیری بہار

حسرت دیدار

ہوشان کجکلا ہی۔ وہ فخر آبداری
 ہوتا زیا آف اوہ دیرینہ غمگباری
 وہ طرہ زرافشان۔ وہ تاج شہرہ یاری
 وہ تیری جان نوازی۔ وہ میری جانکاری
 قصہ کہانیاں ہیں۔ باتیں وہ اب کہاں ہیں
 لئے حسن و عشق تیری گھاتی میں اب کہاں ہیں
 بے نام و بے نشان ہوں بے تاج و بے گین پہن
 پامال ہو چکا جو۔ وہ نقش و نشین ہوں

اک تنگ و تاجر جیسے میں آہ! کیمن ہوں فریاد آتشیں ہوں و در دل حزین ہوں

پتلا ہوں آہ! اب میں سوز غم نہان کا
رگ رگ میں شعل ہے شعلہ میرے فغان کا

رحمت طلب ہو مجھے اب آہ! عمر فانی یہاں ہر کوئی دم کی زندان میں زندگانی
میں غم نصیب پائی کس سے کہوں کہانی اک تیری آرزو ہے۔ اک حسرت جوانی

لیکن محال ہیں یہ دونوں خیال میرے
اور مان بھی مریشکے بعد وصال میرے

بیٹوں کا کشت و خون اور دنیا کی یوفانی اور نگہ زیب کی وہ اے وائے کج ادائی
مستاز آہ! افسر تر انہم جدائی افتاد اک جہان کی اس عمر میں اٹھائی

نیزنگی جہان کے نقشے ہزار دیکھے
پہلو میں بیکسی کے لاکھوں مزار دیکھے

میں کب سے منتظر ہوں۔ اے مرگ! کہاں نکلتا ہوں راہ تیری کہیں میں نیجان آ
رتے میں آہ! غلام! تو رہی کہاں آ پتلا ہوں بیکسی کا میں زیر آسمان آ

وہ مدد تقا نہیں ہواے چاندنی کھسک جا
اے جان زارِ رحمت کو آہ تا فلک جا

اے تاج! اللہ تو ہے غلہ برین زمین پر جلوہ فروش ہے یا حور عین زمین پر
اک نقشِ حق پر یا کرسی نشین زمین پر جلوہ فروش ہے یا اک مہربین زمین پر

یا سارِ حسن کا ہے تو منجھ سدا ترانہ
فردوسِ ناز کا ہے یا تو بکھا رخسانہ

دکھائیں ہیں ہوشوں سے نقش و نگار تیرے وہ دلربا مناظر ہیں یادگار تیرے
شمس و قمر ہیں دونوں آئینہ دار تیرے آنکھوں میں پھر ہے ہیں لیل و نهار تیرے

وہ رشک جو جب تہی محو خرام شب کو
اور دوش ناز پر تہا گیسو کا دام شب کو

جہان کی آفتاب وہ موجوں کا دلفریب منظر جھونکے ہوا کے بھیجنے دو روح پرور
وہ چاندنی کا آئینہ پھیلا ہوا زمین پر فواروں کا اچھلنا پہولوں کی گہمت پر

اک چاند کا کھڑنا۔ ایک چاند کا سنورنا

ہنسکر شہید مجھ کو تیغِ اداسے کرنا

وقت خرام دل پر تیرے وہ ترک تازی کچھ ناز۔ کچھ کرشمہ۔ کچھ شان بے نیازی
وہ شوقی تبسم۔ اور وہ فنون طرازی ہونٹوں میں جان فوازی۔ آنکھوں میں بھرا

بہار ہے چھوڑ کرنا۔ پہولوں سے مسکرانا

شہ پناہ پھولوں سے۔ وہ میرا دل اٹھانا

میسوس اپنی کر دے رفتار عمر رفتہ اس نازنین کو کروں پھر پیا عمر رفتہ

پھر حسن و عشق کا ہو اظہار عمر رفتہ شوق و حجاب کی پھر تکرار عمر رفتہ

کیا بازگشت تیرے مکن نہیں جوانی

تو مجھ کو کس پہ چھوڑے جاتی ہو عمر فانی

پہلوں میں میرے آجاے جان جان کہاں تک نکلتا ہوں راہ تیری۔ آنکھوں میں میری لگا ہوں

کس خواب تائیں ہو آنکھوں سے کیوں کہاں ہے تار ایک تیرے غم میں نظر نہیں ایک جہاں ہے

افسوس مرتے دم تو ارمانِ نظر کا بچلے

سینہ پہ ہاتھ رکھ دے۔ کانٹا جگر کا نکلے

اے کاش! تجھے ہنسکر میں ہم کلام ہوتا روضہ میں ساتھ تیرے محو خسرام ہوتا

ہوتا کنا رجنہا! اور وقت شام ہوتا اور چاند آسماں پر بالائے بام ہوتا

تو مجھ کو پیار کرتی۔ میں تجھ کو پیار کرتا

قدموں پہ جان شیریں۔ تیری نثار کرتا

آ! دو گھڑی کو آ جا ہوں دو گھڑی کا نہان پھر لٹکے کر لین ہم تو عیش و طرب کے سامان

ہر چند بے بقا ہے لطف نشاط دوران دنیا کی دو گھڑی بھی مغنم ہیں خوشیاں

آ چاندنی میں دلکش ہو کیا بہار جمنہ

جام وصال پی لین بھر کر کنا رجنہ

اے کاش! تیری الفت لہجہ کر دیکھاتا چھلنی ہے سو جگہ تجھ کو ملکہ دکھاتا

عالم جو یاس کا ہے پیش نظر دکھاتا نیرنگ آسماں بیدار گر دکھاتا

جنت میں روح تیری ہے آہ! کیا کہو نہیں

تو خواب ناریں ہی۔ قید جفا میں ہوں نہیں

گنبد مزار کا ہر تیرے جو یہ سن بر! حوریں جڑ لہ رہی ہیں پھولوں کی جڑ چڑ

اے سرو باغ خوبی۔ اے غیرت گل تر تجھ کو پکارتا ہوں میں تیرا نام لیکر

گناہوں میں باز گشت اک آواز آرہی ہے

تیرا پیام الفت مجھ کو سنارہی ہے

بے منتظر بیان یہ جان نزار تیری آنکھوں میں بس رہی جو اے گل بہار تیری

میں راہ دیکھتا ہوں لیل و نہار تیری دل پر ابھی محبت ہو یا دگا ر تیری

آنہیں ہیں تیری اسے جاننا تو بہان ہے

تیری ہی پاس میرا جسم اور میری جان ہے

مگر جہاں ہی جو یہ گل تیرے مزار پر ہیں سوز و رونا کا ہم جہم جان و دل جگر میں

بو نہیں ہے وفا کی یہ تیرے چارہ گریں روح مشام جان میں داس کش نظر میں

یہ ان گلوں کی نازک نازک چونکھٹاؤں ہیں

ہندی بھرے یہ تیرے گویا ہتلیان ہیں

ہوتی ہو آہ! قالب سے جان زار رخصت پہلو سے صبر رخصت دل سے قزار رخصت

اے آہ! ہاے فغان! آہ شہائے تار رخصت دنیا سے ہو رہا ہوں بیگانہ وار رخصت

آہ! میری جان تجھ کو جی بھر کے پیار کر لوں

آہ! کیا تجھ کو پھر چمکنا کر لوں

میں آہ! لوٹتا ہوں سوز غم نہان سے شعلے نکل رہے ہیں ملک ایک آخراج سے

جان قند گھول دے پھر عمل شکر فشان ارشاد مسکرا کر ہو مجھ کو کچھ زبان سے

کیا روکھ لے تو پھر پیار کی نظر سے

تیرا نگاہ گدے دل چیر کر جگر سے

روح نہ پہچانے تیرے کرین گزارا ہے شفاف چاند کی چادر چڑھا رہا ہے

کھڑے کا تیرے مجھ کو جلوہ دکھا رہا ہے جہنا کی دلفریبی کیا کیا بڑھا رہا ہے

ہر دل کے آئینہ میں عکس جمال تیرا

قیاب کو رہا ہے شوق وصال تیرا

جھڑج آہ! تیرے سنسان مقبرے پر دہندہ کی اسی شمع روشن ہو ایک کے گل تہ

پڑتا ہے سنگ مرمر پر جس کا مکس باہر خون روئیو اسے میرے یوں نہیں یہ دیدہ تر
 ہیں آہ اس آہ اسی پر ٹنگی لگائے
 تیرے لمحہ کو بن کر چادر چھپائے
 نیر زمین جو جھک کر پہنان کئے ہوئے ہے جو تیرے غم میں جھک کر مالان کئے ہوئے ہے
 ہستی کا چاک میرے دامن کئے ہوئے ہے رختِ سفر کا میرے سامان کئے ہوئے ہے
 چھائی ہوئی ہے دل پر تیرا خیال بن کر
 اندوہ پاس بن کر - رخِ دلال بن کر
 فرقت نصیب ہوئی ہیں اے بکاشی تیرا بند غمِ دالم سے آکر مجھے چھوڑ آئے
 میں مر رہا ہوں مجھ کو تجھ سے اجل ملائے نظروں سے چھپنے والے جلوہ تر دکھائے
 دنیا میں غیر ممکن ہے اب وصال تیرا
 خلد بریں میں دیکھوں مر کر جمال تیرا
 اشجارِ جھومتے ہوں شاخیں لچک رہی ہوں خوشبو پھینکی پھینکی - کلیان جھک رہی ہوں
 شبنم کی تھی تھی بو ندین ٹپک رہی ہوں سبزے پہ موتیوں کا پانی چہرہ لک رہی ہوں
 مصروف آہ ہم تم گلشتِ باغ میں ہوں
 دہن میں پھول چیتے کنجِ فراق میں ہوں
 سرشارِ عشق ہوں میں تو مست بامِ الفت دیتی ہوں ٹیکے نظریں نل کا پیام الفت
 ہو آہ! لطفِ صحبت شربِ مدام الفت دل ہو میرے گیسو گیسو ہو دمام الفت
 غماز و دوسرا ہو کوئی نہ انجمن میں
 محوِ غم ہم تم دونوں ہوں اکی چن میں

بد نصیب بنگال

آہ! اے کزن کی پامسی کی حید بھراہ
 آہ! اے خونیں جگر خونیں کھن خونیں مزار
 آہ! اے برگشتہ ایام و پریشان روزگار
 آہ! اے خونناباں بہ زیر گریہ بے اختیار
 آہ! اے جرم کش نہر آب ستیغ روزگار
 آہ! اے حید زیوں شوریدہ حال و بھراہ
 کیا ہوئے وہ تیرے عظمت کیا ہو اتیر وقار
 ہو گیا حکام کی نظر میں تو بے اعتبار
 اشک حسرت بکے بکے تیرے در شاہوار
 اب وہ دن ہیں راتیں ہیں دور روزگار
 اب وہ تیری شہستان ہے نہ وہیل و ہنار
 شام ماتم سے مہل ہے جہری صبح بہار
 خون رلاتی ہو نگاہ شوق کو سیرجی بہار
 اب وہ قمری می کو کوہیہ نگاہنگ ہزار
 ہیں جن میں کچھ خاص غاشاک عبرت یادگار
 کس نے ہے ہر لوٹ ملی تیرے گلت مٹی جہار
 ہو گیا تو کس حکار نکلن کے ناوک کا حکار

آہ! اے بنگال! آلام و مصائب کے شکار
 آہ! اے خنجر ہاؤک خوردہ دست اجل
 آہ! اے محنت کش حیران نصیب و درمند
 آہ! اے جگر فروز آتش سوز و درون
 آہ! اے لذت چش فوق نے حب وطن
 آہ! اے آماجگاہ ناوک جو رفلک
 آہ! اے بنگال! اے ذلت نصیب تبدیل
 اگل گئیں تیری و فائیں ناک میں بسا بسا
 آہ! اے گیارہ فرق سعادت تیرے تاج شرف
 اب نہ وہ تو جو تیری سر زمین میں ہے
 اب نہ مائی ہو نہ سطرنگ نہ مینا ہے نہ سے
 آہ! اب ہی آہ! اب تیرے یہ غلے میں خاک
 تیرے پہلو میں ہے عالم زخم و امن دار کا
 اب کہاں وہ تیرے مرغان چین کے زمیں
 اب نہ وہ پہو لون کا تختہ ہے نہ کچ خوشنما
 چھا گئی ہے کون تیرے پہو لون پر خزان قوت
 مل کو بہر تاناہو گذر جگر سے کس کا تیر؟

رخ بیل کی طرح جو جہ زمین پر بے قرار
چلے یا بھگو تپتا چھوڑ کے بیٹھا نہ وار
تیرا سوچ آگے پایا تھا نہ نصف النہار
تیرے ارمانوں کا کس نے آہ کر ڈالا فشار
جان فروشی نیریشو بھان بنائی تہا شعا
یہ کہنے ہوتا ہے تیرا حشر کیا انجرام کوار
تو ہوا اندھ بھٹا نہ کس کی جفا و نکلا شکار
کچھ سکون تھا جس ستیرے دیکر کچھ مہر قرار
ہو گئی خاموش وہ بھی گونج کہ بیان کار

س کی تین تار نے دل پر تیرے چرکے دیئے
لڑکے دو ٹکڑے بچے کے تیرے یہ آہ بکون
لیون ابھی سے چھا گئی تاریکی شہنائے غم
یوں بچاڑوں پر بچا پائیں کھار ہوا ہے تو
پھر گئی کرزن کی تجھے آہ کیوں چشم کرم
نہاں گردنیں یہ ہوتی رہ سناٹے کے لئے
لرزن پیدا ہو رہا دل پر لیش حکام قوت
سب پر تھی خواہ آہ آہ اہلکار ماتم کی صدا
شاق گذری دل پر یہی نکتہ جیتوں کے تیر

رہم کے قابل بول افسوس تیرے حال اور
صبر کو آخر ہے مثلاً برون بھی پروردگار
میٹ دے سوا تھک آہ اور درد و زکار

بوتہ ہای پر تباہی اور تم پر این ستم
بسطراب بل سے ہو بس اپنا سرگرم فروش
بزی شہرت کے نشان بنگال بہت بایگ کیا

مرفان قفس (تضمین)

قفس میں کیسے ترپتے ہیں آہ نرغذانی
تو دیکھ کہ تو یہ بام حسم چھو جیسہ دانی

تو جھپ پیتے تو تو جانے مرغ بستانانی
نیش فرا ہے قیامت کا درد پنهانی

تیرا دل مرفان رشتہ ہے پار

خدا کسی کو نہ دے صبر تیرے پر افغانانی

سیر و ام نہ ہو کوئی مرغ بستانانی

سمجھتا ہے مرے نالوں کو زمر زمر خوانی تو اسے کبوترے بام حرم چہ میدانی
 تمیدن دل مرغان رشتہ برپا را
 ہنسی نہ مجھ سے کراؤ محو زمر زمر خوانی ہو کنگرے پہ مبارک تجھے خوش الحانی
 خدا وہ دن نہ دکھائے کہ تو ہونڈ دانی تو اسے کبوترے بام حرم چہ میدانی
 تمیدن دل مرغان رشتہ برپا را

جذبہ الفت

عشق

میں بزم دہریں ہوں وہ تیرے طر عشق
 اُسو اچن میں شاہد گل پہ نہ عندلیب
 تیرا حریف ہر دم میں پروان میں بھی ہوں
 مجبور ہوں کہ مانع سجدہ ہر رعب حسن
 وہ داغ جو نکو شعلہ برق فنا ہوں میں
 پروان ازل ہوں میں اسے سمع انجن
 پہلو سے میرے چاند ہے نکلا شب فراق
 ہر آئینہ میں عکس ہو اُس کے جمال کا
 پردے میں کوئی پردہ نشین ہو حجاب پوش
 سنتا ہوں۔ بام یار کا پایہ بلند ہے
 مگر بے دل و جگر کے ہیں آئینہ ساز عشق
 اے تنگ حوصلہ نہ کرا فشاں را عشق
 آیا ازل سے لیکے ہوں سوز و گداز عشق
 ہوں تیرے در پہ ورنہ سرا پا ساز عشق
 وہ اشک خون ہوں میں کہ ہوں طوق طراز عشق
 مجھے نہ پوچھ تھمہ سوز و گداز عشق
 پھر اے دل سے داغ تب جا لگا از عشق
 دل نظر ہے شہر مگر ایتیا از عشق
 محفل میں چھڑ آدہ مستقیم نہ ساز عشق
 گرد و ناپہ پھینکتا ہوں۔ کند دراز عشق

میرے جگر پہ مرہم کا فور تو نہ رکھ
میں بھی پیش فروش ہوں پروانہ بزم میں
بندہ بنا تیوں کا نہ مجھ کو نہ میرے کریم
وہ پائے شوق دے کہ جو ہوں تیری راقی
تو اور محسوسِ تحیرِ فنا درینغ !
پیتا بھی میرے خاک کا جب یہ نیاز تھا
اے شمع ! بقیار ہو تو اور میں جلوں
میں گردِ باد کوئی ملاست ہوں خضر راہ !
ہستی ہے میری صورت آئینہ خیال

وہ روشناس سوزِ محبت ہوں میں سرور
پہلو میں داغِ عشق ہوں دل میں گدازِ عشق

دل ببقرار سو جا

کسی است خواب کا ہے بحثِ انتظار سو جا
یہ نیم ٹھنڈی ٹھنڈی۔ یہ ہوا کے سرد جھونکے
یہ تیری صدائے نالہ مجھے مہم نہ کر دے
ابھی وہاں یاں ہو تو نہیں عاشقی کے قابل
مجھے خون نہ لار لاری۔ ترا و مہم تر دینا
نہ تر دینا میں یہ ظالم تجھے گودیں اٹھا لوں

کہ گد رگئی شب آہی۔ دل ببقرار سو جا
تجھے دیر ہی پہا لوری۔ میرے ٹکسا سو جا
میرے پردہ دار سو جا۔ میرے باز دار سو جا
تیرے پیش کاہ شہوہ۔ نکر اختیار سو جا
تیرے غم میں آہ باک ہے ہوں اشکبار سو جا
تجھے سے نکالوں تجھے کروں پہا لوری سو جا

تجھے جبر کا ہو تصور نہ سے مست جامِ لغت
 انہیں انکھڑوں کے حد سے پسیرا وہ خواہ
 تجھے پہلا سابقہ ہے شبِ غم بڑی بلا ہے
 کہیں مرے نہ ظالمِ دِل بیقرار سے جا

مان کی ٹوری

نہ وہ گرلِ غمِ سب نہ وہ کرنیں ہیں نہ مری
 نہ خنق کی ہو نہ مری نہ وہ گہری گہری گہری
 سب بامِ چاندنی کی ہے عجب بہار و گلش
 جو ہوا جو پھٹی پھٹی ہے تو سیم شندھی شندھی
 اہلِ شام چھپے گئے اور نکل آئے پانڈ تار سے
 یہ عجب سکوتِ افرا شبِ ماہ کا بھی نظر
 یہ سان ہو پیا پیا را کہ ظلم سحر و فسون
 نہ وہ دیکھتے تھریوں کے نہ صد ہو بلبلوں کی
 نہ سرو و جوان ہیں چڑیاں نہ غزل گہر تو
 کہ پرند گلا کے لئے سوئے آشیانِ سدا رہے
 کبھی نہ بہا کے ہیں کبھی ہیں تہائی گزیاں
 کبھی جھڑ ہے ہیں پتے کبھی ہوتاں کا موسم
 کبھی خاکِ نہ رہی ہے کبھی گرسنگی رست ہے
 کبھی ل ہیں بادلوں کے کبھی مینے کی ہیں جھڑیاں
 ہے عجب بہارِ قدر نہ کہیں نہ تائے تھار سے
 نہ کہے جوڑے ہیں نہیں خالی انکی بستی
 ہیں کہیں پیا شائیں کہیں اندر دشتِ صحرا
 کہیں آگے ہو سبز و کہیں ہو کھٹا بستی
 کہیں غمِ غم پوئے کہیں پوئے پیا پیا رہے
 ابھی ختم ہو رہی تھی ابھی تھی نفی یہ سُرخ
 ابھی خوں ہوا رہی تھی ابھی پڑ رہی تھیں کرنیں
 ابھی ڈول رہا تھا سایہ ابھی آسمان تھا نیلا
 ابھی چھپ رہا تھا سورج ابھی چاندنی چھوٹتی

ابھی آگ لگ تھا گولہ ابھی آگ کے شہر سے
 ہوئی کم وہ کہی ہوئی جو تھی نہیں بھنسا ہٹ نہ راہ غل غبار وہ کہی ہر طرف خموشی
 نہ لو اکی اب صد ہی نہ وہ فاختہ کی کو کو نہ وہ تیز جھونکے نہ ہو اکی سنسا ہٹ
 کہ ہے مو خواب بھڑک بھڑک کنسا رہے
 نہیں محبت یہ بھی میرے لال راہ تو سوا کہ ہوا ت ہر کی مہمان یہ ہوا بزم قدرت
 نہ یہ آسمان رہیگا نہ یہ انجمن ریگی کبھی تاراؤ کی ہر حسرت کبھی چاند کی تنہا
 یہ بتا رہے ہیں جھک تیرے آنکھوں کے اناج
 میں تھپک تھپک کے کپتھے دیر تیری کبھی چوٹی ہوں باہل کبھی لپی ہوں بائیں
 مری چھاتی سے پٹ جا نہ ہو تیرا تنہا میری آنکھ ہے جھپکتی کہ گذر گئی شب ابھی
 تیرے صد تے جاؤں سوجا میری آنکھ لڑکتے تار

پد منی

عند یسوں کو ملی آہ دہکا کی تسلیم اور ہر دافون کو دیا سوز و فنا کی تعلیم
 جب ہرک چیز کو قدرت نے عطا کی تعلیم آئی حصے میں تیرے ذوق فنا کی تعلیم
 فرم دناؤں کے تجھے اعضا دے چلنے کیلئے
 دل دیا آگ کے خملوں پہ پھلنے کے لئے
 رنگ تصویر کے پردہ میں جو چمکا تیرا خود بخود بوٹ گیا جلوہ رعنا تیرا
 ڈال کر کالبہ نوز میں چلا تیرا یہ قدرت نے بنایا جو سراپا تیرا
 بھر دیا کوٹ کے سوز غم شوہر زمین

رکھ دیا چیر کے اک شعلہ مضطرب میں
 تو وہ تھی شمع کہ پروانہ بنسایا تجھ کو
 تو وہ بے بسی تھی کہ دیوانہ بنسایا تجھ کو
 روتی خلوت شاہانہ بنسایا تجھ کو
 نازش بستی مردانہ بنسایا تجھ کو

ناز آیا تیرے حصے میں۔ آدا بھی آئی

جان فروشی بھی محبت بھی۔ وفا بھی آئی

آئی دنیاس میں جو توں میں لیتا بنکر
 چمن و بہر میں پھولی گل رعنا بنکر
 یہی مانساپ کی آنکھ بنکا جو تارہ انکر
 دل شوہر میں رہی نال ہویدا ہو کر

حسنِ خدمت سے شگفتہ دل شوہر رکھا

کہ قدمِ جادوہ طاعت سے نہ باہر رکھا

تیری فطرت میں مروت بھی تھی غمخواری بھی
 تیری صورت میں ادب بھی تھی طرہ داری بھی
 جلوہ حسن میں شامل تھی نکو کاری بھی
 جو رو آیا تیرے حصے میں تو خود داری بھی

آگ پر نہ تجھے آہ! مچلتے دیکھا

تپشِ حسن کو پہلو میں نہ بدلتے دیکھا

تو وہ عصمت کی تھی آوا۔ آئینہ سیما تصویر
 حسنِ سیرت سے تھی تیری منجلا تصویر
 لاکھ تصویروں سے تھی اک تیری زیبا تصویر
 تجھ کو قدرت نے بنایا تہا سراپا تصویر

نور ہی نور تیرے جلوہ منور میں تھا

انجم ناز کا جھرمٹ رخ پر نور میں تھا

لب میں اجواز چیا چشمِ فسون ساز میں تھی
 کہ قیامت کی ادائیرے ہر انداز میں تھی
 شکل پہر تہا تیرے دیدہ نماز میں تھی
 برق بیتاب تیرے جلوہ گہ نماز میں تھی

یہ وہ بجلی تھی قیامت کی تڑپ تھی جہیں

شعلہ نار عقیقت کی تڑپ تھی جس میں

یہ وہ بجلی تھی جو تیغ شر را نشان ہو کر کوند آبی قلعہ چوڑ میں جولاں ہو کر

یہ وہ بجلی تھی جو سوز غم حیران ہو کر خاک سے لوٹ گئی تیرے پشیمان ہو کر

یہ وہ بجلی تھی۔ تجھے جس کے اثر نے پہونکا

رفقہ رقتہ پیش سوز جگر نے یہ ہو بکا

آہ! وہ غشودہ انداز واد اکی دیوی! آہ! او ہنہ کے نامہ رس زفا کی دیوی!

آہ! وہ پروتو انوار کی دیوی! اور زیارت گدہ شرم و میا کی دیوی!

تیری تقدیس کا قائل ہے زمانہ اب تک

تیری عفت کا زبان پر ہر نسانہ اب تک

آفرین ہے تیرے جانبازی و ہمت کیلئے آفرین تیری عفت تیری عصمت کیلئے

کیا مٹا سیکے گا زمانہ تیری شہرت کے لئے کپڑی آتی ہے۔ اک خلق زیارت کے لئے

نقش اب تک تیری عفت کا ہے بیٹھا دلین

تو وہ دیوی ہے تیرا نگہ ہے سیلا دلین

آجا

(تضمین بر غزل بیان)

دل بیتاب کو سینے سے نکالے آجا کہ بے خلتا نہیں کمبخت بے خالے آجا

پاؤں میں طوٹل شب غم نے نکالے آجا خوب میں زلف کو کھڑے سے نکالے آجا

بے نقاب آج تو اسے گیسوؤں والے آجا

صورت سایہ ہوں افتادہ اٹھالے آجا
ایریان خستہ ہیں اور زخم ملیں لے آجا
تھا یہ جو میں زبانیں ہیں نکالے آجا
بیکسی پر میری خون روتے ہیں پتھا آجا
راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آجا

نہیں خورشید کو تھاتیرے سایہ کا پتہ
کہ بنا نواز دل سے ہے سراپا تیرا
اشد اندھ تیرے چاند سے کھڑے کی ضیا
کون ہے ماحرب کون ہے محبوب خلد
اے دو عالم کے حینوں سے نالے آجا

اے میسا تیرے بیماروں میں کیا رکھا ہے
رخت ہستی تیرے کوچے سے اٹھا رکھا ہے
تیری فرقت میں وصال اٹھا ہوا رکھا ہے
دم تیرے دید کو آنکھوں میں لگا رکھا ہے
لے رہی ہیں تیرے بیمار سنبھالے آجا

دل ہی دل میں میرے ارمان کھلے جلتے ہیں
خاک پر گر کے دوا خشک رُلے جلتے ہیں
تیری رسوائی پہ کجخت کھلے جاتے ہیں
ہوں سیہ کار میرے سب کھلے جاتے ہیں
کلی والے مجھے کلی میں چھپائے آجا

اے واد اندگی و وسعت و امان صراط
المدد المدد اے خضر بیا بان صراط
ہر قدم پر نگہ یاس ہی بازاران صراط
دیکھتے ہیں تجھے پھر پھر کے ضعیفان صراط
ڈنگا تے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

کان میں کچھ جو او بہر بند نہ نکلتے کھا
مرحبا بڑے کے اوہر شاہد و حد تک کھا
آبلاتیں تیری لون جوش کب تک کھا
پہنچا محبوب تو مشاطہ قدرت نے کھا
فلوت را ز میں ہونے تاز کے پالے آجا

تیرے دیوانے کو زنجیر طائی بخشی
جو ہر آئینہ دل کو صدفِ فی بخشی
بادشاہوں کو تیرے رُکے لگی بخشی
ہمے غمِ بخش ہوئے تجھے ساری خدائی بخشی
اپنے بندوں کو کیا تیرے جوابے آجا
بھینی بھینی گلِ توحید کی کہت ہے کہاں
دلہ کیا رنگا ہم آہنگیِ محبت ہے بیان
ابرِ رحمت ہے بیانِ بوسے محبت ہے بیان
اگلے گلشنِ لولا کا لیا سے آجا
آگینہ ہے شمعِ دروہان کا سینہ
تو نے گلِ چہ تیرے سوختہ جان کا سینہ
یا زانہ ہے کوئی سوزِ نہان کا سینہ
صورتِ لالہ ہے پرورشِ بیابان کا سینہ
پڑ رہے ہیں تیرے پیار کے لائے آجا

غزل

شب وصالِ مزہ دے رہی ہے تو تیری
نہیں سے گھومتی ہے تیرے گشتِ گوتیری
کس طرح بیدار تو آرزو تیری
کس باتِ ہمت پر گائی تو تیری نہ خو تیری
تیرا رہی ہے کچھ خونِ آرزو تیری
کہ ہے چھپی ہوئی پر دے میں گشتِ گوتیری
نہ چاک کر دلِ بیتاب کو میرے ظالم
کشانِ کُشاں لے پھرتی ہے تجھ تو تیری
مسلِ سحر کے ولی درِ دمنہ کو میرے
تیری زبان کو بجا زارِ قیاسِ ہونے
تیرے ادا تو رہیں
تیری سکت میں بھی اک ادا نکلتی ہے
نہ چاک کر دلِ بیتاب کو میرے ظالم
کشانِ کُشاں لے پھرتی ہے تجھ تو تیری

عروسِ حب وطن

آہ اسے عروسِ حب وطن؛ میرے ہمین تج
 آہ لب نگار؛ تجھ کو گلے سے دگاؤں میں
 وہ دن خدا کرے کہ مناؤں شبِصال
 زانو ہو تیرا اور سر شوریدہ ہو میرا
 تیری شرابِ عشق کا آنکھوں میں ہو سرو
 پیشوں میں بخود دی میں جو تجھے شبِصال
 ٹوٹیں وہ پاؤں جبکو نہ تیری تلاش ہو
 وہ گھر ہو بے چراغ جہاں تیری منو نہ ہو
 دنیا و آخرت میں نہ انجام ہو نجسہ
 حوروں پہ میں مردوں کو جہنم نصیب ہو
 ناقوس اور اذان میں نہیں قید کفر و دین
 گدگاہ نہایت نیچ۔ اگر تیرا حکم ہو
 تیرا طریق عشق ہی ایسا ہے میرا

آنکھیں تیرے تلاش میں ہیں محو جستجو
 آہ مجھے ہمکنار ہوا اے شوخ خوش گلو
 گردن ہو تیری اور میری دست آرزو
 میرا شام جان ہو تیری زلف مشکبو
 خلوت میں ہونہ ذکر میں دیشمشہ و سُبُو
 با نہیں تیرے گلے میں ہوں لب پر یہ گفتگو
 چھوٹے وہ آنکھ جبکو نہ تیری جستجو
 وہ دل ہو داغ جسمیں نہ تیری آرزو
 تیرے سوا جو غیر کی ہو محکمو جستجو
 کافر ہوں میں جو مجھ کو تبون کی پوزو
 اُس کیلئے کہ جسکا پرستش کردہ ہو تو
 تیرا اشارہ ہو۔ تو بہن کرے وضو
 تیرے فدا یوں میں ہوں آغوشِ خوبرو

جلوہ نہو کسی مس رعن کا سامنے
 وہ دن خدا کرے کہ ہو آنکھوں میں تو ہی تو

عروس بزرگال

تو کہان ہو، اے ناخوڑہ مارا فرس
 او دے او دے اب گھٹاؤ کل وہ نخل کہان
 آسمان پر اب کہان وہ بکاہ ابرسیاہ
 اب کہان آنکھوں میں ڈوڑوہ شمع کے چرخ
 لگی لگی آہ وہ سادہ کی جہان اب کہان
 وہ نہری اکیان بجلی کی چاکل پاؤ نہیں
 اکیان کوئل کے غم کوئی نہ ملی تان وہ
 نیلگون آنکھوں میں وہ سرسے کے ڈوڑوہ کہان
 کہ رہی ہے یہی شب آہ باب آراستہ

اب وہ شوخی ہے نہ وہ نقش و نگار و نشین
 لگا چکی اب کہان ہو وہ نقاب شب نہیں
 دوش نازک پر کہان اب نہ ہر نقاب نہیں
 اب وہ ستارہ بکاس ہیں چشمہ سرگین
 ابھرے سینے پر مینے کے وہ چھتے با نہیں
 اکیان ہو گھنگر ڈکی وہ صدائے و نشین
 ہائے وہ دلکش ترانے ہس کھان آوازین
 سرسے کوں او دے گھٹاے اکیان چرخ برین
 چھوٹے چھوٹے خوشنما مارو کی نشان سببیں

اب کہان تیری ادائیں اے عروس بزرگال
 ہائے وہ دلکش فضا میں اے عروس بزرگال

اب کہان آنکھوں میں ہنستی ایوان حسن
 اب کہان بھولوں کا نخل اکیان بادیم
 اب کیلی وہ کہان جہی کی طیون کی ادا
 اجیہ نون کی کہان نہ یونیس اہلی وہ چال
 اب وہ جہر نوں میں کہان عالم فری کی ادا
 اب کہان توں قرع کے سرخ تابخی وہ رنگ

اب کہان وہ جاسہ زیبی اکیان شان حسن
 اب کہان وقت سحر و جنبش زمان حسن
 وہ کلجے میں کہان چھتے ہوئے بریکان حسن
 اب کہان یل روان میں آہ وہ طوفان حسن
 اب کہان نہ یونیس وہ کیفیت سیلان حسن
 ہائے وہ دون آسمان تھا جگہ رستان حسن

چشمہ وطن

جاری رہیگا یون ہی تو اہ وطن کے چشمے انداز خوش خرامی ہرگز یکم نہ ہونگے
اے غمگسار طفلی لیکن یہ غم ہے مجھ کو ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

گزرے گا سبزہ زار و نہیں کھیلنا ہوا تو موجوں میں تیرے دکھ کیلچ تو ہم نہ ہونگے
یون ہی روان رہیگا تو سبز وادیوں میں ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

ملتی رہیگی تو یونہی بہیوں کی تیری بلیں جہنم کے نیم کے کیا اچھو ہم نہ ہونگے
تیرا کرے گی یونہی مرغابیوں کے جوڑے ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

کھیل کر نیلی تجھے سوچ کی کرنیں ہیں کیا خب کو چاندنی کے سامان ہم نہ ہونگے
رواق ہی رہیگی تیری ادا وطن کے چشمے ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

سرد زمین وطن

آہ! اوجھٹ کی دیوی! ادا وطن کی سرزمین آسمان کی یو پری! فردوس کی اوجھڑ
تجھ میں آواز ہے گیتی تیرے گلشن کی بہار یاد آیا سیکہ بھی تو نازش غلہ برین
ٹھنڈی ٹھنڈی آہ تیری روح پرورہ جھڑ بھی بھینی آہ! وہ سوچ نیم غم سیریں

روپ پر اٹے ہوئے۔ وہ تیری کج دشمن
جھوٹی برتشی جیسی کوئی ناز آفرین
جسے گائے زہرہ دوش کوئی لب جو بھیر دین
ہلکی ہلکی باد لے گی وہ نقاب ریشمین
آبشار دینیں وہ شب کو پر تو ماہ بسین
میٹھے میٹھے دو ٹولڈت فروش انگبین
لیا دوش اک ناز زمین۔ اک بے دست خندہ بین
جیسی یعنی اینہیں گہمت شادہ پر دشمن

وہ بہار لالہ محرا۔ وہ دشت پرفضا
تیرے شاخون کا چکنا آہ باد ستارہ وار
پیارے پیارے آہ اکوئن کی مہربانی و دھند
آسمان کے منہ پر آنحلی بدلیوں کا خوشنا
سبز دار و دینیں وہ ٹھنڈی ٹھنڈی گہری طمانی
وہ سہانا آہ جنگل۔ وہ بہال سیوہ دار
وہ مسیحہ ریشما اور کالی کالی وہ گستا
وہ کہتی کہ سنی کی ننھی ننھی کلیوں میں ادا

تجہ میں رعنائی تھی کیا کیا اور وطن کی سرزمین
شان مجھو بی تھی کیا کیا اور وطن کی سرزمین

اب کہاں وہ شاہ قدرت کی نرم آرائش
لیکن ابھی ہی کہاں وہ چال میں نکھیل
بوسے گل سے جب عطرتھا شام شوق جوان
گرم جولان برقی ہے ابریشم رالہ نشان
سوئے شہر آرزو ہیں راکھ میں تیرے نہان
رگبتی کہنے کو اب باقی ہر جگہ داستان
کہہ ہی ہے او کے یہ وانا کے تیغ دوز بان

ہائے وہ دناش گم تیرے مناظر کیا
جھوم کر جاتی ہے اب بھی تیرے گلشن میں نیم
روح افزا آہ بکتے تھے وہ ایام بہار
تیری کشت آرزو کا ہے فدا فدا کر اب
تو وہ نصیب بگڑ ہے آہ واد خاک وطن
اب کہاں تیروں کے پیکان لہریں چہرے ہوئے
بے خوش غم ہے ہر ایک یہ دوزین خونناہ ریز

او وطن کی سرزمین! تصویر عبرت اب ہو تو
صفی ہستی پہ یعنی نقش حسرت اب ہے تو

خاک وطن

آہ! اے سرمایہ آسائش جان و جگر
گندہ رہو تھے تیری چوٹی میں کبھی وحشت کپڑا
سوتی برساتی تھی تجھ پر رحمت کی گھٹا
کھیلنے آتا تھا سوج آبشاروں میں تیرے
تیرے ویرانے میں بھی خاکِ وطن تھی شاندار
عظمتِ خود تھی شرارِ اوجِ ہستی میں نہان
شاید قدرت نے جب بُج پہ ملا غارہ نہ تھا
ایشیا کا آہ جب بیڑا تھا تاریکی میں گم
جلوہ افروزِ خرد تھی تیرے گھر کی روشنی

آہ! اے خاکِ وطن! اے سرمہ نورِ فطر
تیرے دامن میں شگفتہ تھے کبھی قدرت کے پہلو
جب مسلطِ خلق پر تھی خوابِ غفلت کی گھٹا
لوٹا تھا شب بھر قمرِ تنہا بنہ زار و نہیں تیرے
تیرے کنجوں میں ترنمِ ریز تھے مرغانِ قدس
رفعت نامِ فلک تھی تیرے پستی میں نہان
جب تمدن کا بندہ عالم میں شیرازہ نہ تھا
بادِ تہذیب سے خالی تھا جب یورپ کا حتم
جب نہ تھی یونان میں علم و ہنر کی روشنی

آہ! اے شمعِ ادب اے ابر نیسانِ علوم
خلد کی دیوی تھی تو عفت کی تو قصور تھی
حسنِ تیری تھی شانِ بے نیازی کی آوا
سرمہ چشمِ ازل تیری جبین کی خاک تھی
رزگرمی میں خوفِ نشانِ مانا کا تھا خیرِ ہمیں
بامِ دور روئے تھے اونچا آستانہ تھا تیرا
تھے وہ اے خاکِ وطن! ڈرے ہیں کی کیا

آہ! اے خاکِ وطن! اے جوہرِ کانِ علوم
جلوہ نور و زلزل کی آہ! تو تنویر تھی
بزمِ قدرت میں نہ تھی جب جانِ نوازی کی آوا
تو اٹھی تھی جس سے وہ خلدِ برین کی خاک تھی
ڈوڑ رہا تھا چمچِ جمِ جاہی اکبرِ ہمیں
شانِ اونچی تھی تیری اونچا گھر انا تھا تیرا
نجمِ شہرت کبھی تھی شوکتِ انفلک کی

تیرے پردانوں کے دلمیں تہی قیامت کی آغوش
لے اُڑا یونان سے سودا سکندر کو تیرا

اُف ری تیری شہزادہ محبت کی تپش
کھینچ کر جذبہ جولایا گھر سے! ہر کو تیرا

آہ! اے جولا نگہ برق تماشاے ہنر
تھے جو پہلے۔ اب بھی قدرت کے مطاہر ہیں
اب بھی تیرے سبزہ زاروں کی ہوا ہنر خوشگوار
سیر کے قابل ہیں اب بھی تیرے کج و نشین
تھے جو پہلے ہیں اب بھی سرورِ بحان چمن
سبزہ صحرائیں اب بھی دلربائی ہے وہی
اب بھی اک شانِ لاؤنی بیابانوں میں ہے
پھینکتی ہیں اب بھی کرین چاند سورج کی کند
دولوں میں دل کے تہی ہر گھر چھائی ہوئی

آہ! اے خاکِ وطن! اے خانہ آرائے ہنر
تو وہی ہے اب بھی اور تیرے مناظر ہیں
اب بھی تیرے آبشاروں کی فضا خوشگوار
اب بھی ہیں زرخیز تیرے آہ و قطعائیں
غنچہ دگل ہیں یہی۔ اور وہی شانِ چمن
سینش باو صبا میں جان نزاری ہے وہی
حسنِ قدرت آہ! اب بھی تیرے میدانوں میں
چویشان اب بھی ہمالہ کی وہی ہیں۔ سر بلند
نارگی اب بھی ہر تجھ پر سر بسر چھائی ہوئی

آہ! اے شوریدہ قہمت! اے بریائے عالم
سرنگوں ہے تیری عظمت کا شانِ اعلا
اب نہ وہ تختِ مرصع ہے نہ راجِ رزنان
میں جگر کے داغ اب تیرے شہنشاہِ کج
تیرا اقبال ڈوبا۔ شام ماتم چھا گئی
چھا گیا۔ نگ خزانِ شانِ چمن جاتی رہی
حسرتِ خون گشتہ ہیں کچھ دلی تہی مینان

آہ! اے خاکِ وطن! اس درد مند تھرا
اڑ رہا تھا پر شہرِ شوکتِ افلاک پر
تیری شہرت کے چین خاکِ عدم میں ہیں نہان
جھلا کر مجھ گئے سب تیرے ایوان کے چراغ
اُڑ گیا نورِ حیات کی غم چھا گئی
اُڑ گئی ہوئے وقاصِ وطن جاتی رہی
اب کھانِ اشیا نفس۔ اور بابہ جانبا نہی

پھر بھی اے خاکِ وطن اُف۔ ی و فاداری تیری
تیرے جنگل آب بھی ہیں خاکِ وطن بہانہ از
چار سو عدد ہر میں نہ کر کم جاری تیری
تیرے پتلیں ہی قدرت کی اداسے جانِ طائر

معرکہ عشق

مرحبا! مرحبا! اے شاہدِ رعناے جمال
مرحبا! مرحبا! اے انجمنِ آراے جمال
حبذا! حبذا! اے معبتِ زیباے جمال
حبذا! حبذا! اے برقِ تجلایِ جمال

شونخیِ حسنِ خود آرا ہے قیامت تیرھی

ہے ہر اک پیکرِ تصویر میں صورت تیری

جلوہ گو ہے جو تیرا عشوہ جانانہ حسن
تیری محفل میں مددِ مہر ہیں پروانہ حسن
بزمِ قدرت کا مرقع ہے پر بخانہ حسن
کہ تجلی ہے تیری زینت کا شانہ حسن

بزمِ ہستی میں وہ آئینہ خود ہیں جو تو

ہو کے فاماہر بھی خجائبِ رخِ ترنیں ہے تو

لاکھ پردوں میں ہی پھر بھی تیری تصویریں
تو یہ وہ عشوہ گر حسن وہ صنایعِ جہان
کہ ہے بے پردہ تیرے حسن کا اندازِ بیان
کہ تیرے وصف میں قاصر ہو فرشتوں کی زبان

جلوہ افسردہ جو تو پردہ ایجاد میں ہے

شونخیِ برقِ آزلِ حسنِ خدا واد میں ہے

دخترِ اک والی قنچ کی تھی ماہِ جبین
زہر و شہر تھا و سمن اندام و حین
پیکرِ حسنِ خدا واد و سمنِ پاپا تکسین
غنیہ لب۔ غیرت گل۔ پاکِ نظرِ پردہ نشین

سادگی میں وہ اداس تھی۔ کہ پر یزاد تھی وہ

شوخی حسن میں برق ستم ایجاد تھی وہ
 کوٹ کر سحر بھرا چشم فسون سائیں تھا لب میں عجاظ تھا جادو نگہ تازیں تھا
 فتنہ حشر کا عالم قدر ملتازیں تھا جلوہ برق ازل حسن کے اندازیں تھا
 فتنہ حشر تھے گیسوئے معنبر و دنون
 کور و نامی میں تھے قیامت کی برابر و دنون
 قدیں وہ فتنہ گری تھی کہ قیامت تھی نثار رخ میں وہ جلوہ گری تھی کہ قمر آئینہ وار
 دن مرادون کے تھے اور جوش جوانی کا بھیا نشہ حسن میں رہتی تھی وہ ہر دم سرشار
 شکل زیبا بھی عجب۔ اچھے عجب زیبا نام
 یعنی اُس بعبت زیبا کا تھا جگنا نام
 حور فردوس تھی۔ دخت سمن اندام نہ تھی تھی پرستان کی پیری شاہ کلفام نہ تھی
 صدمہ عشق سے آگاہ وہ خود کام نہ تھی گردش چشم سیر۔ گردش ایاں نہ تھی
 مرغ جان چنیں کسے زلف کا نچر نہ تھا
 دل کو اندوہ گران باری زنجیر نہ تھا
 تھی جو و شیرازہ و ناظرہ عصمت پیکر اُس سیما کو نہ تھی درد محبت کی خبر
 شہ نے جب دیکھا کہ ہر قابل شادی و دختر چولی دامن کا تعلق ہوا منظور نظر
 دل میں سوچا کہ سیانی ہوئی اب دخت حین
 کسی آغوش کے ہائے کی بنے ماہ چین
 اُس زمانے میں جو تھی رسم سوئیمبر کی ضرور مستعد کی شہ دیباہ نے اک بزم سرور
 نکلے شادی کی خبر حسب سواج و دستور رونق افروز ہوئے بزم میں شاہان غیور

جمع اُس غیرت یوسف کے خریدار ہوئے

دولت حق کے چرچے سدا بآزار ہوئے

بھونرے منڈلاتے ہوئے سوئے گل ترکے اُنکے خانوں پر پراوند مضطر آئے

جان نثاران و قابول میں کشتہ آئے سرخ روشی کو تھیلی پہ لئے سر آئے

جلوہ افروز گر راجہ وصلی بنوا

قیس آشفقہ پہ غیرت یلنی بنوا

تو! بے چند کو کب تھی گوارا تحقیر ہوا برگشتہ ندامت سے مزان دیگر

آج دہلی کو جو منظور نظر تھی تشہیر سرمخل یہ دیا حکم کدشہ کی تصویر

صف خدام میں استادہ ہو دربان ہو کر

انجن میں نرس ہے زیب شہستان ہو کر

ناگہان بزم میں آیا نظر اک شعلہ طور یعنی خلوت سے برآمد ہوئے وہ غیرت طور

جن وہ جن سر ترا قدم بقدم نور بادہ خوش خوانی میں غصہ بھلی خمور

صف عشاق کو کرتی ہوئی بسل آئی

ناوک ناز نگاتی سہ محفل آئی

خوشامد سہین میں وہ کنگنا زیبا دست نازک حنا آلودہ زیبا زیبا

قدموزوں پہ عروس کا وہ جوڑا زیبا گورے گورے وہ جبین چاند سا کھرا کھرا

مج گل رنگ پہ گلگورے شادی کا وہ رنگ

بُپہ ہوئے میں سہاگشی جوانی کی انگ

اتھیں ہار لئے رشک گلستان ہو کر آئی وہ آفت بطن فتیہ دوران ہو کر

حُسن چمکا جو چراغ تہ و اماں ہو کر رہ گئے اہل نظر بزم میں حیران ہو کر
 کون اس آئینہ سیما کا طلبگار نہ تھا
 فیصلہ قسمت عشاق کا تھا بار نہ تھا
 نگہ ناز سے ایک ایک جوان کو تاکا اک نشانہ سے ہزاروں دل جاگوتا کا
 سونگھا اس پھول کو اُس سرور و لہو کا حسن اور عشق کے انداز نہان کو سا کا
 فطر آیانہ مگر عقد کے قابل کوئی
 کر سکا آہِ باز صیاد کو بسمل کوئی
 جتنے تھے راج کنور پیکر حسرت ہو کر رہ گئے بزم میں آئینہ جبرت ہو کر
 پھر گئی چشم سیہ گردش قسمت ہو کر کہ رہا بار وہ تصویر کی زینت ہو کر
 کسی پروانہ کی گردن میں حاکم نہ ہوا
 خلعِ حسن چراغِ سرِ محفل نہ ہوا
 سرِ محفل جو پہنگون کا نصیب بگڑا کھینچ کے اُس آنجن عیش کا نقشا بگڑا
 شاہزادی سے مزاجِ شہِ دالہ بگڑا کھا او دشمن ناموس تیرا کیا بگڑا
 بزم میں پیکر آئینہ تزئین ہو کر
 رنگِ محفل کا بگاڑا بہت خود بین ہو کر
 پھر کہا شہ نے کہ اے دخت کو ہیہ خصل میری عورت کا نہ افسوس ہو آجھکو خیال
 آہ! اے سیمبرے گوہر کی تائے جمال تیرے قابل نہیں ہرگز یہ برنجی تمثال
 نقشِ کیون و لہ بہت تیری تصویر کی ہے
 یہی کجخت تو باعثِ میری تحقیر کی ہے

جمع ہیں بنم میں دلدادہ و شیدا اکثر
سرس سوزا زده زلف چلیپا اکثر
ہیں ہوا خواہ تیرے اے گل رعنا اکثر
تیرے پروانے ہیں۔ اوشع دل را اکثر

کیا کوئی اور نہیں عقد وفا کے قابل

کتنے دل ہیں گروہ زلف و دوا کے قابل

غضب آلودہ سخن یہ سہ محفل سنکر
پھر بصد عجز و سماجت ہوسے گویا کہ پدر
کناپ اٹھی شعلہ صفت بزم میں وہ شکر
آپ مختار ہیں آپ کی ہون تخت جگر

منہ سے راجوں کے مگر یہ نہیں زیبا تقریر

دشکن یہ مجھے کیونکر ہو گوارا تقریر

آپ کی آہ بجائوں ہدایت کیونکر
ہو گوارا کسی بیگانے نسبت کیونکر
توڑوں میں رشتہ بیان محبت کیونکر
اب بنوں غیر کے آغوش کی زینت کیونکر

کسی گردن میں حائل ہو یہ وہ ہار نہیں

آہ آرائش محفل ہو۔ یہ وہ ہار نہیں

دیکھ کر رنگ یہ حیرت زدہ راجا ہو کر
ش کی چتون جو پھری آہ نصیب ہو کر
رہ گیا غصہ و اندوہ کا پتلا ہو کر
پایہ زنجیر ہوئی شاہد رعبا ہو کر

رہی کاہش میں جو پابند سلاسل ہو کر

رہ گئی جاندا کا ٹکڑا سہ کالی ہو کر

بیریاں آہ پٹرین پانوں میں چھاگل بنکر
سایہ بخت یہ زلف مسلسل بنکر
لہو گردن میں راجوں کی ہیکل بنکر
دوش نازک پہ پریشان ہوئی پچن بنکر

زیور حسن جو اٹھرا نہ سلاسل ہو کر

ہنسلیاں رہ گئیں گردن میں حائل ہو کر
 دل فریبانہ وہ اب جن کا انداز نہ تھا
 دم بخود تھے لب جان بخش پہ اعجاز نہ تھا
 نقش اندوہ وفا تھا۔ قد طراز نہ تھا
 جو کے خون جگری۔ غازہ رعنائی تھی
 حیرت۔ آئینہ تزئین میں خود آرائی تھی
 یا بہ زنجیر جنون وہ گل رعنا ہو کر
 سب کی آنکھوں میں کھٹکنے لگی کا شاہ ہو کر
 رہ گئی عشق کے آزار کا پشلا ہو کر
 گل لگنی دردمست سے مسحا ہو کر
 بند زنجیر و نہیں بھی وہ مہ کامل کب تک
 کہ خیال رنج دلدار سے غافل کب تک

نرم و گرم فریق

مخروطین ہیں دونو۔ اور دونو مستعد ہیں
 ہیں پھول اک جن کے اک نخل کے ثمر ہیں
 سے قوم تیرے دکھ کے دونوی چارہ گز ہیں
 دونو جگر جگر ہیں لیکن دگر دگر ہیں
 آپس کے تفرقوں سے ہیں آہ بخوار دونو
 اغیار کی نظر میں ہیں بے وقار دونو
 ملکر جلو کہ آخر دونوں میں بھائی بھائی
 بھائی سے کیا لڑائی۔ بھائی سے کیا بھولائی
 کب تک یہ خانہ جنگی کب تک یہ خود ستائی
 زیبا نہیں بڑوں کو پسند ار خود نمائی
 ملکر گلے ٹکا لو دل کا غبار دونو
 اک خاک کے بر پٹیلے پایاں کا روضہ

ہا چند یہ فسانے غم بائے متصل کے غیر ذکوہ کیا دکھاتے ہو داغ اپنے دل کے
 آئے ہوئے ہیں پہلو میں زخم آہ پچھل کے ہو جائے پار کشتی کو شش کر و جہل کے
 برپا ہے شور طوفان ہو ہوشیار دونو
 کر دو بھنور سے قومی بیڑے کو پار دونو
 رشک جنان بناؤ ہندوستان کو ملکہ خون جگر سے سینچو اس گلستان کو ملکہ
 لہراؤ آسمان پر قومی نشان کو ملکہ دو آب جان نثاری نوک سناں کو ملکہ
 میدان جدوجہد کے شہسوار دونو
 حب وطن یہ کر دو دل کو نثار دونو

ماورہند

آہ یہ جان بخش پانی یہ ہوا سے خوشگوار یہ ترو شاہاب و شیرین میوہ ہائے خوشگوار
 ٹھنڈی ٹھنڈی طعریں مہکی ہوئی باجرب سبز کھیتوں کی فضا میں اور یہ میداؤں کی فوب
 ظل شفقت ہو تیرا اے مادر شفق دراز
 خاک پر کیا کیا تری تیرے کینوں کو ہے ناز
 آن یہ تیری چاندنی راتوں کا منظر خوشنما آہ یہ اشجار یہ پھولوں کا زیور خوش نما
 سوسم تیرے انداز حکم پر نثار دل کو کرتی ہیں تری دلکش صدائیں بقیار
 سبزین عیش ہے اے مادر دوسوز تو
 آرزوؤں کی ہے بزم انبساط افروز تو
 لاکھوں آواز میں تیرے گھریں مگر خوش جان نثار نہیں ہیں لاکھوں تیرے دست مرقب

تو جوانوں کی ہے ہمت تو دیروں کی سپر
کانپتے ہیں دشمنوں کی تیری ہیبت سے جگر
نور دانش تو فروغِ جلوہ ایمان ہے تو
دل ہے تو، سرمایہ صبر و تکلیب جان ہے تو
قوت بازو ہے میری اور غمخوار تو

سینہ پر غم میں ہے میرے نفس کا تار تو
تیرا دیو استخوان دیوی لکے کا شلئے ہے
تیری تصویر مقدس ہر صنم خانے میں ہے
لکشمی تو ہے زمانے میں اُجالا ہے تیرا
بہر کنول کا پھول پانی میں شوالا ہے تیرا
نطق و دانش کی ہے دیوی، مادرِ غمخوار تو
سُستی کا روپ ہے، درگاہ کا ہے اوتار تو

اُف یہ سندر چھب تیری یہ سانولی شہر تیری
دل کے مندر کی ہے زینت سوہنی سورت تیری

یہ سیم مانے شیریں یہ اداسے جان نواز
آہ یہ شفقت بھری تیری صدائے جان نواز
سبزہ خود رو کا گہوارہ ہے تیری سرزمین
تختہ خلد برین ہے تیری خوش منتظر زمین
پاک لنگاہل سے بڑھ کر ہے تیرا آبِ طہور
تیرے پاکیزہ ثمر ہیں میوہِ مشائخِ سہور
آسمان سے نور کی ہے جلوہ گاہ و ناز تو

خلی کی ہے پاک دیوی، مادرِ دساز تو

اداسے شرم

یہ نگاہ شرمگین یہ تیرا اندازِ حجاب
نچی نظریں ہیں تیری، یا عقدہ رازِ حجاب
لبیں ہیں زبان پروری آنکھیں نہیں اعجازِ حجاب
دوش پر آ بخل ہے یا ہے پردہ سازِ حجاب
پاک دامانی کی تو کشتی ہوئی تصویر ہے

جلوہ حُسن تماشا سوز کی تنویر ہے

کہہ رہی ہے چپکے چپکے تیری چشم شرکین
ہر پیکرِ عفت ہے تو اے نقشِ نازِ دل نشین
یا زین پر جلوہ گر ہے غلہ کی اک حوین
یا کوئی دوشیزہ رعنا ہے تو اے نازین

کتنے دلکش اور سادہ ہیں تیرے جذبات حُسن

تیری محو دوس نہیں داخل ہیں مصنوعات حُسن

آئینے سے آشنا ذوقِ خود آرائی نہیں
دوش بروشِ تحیر نازِ یکسانی نہیں

خود تماشا ہے مگر اپنی تماشا نی نہیں
محو حکیم آہِ تیری شانِ بزمائی نہیں

اک عجب دلکش مرقعِ تویدِ قدرت کا ہے

نقشِ سادہ اک طلسمِ جلوہ تیر کا ہے

جھولی جھولی اُف یہ صورتِ پیاری پیاری
آہِ شریلی چتون اور یہ آنکھوں کی حیا

یہ خمِ گردن کا عالم اور یہ زلفِ دو تار
یہ لبِ شیریں یہ اندازِ سکوت جا نغرا

نقشِ عفت ہے مگر تو یہ وہ قصو یہ میں

جلوہ نورِ ازل ہے حُسنِ عالمگیر میں

یہ تیری عالمِ فری اور یہ ربیعانِ حُسن
بکھرے بکھرے بال اور بٹھا ہوا دامنِ حُسن

عفت و شہرِ وحیا و نازِیں ارکانِ حُسن
بس انھیں دو چار اجزا سے ہی قائم شانِ حُسن

حاجتِ گلگونہ کیا رخسارِ زیبا کے لئے

ذوقِ تزنیں ننگِ ہر زلفِ چلیپا کے لئے

عشوہ جو تیری نگاہ سے نصبتِ خوشخو نہیں
سر پہ بوسے پہنچے کہ جو آنکھوں میں وہ جادو نہیں

جس سے اک عالم پریشان ہو یہ وہ گیسو نہیں
بن کے خیرِ دلچسپ چائیں یہ وہ ابرو نہیں

یہ نہیں وہ تیرے مرثگان جسے بسل ہو جگر
 شہر گرجان میں جو بن جائیں اتر کر نیشتر
 نیچی نظریں ہیں تیری بیگناہ ناز و نیاز
 اور عیان آنکھوں کو ہے مصدومیت کا تیری راز
 کتنی دلکش ہو تیری اک اک ادا سے دل نواز
 ہے چھری پھونکی یا زیرِ ذقن انگشت ناز
 کھل کے ہنسنا بھی نہیں کو جاننی گویا ابھی
 غنچہ سر بہتہ ہے اسے شاہدِ رعنا ابھی

یا وطن

اے نسیم صبح! اے پیکِ وفادارِ وطن
 اُن سے کہنا میری جانب سے بھلا نہا شوق
 دارِ اکبر کے ہیں شب بھر دیدہ اختر شمار
 دھوم نگار کھلے آنکھوں میں تمہاری دید کو
 ذکرِ یادِ صوب کی ہے شب کو کاٹنے کی تلاش
 دشتِ غربت کا ہے منظرِ سائیں اک ہونا
 رحم! اے حرا نور دی! نصرتِ ابد دشتِ جنوں
 تجھے عجب حیرتِ فرائے شوقِ ذلیل و نہار
 دن کو کل گشتِ چمن کے وہ مریے یا رنوم سنا
 وہ فضا ہے لالہ رنگینِ ادا، وہ جوشِ گل
 آہ! وہ سادون کے بچھلے اور وہ جھونکے سرخوڑ
 ہو اگر تیرا گزر سوئے چمنِ زارِ وطن
 ساتھ میں کھیلانے برسوں جو غمخوارِ وطن
 بڑھ گیا ہے آہ! جد سے شوقِ دیدارِ وطن
 بے راہ ہے اب بھلا آہ! بیارِ وطن
 مبتلا ہے دروغِ غبتِ اُردو دلِ انگارِ وطن
 اب نہ بنیادِ وطن ہو وہ نہ آثارِ وطن
 پاؤں کے چھالوں کو ہی بھر حسرتِ خارِ وطن
 دیدہ و دل آہ! تھے جب آئینہ دارِ وطن
 چاندنی میں شب کو تکھفیر کسارِ وطن
 دور وہ پھوٹے پھلے سر سبز شجارِ وطن
 وہ لب جو رشتہ اندہ گہر سدا دارِ وطن

زر وہ وہ سوچ کی کرنیں، وہ شوق زار وطن
شب، کو وہ تاروں کی افشان، یہ خسار وطن
وہ درو دیوار، وہ کوچے، وہ بازار وطن
وہ جوانی کی انگلیں، دل وہ سرشار وطن
میرے سو دردوں کا اک دریا تھا آزار وطن
یہاں ہوں کوئی دم کا، ہوں یہ بیار وطن
لب پہ نالوں کے عوض، یہ آہ، ہزار وطن
نزع کے عالم میں بھی ہوں محو دیدار وطن
میں درنداز وطن تھا، اور نہ عیار وطن
آفرین، یہ حکو یا ران و فادار وطن
آکھٹے سے گنگا لون بھگو سو غار وطن
اے دل باندہ غم، اے طلبگار وطن

ہلکی ہلکی وہ جھڑی، وہ دلفریب قوس کی
دن کو سوچ کی شعاعوں کی وہ چہرے پر نقاب
وہ چین، وہ بزم صحر، وہ کنج دل نشین
شب کو جلسوں میں حینوں کے وہ لطیف کشی
میرے نوزخون کا ہم تھی وطن کی چاندنی
شام غربت میں چراغ صبح ہوں اسے چارہ گر
اکٹی سانسیں لے رہا ہوں میں وطن کی یادیں
پھرتی ہی آنکھوں میں تصویر وطن، ہاے بکسی؛
اپنی صحبت سے نکالا کیوں مجھے بے ہمدرد
نگو یہ ناز و فاعل، اور مجھے یہ عجز و شوق
بے مزہ ہے وادی غربت میں کاشٹو کی تلش
برج غربت بہتے بہتے تو بھی آخر مرثا

میں بنانا میرا بس ہوتا اگر اے ننگسار !
تیری اک چھوٹی سی تربت زیر دیوار وطن

شمع و پروانہ

کہا یہ شمع نے پروانے سے کہ اے دل سوز
کر دی یہ آگ ہی، دیوانہ وار آگے نہ گر
خیال رخ میں نہ ہو جو آرزو آتش

کسی حسین کی تھی محفل میں شب کو جلوہ فروز
میں آگ ہوں مرے شعلے پہ تھر تھرا کے نہ گر
تڑپ تڑپ کے نہ گرم تپش ہو تو اتنا

نہیں ہے تو مرے شوق وصال کے قابل
 گداز شوق سے آئنا نہ بقیہ دار ہو تو
 کر دی ہے آہ! مرے سوز استخوان کی لپٹ
 ذرا سی جان ہے، ننھا سا ہے جیسا تیرا
 سرے گلے کا نہ نادان، ہو ہوا محفل میں
 برا مجھ سے ہو محبت، تیرا خیال غلط
 نہیں ہے تو مرے سوز و گداز کے قابل
 جلا کے دل کو مرے عشق میں گداز نہ کر
 میں بے نیاز محبت ہوں مجھ پہ ناز نہ کر

خدا سے شمع ہوئی یک بیک جو زینت گوش
 شہیدانہ ہوں، تیغ زبان دراز نہ کر
 غم اپنے جانے کا ہو جھکنا، بواہوں میں نہیں
 ازل سے یکے دل دردمند آیا ہوں
 تو ایک آگ کا شعلہ ہے آہ! محفل میں
 کر دی ہے آگ محبت کی آگ سے تیری
 وفا سے دور ہے، تو شب کو انجمن میں جلے
 عطا کیا ہے تجھے جس نے دل چمکنے کو
 اسی نے چمکو بتایا ہے تجھ پہ جلنے کو

پدہنی کی چتا

اسے اہل! ہے آہ۔ یہ کس سوختہ جان کا مزار
 ایک نگار آتشیں رخ کے تن نازک سے آہ!
 تو ہوئی ٹھنڈی نہ آفری آتش سوز درون
 تیرے جھونکون سے وہ آخر کچھ گئی با دہنیم
 آرزوؤں کی چتائیں ہیں تمناؤں کی خاک
 زندہ جاوید ہیں سوز محبت کے قاتل
 خاک بھی ہوتے نہیں تغیدگان سوز عشق
 پھینک دینے کاٹ کر جڑ تیری اے نخل حاد
 کیا جلاتا ہے فلک ہم دل جلون کو یاد رکھ
 ہم نہونگے ایک دن اے شعلہ جان سوز غم
 لوح ہستی سے مٹاتا ہے ہمارا نقش کیا
 گھر بنائیں گے کسی اجڑی ہوئی بستی میں اب
 اور کر لے ہم سے ظالم اچار دن انکھیلیاں
 تو ہے عبرت کی جگہ دنیا، یہ کیا معادیم تھا
 میں نفس میں کچھ ہمارے بال و پرباتی بھی
 رہ گئی اب کے برس بھی حسرت دیدار گل
 ابر تر ہم دل جلون کی خاک سے ٹھکر بنا

آنچہ رہا ہے جس سے آہ نکادہ شعلہ باز
 آگ کے شعلہ پلٹ کر ہو رہے ہیں جھکنا ر
 ابر رحمت خاک پر برسوں رہا گو آشکبار
 بیکسی میں آہ! اک دسوز تھی شمع مزار
 دل میں کیا رکھا ہوا بنا لہائے شعلہ باز
 یہ شر ٹھنڈے بنونگے کچھ کے مار و زخم
 کسا اے باد صبا! اب تو اثر ایسکی غبار
 دیکھنا ہے پھر گرگی کس یہ برق شعلہ باز
 جل مرتے اک نہ اک دن آگ میں پڑا ہوا
 کچھ دھواں ہو گا ہوا میں کچھ شرار و زخم
 خود ہی مٹ جائیگا اک دن آسمان میں غما
 بھر گیا جی تجھ سے اے بزم نشاط روزگار
 خاک آڑا ایسکی ہمارے بعد تو باد بہار
 تیری محفل کو کچھ کراے تھے دارالقرار
 پھر بھی کرنا ایک دن تخلیت برق شعلہ باز
 کٹ گئی کچھ نفس میں آہ! ایام بہسار
 تیرا دن سے ہیں بڑھکر تیری جھڑپاں ناگوار

ہم نہیں گلچین، غبارِ خاطر سر و سمن
 اٹھ گیا جب آہ، اپنا آشیان ہی باغبان !
 خوابِ ہستی، کس سے ہم تعبیر تیری پوچھتے
 ہم نے یا لاتحادِ زندہ مجھے کس ناز سے
 سو رہیں گے کھا کے کچھ اک دن تگر یا درکھہ
 تیرے جھوٹو نہیں ہے پھولوں کی لپٹ باد صبا !
 نور کا پتلا بنایا تھا یہ قدرت نے ایک
 جل کے پٹھون تجھے میں اے شعلہِ جانورِ غم
 تھا کین میں آہ، جسکی دست بید و فلک
 دھو رہا ہے آہ، دھبے خوئیے کیا بوالہوس
 تیرے ویرانے میں اے چتور اک پرندِ فہین
 سوزِ غم سے خاک پر ہی یون بدلتی کروٹیں
 آرہی ہے دھیمی دھیمی یہ صدائے جاں گداز

بلغِ عالم کی ہوا ہے ہم سے کیوں ناسازگار
 ہلکیا اے خزان تیرے چمن میں یا بہار
 کب تک باوہ غفلت میں سرست خار
 کیا خبر تھی، موت کا ہو جائیگا اک نغمہ کار
 اب ہے جاتے نہیں تیرے تم سے روزگار
 کس گل تر کالے پھرتی ہے جھولی میں غبار
 پھونک ڈالا تو نے اسکو آسمانِ برق با
 ہو گئی نذرِ اہل اک مُعبتِ یسین عذار
 نقشِ عبرتِ زمین پر اب وہ حُسنِ پردہ دار
 یہ نہ چھوٹیں گے ترے دامنِ سکار و زشتا
 ایک مدت سے ہی آتشِ زیرِ پا زیرِ مزار
 آگ کے شعلے پہ ہو سیما جیسے بے قرار
 میری خاکِ ستریں اب تک آہ، باقی ہیں سزار

سودائے عشق

نے سوزِ عاشقی کا، جو نصیبِ جام ہوتا
 وہ جگر کا داغِ بنتا، دمِ حشر بھی نہ مٹتا
 میں سحر کو بھی نہ بھجتا، وہ چراغِ شامِ تیرا
 دل و جان کو پھونک دیتا، وہ تپنِ مہمِ تیرا
 نہیں بھجنے والا شعلہ، نہ سزارِ خام ہوتا
 میں ہو سحر کا تارا، نہیں مجھ کو یہ گوارا
 شبِ غم میں تیکے ٹپکوں کسی چشمِ تر سے آنسو

شب تائیں چکنا نہ ہوا یہ جتنکے جگنو جو فروغ عشق دیتا مجھے خرچ فتنہ آرا
میں جگر پہ داغ کھا کھا کے مہ تمام ہوتا

کسی مہ تھا کے غم میں دم سر و شب کو بھرتا کسی انجن میں بنتا میں سر و دھاتھا نہ
کبھی سر پہ ناک اڑاتا کبھی آہ و نالہ کرتا مری شور و شون کا ہوتا بخلق پر فسانہ
مرے دشمنوں کو یارب غم ننگ تمام ہوتا

دل بیتوار ملتا جو مجھے مزا پیش کا مجھے کیا پڑی تھی منت جو میں کیا چارہ گر کی
جزو ماند و ذوق دیتا مجھے لذت تلاش کا وہ جگر پہ چوٹ کھاتا کسی دشتہ نظر کی

مرے زخموں کو نہ ہرگز کبھی التمام ہوتا

جو ازل میں آہ ملتا دل حق شناس مجھ کو نہ جنوں کا عشق ہوتا نہ غم مجاز ہوتا
نہ تعلق جتنا کا ہوتا نہ وفا کا پاس مجھ کو کسی چشم سر گین کا نہ شہید ناز ہوتا
کسی زلف پر شکن میں نہ اسیر دام ہوتا

نہ کسی کی نوک مرگان کی تلاش جگر میں ہوتی نہ کمنہ شوق حلقے کسی زلف عنبریں کے
شب غم میں تیرہ دنیا نہ مری نظر میں ہوتی نہ زمانے بھر کے جھگڑے نہ کھڑے ہوئیں کج
مجھے تجھے سے کام ہوتا مجھے کام ہوتا

نہ جن میں گل کا شیدا نہ میں عندیاب ہوتا نہ فلک سے برق گرتی مری شاخ آشیاب
ترا و اع سوز الفت جو مجھے نصیب ہوتا میں شراب بن کے اڑتا شب غم میں آشیاب

نہ ہلال عیب بتا نہ مہ صیام ہوتا

اتو جو بے حجاب ہوتا تو میں زار زار روتا کہ ازل سے جن نہا کی ہوں تیرے نشانیں
مجھے شرم دیداتی کہ ہجوم خسلق ہوتا تجھے رشک سے اٹھا کر نہ نگاہ دیکھتا میں

دم حشر تیری رویت کا جواذن عام ہوتا
 میں پردہ ازل بھی ترے روشناس محکم
 تجھے انجن میں لایا ترا شوق خود نمائی
 تیری چال میں نہ ہوتی جو یہ شان و در بانی
 تیرے دم قدم بہ اک دل نہ دم خرام ہوتا
 کبھی جیتے جی نہ جاتا در تہکد سے اٹھکر
 یہیں سر پٹکتا رہتا یہیں سختیاں کھاتا
 تیری تجویں پھرتا نہ ایمان باد صرصر
 نہ طواف کعبہ کرتا نہ حرم میں خاک اڑاتا
 اگر لہن تبون پہ مرنا نہ مجھے حرام ہوتا

جامِ سرت

نوروز

نسیم لای ہے نوروز کا پیام نشاط
 ترانہ لہریں شاخون پہ طائران چن
 شربِ فوق ترنم سے مست ہے قمری
 نگاہ شوق کو بخود بنا رہی ہے بہار
 تھا جو نہیں ابر بہار کا دان
 نسیم پھرتی ہے صحن چمن میں اترائی
 سنے گہت گل کہ جزو شمع صبح بہار
 چمن میں پھرتے سر سے ہی اہتمام نشاط
 چٹکے دیتے ہیں چمچے ہلائے عام نشاط
 چمن میں سرو ہی بینا ہے بن فرام نشاط
 گلون کے بادہ بختم سے بھر کے جام نشاط
 ہوا کے دوش پہ پھیلا ہوا ہے دم نشاط
 شمیم گل سے ہو کا ہوا مشام نشاط
 کد ابر ہی ہے سند سبک خرام نشاط

بیاض روئے سن ہے کہ جوش صبح بہار
 بھری ہوئی ہے ہوا میں شراب کی تاثیر
 خاک پہ کہتا ہے بادہ نشون سے یہ خورشید
 پیو پیو! کہان پھر فضا سے ہو کم گل
 پیو پیو! کہان پھر ترانہ نور روز
 شیک رہی ہے نگاہوں سے سستی نور روز
 ہر اک چین ہے طلسم نگار خانہ عیش
 فلک پہ شاہد خورشید ہے صبوحی کش
 لٹا بار بار ہے خم عیش ساقی گردون
 تیرے کرم سے سین محروم اک ہیں باقی
 نگاہ مہر تیری اک قحط ہیں یہ نہیں
 تمام سال بیاہو جنہوں نے خون جگر
 نصیب میں ہو غم قحط جن غریبوں کے
 انزل سے تھا جو عقد ہیں آہ! جڑ غم
 ہوا گل کا قفس میں دماغ ہے کسکو
 جلا رہا ہے زمانہ وہ غم نصیب بھی ہم
 دکھائے ہم کو تمنائے سبز باغ بہشت
 تیرے امید پہ مر مر کے آہ! ہم رنجور
 ہم نصیب ہی تو قوم یہ کھان ایس

سو اگیسوئے سبیل ہے یا ہوشام نشاط
 عجب نہیں کہ رگ گل بوخط جام نشاط
 شراب ناب صبحی سے بھر کے جام نشاط
 بہار عمر کہان پھر کہان قیام نشاط
 صدائے عیش کھان پھر کہان پیام نشاط
 مسون کی آنکھ کی گردش ہو در بام نشاط
 ہر اک گل بین بنگ سے دوام نشاط
 زمین پہ پنجبر رعنائے گل ہے جام نشاط
 خوشا نوید مسرت! خوشا پیام نشاط
 ہیں ہیں اک تیری محفل میں نشہ کلام نشاط
 وگرنہ کس یہ نہیں تیرا طفت عام نشاط
 وہ غم نصیب ہیں بھر کے خاک بام نشاط
 اڑائیں چاپ و سن کیا وہ تلخ کام نشاط
 ہمارا خون تھا شربت دوام نشاط
 سنا نہ ہم کو فیم سحر پیام نشاط
 ہمارے خون جگہ سے چراغ شام نشاط
 لئے فلک نے بہت ہم سے انتقام نشاط
 جئے تو خاک جئے او! خیال خام نشاط
 تیرا نظام میشت ہے نظام نشاط

وہ دن بھی ہونگے کہ خورشید غاوار نوروز
پہر تو ہم پہچکے گاہکے جسم فضا

بچہ اور ہلال

رنگین ادھیں دو نو۔ رنگین جمال دو نو نورس شمع ہیں دو نو۔ اور نہ ہال دو نو
بچے ابھی اگرچہ ہیں خورشید سال دو نو بڑھکر کین گئے اکدن کسب کمال دو نو

آہل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلال دو نو

تو بڑھ کے بدر ہوگا جس طرح آسمان پر ڈانے لگا اپنی کرین اس تیر و خاکدان پر
میرا شباب یوتھیں آئے گا غنوناں پر شفت کا نور میں بھی برسا ہوگا جہان پر

آہل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلال دو نو

جس طرح تیرے دل کو اندھا دیکھا سوز جگر کا یونہیں مجھ کو چہرے دیکھا
تیری طرح مجھے بھی روشن دیکھا مجھ کو بے محبت تجھ کو آریخ دیکھا

آہل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلال دو نو

وہ دن بھی ہونگے ہم تم آفاق گرد ہونگے ہا سون نور ہو گئے گرد و نور دو ہونگے
ادج کمال ہستی میں دو نو فرد ہو گئے پھر وولے جوانی کے آہ: سر دو ہونگے

آہل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلال دو نو

تو بن کے ماہ کامل یعنی ہلال ہو گا گرد و نور پہ فتنہ تجھ کو زوال ہو گا
میرے قد فیدہ کا یونہیں حال ہو گا پیری میں ہو و بازی کا کب خیال ہو گا

آہل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلال دو نو

چھٹی سی کیا ہی دلکش ہے یہ کمان تیری
پر یہ نہیں رہی گی بچپن کی شان تیری
جکو پسند دل سے ہے آن بان تیری
دو چار دن کی طفلی ہے وہاں تیری

آہل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلالِ دونو

کشتی آتا رہا بان چھوٹی سی آسان سے
ہون تیر چھوڑنے کو مضطر تیری کمان سے
ایسا کھان کا اونچا ہے تو سرے کھانے
تیرے لئے تڑپتا ہوں میں غم نہاں سے

آہل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلالِ دونو

نخنے سے اوکھلاڑی او آسان کے ساکن
دو چار دن کے وہاں ہیں کھیل کو کے دن
آہل کھیل لین کہ دونوں بچے بھی ہیں کس
پیری میں دلوئے ہیں طفلی کے غیر ممکن

آہل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلالِ دونو

یارب نہ چشم بد سے ہو پنے گزند تجھ کو
گردون کرنے بڑا کر بالا بلند تجھ کو
ہو شام کی سیاہی دو دوسپند تجھ کو
بان ہا کون سے کھلونے ہیں دلہند تجھ کو

آہل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلالِ دونو

کتابوں پر سلسلہ خیالات

دیسری کتابیں

آہ: اے میری کتابو! میرے بچپن کی رفیق
راحت دل ہو تھیں۔ آسانش جانی ہو تھیں
عالمِ طفلی سے ہم میری تھوڑا شوق
میری دنیا پہ تھیں۔ اور میری ساق تھیں
دن کو میرے خوشنما گھر سے کیڑے تھے
میرے چہرے کا اگلا سرشتہ تھیں تھیں
قلبِ مضطر کے لئے سہرا تھیں تھیں

تسے میں مانوس ہوں مجھے محبت تمکو ہے
ہے عجب دلکش تمہارا آہ! انداز سکوت
ولین یہ چیتے ہوئے فقرے۔ یہ تقریر غموش
فطرت کے بھولوں میں یہ انداز عنائی کہاں

تسے الفت مجکو ہے۔ اور مجھے نصرت تم کو ہے
کنج خاموشی میں ہو تم میری ہر از سکوت
تم پر دیوانہ ہوں میں۔ تم ہواہ تصور غموش
یہ سکوت روح پرور۔ یہ سیمائی کہاں

آہ! اسے میری کتابداری عقل و تمیز
تم غزلے روح ہو تم صقل اخلاق ہو
ہو دبستان خموشی میں ادب آموز تم
تم جو تنہائی میں رہتی ہو نظر کے سامنے
ہیں میرے رونڈے ہوئے دشت چوکیاں گہرا
اوپنے اوپنے نیلگون ہیں جویہ طبقات بلند
اسے فضا ہے آسمان! اسے خیمہ عرش برین
اسے ضیاء انجم پر نور و خط کماکش ان
آسمان ایک تھنہ باریک میرے ولین ہے
ہوں میں وہ موج محیط وسعت انداز شوق
آؤ گے کو تا ہوں کبھی طے جاوے عرش برین
ایک نیا عالم نظر آتا ہے دن بھر سامنے
طرعی نظارہ کبھی ہے سبز ہلکا ہلکا
سوج گلہ رنگ عنادل ہوں گشتان میں کبھی

کیون نہ رکھوں میں تمہیں نقد و تحسین
صفوہ دانش پہ گویا جہول اخلاق ہو
اور غم و آلام میں ہو سونس ولسوز تم
روزاں دنیا نئی ہے۔ میرے گھوڑے کشا
تیری وسعت پر محیط تنگنائی دہر کیسا
اپنی بھینکی پر نگاہ شوق نے برسوں کس
اسے فروغ حسن خور! اسے جلوہ ماہ بدین
بزم قدرت میں ہوں گی یا تمہارا راز دل
وسعت ہیں دو عالم آہ! اس منزل میں ہے
منطقے منظر تک ہوں سبک پروا و شوق
اور نئی دنیا کبھی ہے سامنے زیر زمین
بزم قدرت کا ہے ایک دیکھنے نظر سامنے
سامنے نقشہ کبھی ہے عمارت پر خار کا
ہوں شہر نماز چہرے شہرستان میں کبھی

میں وہ قطرہ ہوں کہ ہوں طوفانِ قلبِ تم آشنا
ہر مرقع میں ہوں میں دنیا کے تصویرِ سکوت
ہر سائل ہوں مگر مہل میں تلامذہ آشنا
ہوں میں نقشِ عالم نیز نگِ حقیرِ سکوت

نیا سال اور نئی امیدیں

صبح بہار لیسکر ہوں کے ہر آئی
پہلو میں پھر سرستہ بن کر نگار آئی
دوش صبا پہ نگہت ہو کر سوار آئی
مروہ د لون کے غالب میں جان ناز آئی

پھر سال نو توید عیش و دام لایا

نوروز پھر خوشی کا ہم کو پیام لایا

دور آفاق پہ سورج نوروز کا پھر آیا
پھر صبح آرزو نے جلوہ ہمیں دکھایا
پھیلا کے اپنی کرین ذرو کو جگمگایا
خواہد ہر گاہ شب کو پھر منید سے بکھلایا

پھر جوشِ جبِ قومی اٹھا اُٹھا ہلکا ہلکا

آئی وطن کی الفتِ دل میں ترنگی کر

کوئلِ نئی نکالی ہر نخلِ بوستان نے
بہار کا پھر چوڑا نیا خزان نے

دوڑ کہیں کو پٹا پھر گردشِ جہان نے
چھیرا نیا تھام دیا رہنِ نکتہ دان نے

پھر سال نو کے مقدمِ کامل ہی زمین میں

نوروز کا ہے طوطی پھر بولتا چمن میں

کوئلِ نئی نکالی ہر نخلِ بوستان نے
بہار کا پھر چوڑا نیا خزان نے

دوڑ کہیں کو پٹا پھر گردشِ جہان نے
چھیرا نیا تھام دیا رہنِ نکتہ دان نے

پھر سال نو کے مقدمِ کامل ہی زمین میں

نوروز کا ہے طوطی پھر بولتا چمن میں

نزد ہمت بھری ہوئی ہے پہلوئے رنگانِ بوس
دورِ نشانِ گردون۔ پھر دورِ جامِ جم ہے
پھر خازنِ رستہ سستی۔ گلہ سستہ مارم ہے
خاموشِ بجن میں بائیکِ خروشِ غم ہے
اُٹھو! کہ سو نہواؤ: فرصت کا وقت کم ہے
دل کو نئی انگلیں پھر گدگدا رہی ہیں
پھر سالِ نو کی خوشیاں ہمتِ بڑا رہی ہیں
خوابِ گران سے چونکو ہندوستانِ الو
پستی میں کیوں پڑے ہوا دپے نشانِ والو
کب تک یہ آہ: دولت اور عزو شانِ الو
کب تک یہ خوابِ غفلت سونے کی کانٹا الو
غلہ برین کے جہونکے تم کو جگا رہے ہیں
رحمت کے آسان سے پیغام آرہی ہیں
اٹھ کر ذرا تو دیکھو دنیا کا رنگ کیا ہے
رقتا کر کیا جہان کی قوموں کا ڈھنگ کیا ہے
ہے حفظِ وضع کیا شے: ناموس و نگ کیا ہے
اشیا و نفس کیا ہے قومی انگ کیا ہے
قوموں کی ہے توئی کا کچھ تو رازِ آخر
حُبِ وطن میں کرو دل کو گدازِ آخر

گلِ فردوس

خوشا بہارِ بہشتِ خوشا گلِ فردوس
شیم ناز سے تیرے: خدا وہ دن ٹکڑے
سند ہے مجھے تیری ادا گلِ فردوس
شامِ جان ہو معطر مرا گلِ فردوس
تیرے شہید کایں تو نہا گلِ فردوس
تیرے سوا جو کسی اور پھول پر چمکے
نہیں ہیں بلبسِ ہرزہ سرِ گلِ فردوس

ریاض دہر کے چوہوں سے دل لگاؤں گے
 تیرے عراق میں خوتا بہ جگر ہے مجھے
 بہار لالہ گلگون قبائل فردوس
 دکھاؤں دل و غل قبائل فردوس
 نظر فریب وہ تیری نفا گل فردوس
 وہ جوش نغمہ رنگین نوا گل فردوس
 قفس میں میکے نہ آئی صبا گل فردوس
 کنار جہو تھا ترغم سدا گل فردوس
 تیری شراب محبت خزانہ گل فردوس

خوشا، وہ دن کہ تھا سرست جام شوق تیرا

نیم وقتی بھی بھج کر پیاسم شوق تیرا

خوشا، وہ دن غم دنیا گلے کا بار نہ تھا
 خورشید دور کمرست است تھا ساقی
 خوشا، وہ عہد کہ بشانِ سحرے ہستی میں
 فراق گل میں تفس میں نہ چھتا تھا نسیم
 خوشا، وہ دن کہ گریبانِ شوق دستِ جون
 خوشا، وہ دن کہ نہ تھا حسن و عشق کے آگاہ
 خوشا، وہ دن تیری نگہت کو جب گل فردوس
 خوشا، وہ عہد کہ تو بہارِ خلد تھا میں
 میں اپنے کچل میں خوش تھا خوشا، وہ عہدِ نشاط
 خلش فرا کوئی پہلو میں آہِ ہمار نہ تھا
 شراب دہر کا آنکھوں میں جب نہار نہ تھا
 خیال لالہ و سرو گل و چنار نہ تھا
 رہنِ نالہ شہا سے انتہا نہ تھا
 ہر نگہ ہنر و بیگانہ تار تار نہ تھا
 حریف دیدہ و دل شوق تازہ کار نہ تھا
 مشام شوق مرا وہ بقیہ ہمار نہ تھا
 شہید جلوئے نیرنگ انتظار نہ تھا
 خلقِ خزان کا غم رخصت ہمار نہ تھا

بکھ کے سوز و رن تو نے آہ کیا پھونکا
 دل شگفتہ تھا بکھنڈہ شہ نہ تھا
 عجیب خواب تیر فرات ہی سے بہشت
 کھلی جوا بکھ مرا گنج خوشگوار نہ تھا
 اڑا کے غلط سے لائی ہو اسے وہر کھان
 میں کیا کہیں میرے قابل یہ خازن نہ تھا
 قفس میں آہ تڑپتا ہوں آشیان کے لئے
 زبان ملی ہے مجھے نالہ و فغان کے لئے

پھولوں کا کنج یا

(گلزار وطن)

پھولوں کا کنج دلکش بھارت میں کن بنائیں
 خون جگر سے پھینک ہر غل آرزو کو
 ایک ایک گل میں پھونکیں لوح شمیم و ہوا
 وسعت کدے میں دل کے افروز کا گل
 فردوس کا نمونہ ہوا پناہ کنج و دلکش
 چھایا ہوا بر رحمت کا شاہہ رحمن میں
 اپنے چمن کگل ہوں اپنے چمن کی مٹی
 سرخان بلغہ بنکر اڑتے پھرے ہو میں
 حب وطن کے لب پر ہوں باغ فرا تر نے
 روئیں چمن میں وانا گل بہار کا لون
 یہ ہولوں میں جس چمن کے ہونے کا نشانی

حب وطن کے پودے اس میں نئے دکھائیں
 بشکون سے تل بوٹوں کی آبرو بڑھائیں
 اک اک گل کی کو دل کے واسطے دیں
 چھوٹی سی چشم تہ کی اک آج بونا میں
 سارے جہان کی جبین ہوں جلوہ گرفتار
 دم جھم بریں رہی ہوں چاروں طرف دکھائیں
 غیروں سے پودا کر کیوں مستعدی میں
 نغمے ہوں روح افزا اور دلربا صدی میں
 شاخوں پہ گیت گائیں یہ ہولوں پہ چھپائیں
 گنگ چمن کی نہریں آکھو نے جھپٹائیں
 حب وطن کی ٹلین ہم اس چمن سے لائیں

چھائی ہوئی گھٹا ہو۔ موسم طرب فرا ہو
 جو نکچلین ہو اکے اشجار ہلہلہائیں

پہرے کا دلربا ہو منظر ہر اک روش پر

گچھیں بنو چمن میں کانٹے نہوں جلس پر

اس کنج دلشین میں قبضہ نہو خنداں کا

بلبل کو جو چمن میں صبا کو کانٹہ کھٹکا

ہر جو ہو آتش گل بھڑکی ہوئی چمن میں

حب وطن کا ملکہ سب اک راگ گائیں

غموں کی وہن سیری ادھر ہر صد سیری

ایک ایک لفظ میں ہوتا شیر بے الفت

مراخان باغ وہاں شاخ پر کشمیں

ایک ایک غنجہ میں دبستی کا عالم

موسم ہر خوش گل کا اور دن بہار کے ہوں

ہم محدودید گل ہوں اس کنج دلشین میں

بل بل کے ہم ترانے جب وطن کے گائیں

بلبل ہیں جس چمن کے گیت اس چمن گائیں

سال نو اور ہندوستان

آج کے محبتیں محبوب ہندوستان ہمارا

نابے یہ علامہ روح روان ہمارا

ہر نیم سال تو میں ہم داستان ہمارا

ہندوستان کے ہم ہیں ہندوستان ہمارا

وقت خزان ہو یارب ہو بوستان ہمارا
 بام فلک کا زینہ ہو نروبان ہمارا
 صبح امید ہم کو نور و زکی سحر ہو
 حب وطن کی مے کا ہو کیف چشم و دلیں
 اکسیر کا اثر ہو پھر خاک دریاں یارب
 صبح بہار لیکر پہنوں کے ہار آئے
 شبنم جگمگائے ہم کو دے دیکھ منہ پہ جھینٹے
 بازار دہریں ہیں ہم آہ! نقد کا سد
 یارب ہیں مبارک مقدم ہو مال نوکا
 اے خضر راہ ہستی! ہے وقت رہنمائی
 وہ دن بھی ہونگے۔ اونچا پہر آئیگا ہوا میں
 اہل وطن رہیں خوش سرور کی ہے دعا

شاہ تجھے مبارک ہو سال تو کا مقدم

صدیوں رہے جہان میں تو حکمران ہمارا

جلوہ امید

شب کو وقت باش نیکین دل بیتاب تھا
 پسکے پہنوں میں عجب انداز سے باونیم
 نیا نیلا سامنے تھا اک سہانا کوہ سار
 عالم رویا میں میں سرست ذوق خواب تھا
 چل رہی تھی بھیجی یعنی ناز سے باد نسیم
 جسکے دامن میں روان تھا ایک نکش آبشار

پڑ ہی چوٹی پہ تھیں سوج کی کر نیں زرد زرد
آسمان پر اک لواتھا زرد زرد زیر نشا ط
جلوہ آرا تھی لب سائل پر اک تدویر جن
بزم قدرت کے مناظر تھے اگرچہ دلنشین
گل سے رخساروں سے تھی آہستہ آہستہ فغان

ٹھنڈی ٹھنڈی روح پرور تھی عجب کچھ باور
اور شفق آلودہ تھا، امان صبح انبساط
پاکد رانی کا پتلا، شعلہ تنویر حسن
نقش حسرت تھی مگر وہ لعبت ناز آفرین
ماجرائے در و دل کرتی تھی یوں رو کر بیان

او میرے آنکھوں کے تار داو میرے نور نظر
تم کو میرے شیوہ مہر و محبت کی قسم
تم کیلئے کی ہو ٹھنڈک تم میرے دکھا سُرور
قابل عبرت ہو اب انیس، بارودا وطن
اپنے یاران دن کو تم نہ پہچانو گے کیسا
کیا کشاکش میں رہیں گے یونہیں ارکان وطن
حیث با تم کو ہے میرے دھوئیاں کی بھی خبر
یہ کس کس ناز و نعمت سے تھیں پالا ہے آہ
خیر میرے سخت جگر ہو میری مانند دست فرض ہے
بد گہنی ہے حد سب ناچاری اہل وطن

او میرے دل بند آوا سائنش قلب و جگر
تم کو مان کی مانتا، اوہراں کی شفقت کی قسم
پتلیوں کی روشنی ہو داو میرے آنکھوں کا نور
تم رہو گے آہ اکب تک خانہ برباد وطن
ہم صغیران چمن کو تم نہ پہچانو گے کیسا
جمع ہونگے کیا نہ اجزا اسے پریشاں وطن
مرا ہی دکھایا کچھ ہے پیاری ماں کی بھی خبر
میں نے جھیلیں ہیں جو کرباں میری شفقت ہو کر
پالا ہوسا ہی آہلیں ماں کی اطاعت فرض ہے
تمہی لازم آہ ہے غمخواری اہل وطن

قلب نازک میں ادھر اک مجمع اندوہ تھا
ایزانی تھیں ادھر کس شفق سے چوٹیاں

اور شریک نالہ بیم سکوت کوہ تھا
نیلی تھی عجب و کس قضاے آسماں

چل ہی تھی جسم کر یاد صباستانہ وار
خواب و راحت کا مگر وکٹش فسانہ تھا کوئی

تھی سہانی وادیان اور پر فضا تھا کوہا
وہ صداتی یا مسرت کا ترانہ تھا کوئی

جمع عشرت کے بدنے والی ہوا ب شام غم
آرزو میں کتنی شکر خانہ ویران ہو گئیں
آ رہا ہے اس و آسائش کا دور روزگار
میں طرفان کے تھپیڑے ختم ہو نیوالے ہیں
ہر چلی ہی تیر شمع انجمن کی روشنی
یعنی قائم ہو نیوالی پھر سے شان اتحاد
ظلمت شہائے غم کا نور ہو نیوالی ہے

رخصت اے عہد گزشتہ رخصت اے ایم غم
ہستے ہستے قوم کو غم آہ بصدیان ہو گئیں
دور ہو نیوالی ہوا بگر دش لیل و نہار
قوم و ملت کے بھیرے ختم ہو نیوالے ہیں
پھیلتی جاتی ہے پھر حب وطن کی روشنی
آ رہا ہے ہند میں پھر کارروان اتحاد
قید قوم و رنگ و ملت دور ہو نیوالی ہے

چھا گیا تسکین کا اک عالم دل بیتاب رہا
مسکراہٹ کی تھی اب لکھش جھلک نہ رہا
اب جو دیکھا آرزو و ناکامی کا گہوارہ تھا

لیکے آئی جب صدایہ جنبش بادِ سحر
جن لبوں پر تھی ابھی آہستہ آہستہ فغان
یاس و حیران کا مرقع جو دل صد پارہ تھا

تھا سکوت شب میں سپر اک ستارہ جلوہ گر
پیارے پیارے تھیں شمعین و دریا تھی
تھا فروغِ حنہ و لکھش شمع بزمِ انبساط
پر تو جس ازل تھا جلوہ جاوید تھا

خوشنما چوٹی جالہ کی تھی اک پیش نظر
ملکی ملکی کچھ عجیب تسکین فراتھی روشنی
روئے روشن کی نیا تھی جلوہ افروز نشاط
نجم لورانی نہ تھا اک کوکب اسید تھا

کچھ عجیب و گمشاد اسے تھا فلک پر جلوہ گر
یہ وہ جاو و تھا دلون پر جسے افسون کر دیا
تھے پریشان آہ! اک مدت سے جو اجڑا قوم
بھائی بھائی آہ! جو برسوں تھی بچھڑے ہوئے
ان میں یک رنگی کا عالم پھر نظر آنے لگا
سو نیا الو! خواب سے چونک کر ہونیکو ہے

تھا نگاہ نازک جاو و مسلط خلق پر
موتیوں سے دامن امید جس نے بھر دیا
متحد ہو کر وہ آخر بن گئے شہدائے قوم
تھے جو زخمیر نفاق قوم میں جکڑے ہوئے
اور ہم آہنگی کا عالم پھر نظر آنے لگا
آفتاب جب تومی جلوہ گر ہونیکو ہے

امید اور طفلی

یا دیکھن کے ہیں وہ دن اُمید
میں بھی کم سن تھا تو بھی کم سن تھی
تر کھلونا بھی میرے بچپن کا
ہے! وہ پھول سے ترے رخسار
لال لال انگلیں ان حنا آلود
وضع البیسی چال ستوالی
تو نے کیوں سیر ساتھ چھوڑ دیا
تجھ میں کیا وہ وفا کی خونہ رہی
تو وہ چاہت نہ ہے وہ ناز و نیناز
وہ مردوت رہی نہ انگلی سی

جبکہ تھی تو صغیر سن اُمید
اور تری آرزو بھی کم سن تھی
تجھ سے تھا ساتھ چولی دامن کا
اُف بوجہ بچپن کے تیرے ساتوں سنگھار
مسی بالیدہ لب کبیر و کبیر و
میرے بچپن کی گیسوؤں والی
ہاتھ میں لٹکے ہاتھ چھوڑ دیا
نہ رہا میں ہی یا وہ تو نہ رہی
کہ وہ تیرے بدل گئے انداز
وہ محبت رہی نہ انگلی سی

پھر گئی تو نگاہ کی صورت
 طور بے طور ہو گئے تیرے
 کس سے تو آہ بول نکا بیٹھی
 بھٹکے تو کتنی جلد بھول گئی
 او! مری لاڈلی! مری پیاری!
 میرے بچپن کی ٹھگ رتھی تو
 مجھ سے بیگانہ خونہ تھی پہلے
 رات کو لوریاں سناتی تھی
 اُف! وہ معصوم مشغلے تیرے
 وہ گلے سے مجھے لگا لینا
 بول بیٹھے وہ بولنا ہنس کر
 کبھی چاہت جتا کے کرنا پیار
 او! میرے باغ کی کلی! امید!
 تجھ میں غمازیان نہ تھیں پہلے
 کھیلنے کو دے کی گھاتیں تھیں
 گو کھلونے تھے مجھ کو بے پروا
 لے کے غلام دل و جگر تو نے
 وہ رزکین کے مشغلے نہ رہے
 نہ وہ اگلی سی خاک بازی ہے

نہری وہ نبیاء کی صورت
 ڈھنگ کچھ اور ہو گئے تیرے
 کس کے پہلو میں چھپ کے جا بیٹھی
 غیس کی آرزو پہ بھول گئی
 تھی یہی آہ! بشرط غمخواری
 میری طفلی کی یادگار تھی تو
 مجھ سے بیزار تو نہ تھی پہلے
 دن کو جھولا بنے جھلاتی تھی
 وہ دادائیں! وہ چوچلے تیرے
 نیچی نظروں سے دل بٹھا لینا
 لب سے وہ قند گھولنا ہنس کر
 کبھی کہنا "میں تیرے رخ کے ثناء"
 میری طفلی کی لاڈلی امید!
 فتنہ پر وازیان نہ تھیں پہلے
 اور تری پیاری پیاری باتیں تھیں
 تھی گر آہ! تو کچھ اور ہی چیز
 پھیر لی مجھ سے کیا نظر تو نے
 وہ آسنگین! وہ دلوں نے نہ ہے
 نہ وہ نغمے! نہ نے نوازی ہے

ایک حسینہ اور جگنو

جگنو آواز شب تار میں جگنو ہو کر
میرے ماتھے کا چمکتا ہوا جھومر ہوتا
کیا چمکتا ہے شب تار میں تنہا جگنو
دے نگاہوں سے نہ دھوکا مجھے تو گم ہو کر
آتشِ حُرّ کا تو کاش سب دہا رہوتا
میرے ماتھے پہ چڑھے چاند کا ٹکڑا ہو کر
کاش تو سوزِ غمِ عشق کے قابل ہوتا
شب کو جھم جھم مری مٹھی میں چمکتا ہو تا
اور کھڑا جھلکے ندیدہ کوئی نکلتا ہو تا

میرے امکان میں جو ہوتا تو نہ جگنو ہوتا
یا ترے حُرّ گلو سوز کا گہنا ہو کر
اوجینہ ترے زیور کے جو قابل ہوتا
یا قبا کا میں تری تکتہ زر کش ہوتا
یا پتیلی پہ تری پارہٴ آخگر ہو کر
گرمی سوزِ محبت سے جو تو اُن کر کے
شعلہٴ رُخ کا ترے محوِ نظارہ ہو کر

آتشِ شوق میں جل بجھ کے فنا ہو جاتا

تجھ پہ میں صورت پر ورنہ فدا ہو جاتا

(جگنو کا سوز)

میں غریب آہ! اگر جلنے کے قابل ہوتا
شب کو اُڑتا نہ چمکتا ہوا کیسٹا ہو کر
کسی مھوڑ کا داغ دل سوزان ہوتا
سوزش داغ محبت کا حسہ ارہ ہو کر
کسی محفل میں سلگتی ہوئی مجسمہ ہوتا
کسی عاشق کا چراغ سرد فن ہو کر
کسی تقدیر کا ارمان بھرا دل ہوتا
دروہن کر کسی پہلو میں چمکتا شب کو
سوز پر ورنے کے پردے میں نمایاں ہوتا
نہ چمکتا میں کسی پھول پہ جگنو ہو کر
گر می سوز تپ غم سے پکھلتا ہوتا
یہی حسن ازل کا جو اشہ ارہ ہوتا
آسان مجھ کو اگر سوز محبت دیتا
سر ترے حسن کے شعلے سے ٹپکتا ہوتا
آہ! میں تشنہ لب ذوق شہادت ہی ہوں

کسی محفل میں چراغ سرد محفل ہوتا
ٹوٹ پڑتا کسی شعلے پہ پتنگا ہو کر
کسی ہجو کی آہ شررا نشان ہوتا
آگ کا شب کو چمکتا میں شہارہ ہو کر
کسی فانوس میں میں شعلہ مضطر ہوتا
جھلکتا کسی ویرانے میں روشن ہو کر
کسی ننھی سی تھیلی پہ جلا دل ہوتا
شرر عالمہ دیو میں چمکتا شب کو
شب کو محفل میں حسیں کی چراغان ہوتا
کڑھلکتا کسی رخسار پر آنسو ہو کر
کسی زانو کسی دامن پہ چمکتا ہوتا
بند میں قیس کی آہوں کا شرارہ ہوتا
ایک کپڑے کو جو پروانے کی قسمت تیا
شجر وادی میں پہ چمکتا ہوتا
تجھ سے محروم میں اے سوز محبت ہی ہوں

سوزش عشق کے قابل جو نہ پایا ہوتا

ایک کیڑے کو نہ اللہ بنایا ہوتا

عنقوان شباب

کی گزشتہ خود پرستیوں کی حسرت آلود یاد

حسرت! اے عنقوان برناتی
 اب وہ سوداے خط و خال کہاں
 گل زحاریوں ہیں پڑ مڑ وہ
 نہ وہ لہجہ رہا، نہ طرز مقال
 نہ رہی وہ بیون میں اگلی سی
 نہ رہا ان کا سلسلہ ہے ہے!
 ہو رہے ہیں سپید موئے سیاہ
 مت گئی آفت! وہ چاند سی صورت
 سلک دندان کا جب خیال آیا
 لطمہ سیل عمر رفتہ میں
 رحم! اے سوج رعشہ پیری
 مدد! اے آنسوؤں کی لٹیا فی
 دل کے داغون کو مرہم کا فور
 تجھ کو آسمان کج رفتار
 ہم بہت سداٹھا کے چلتے تھے
 رخصت! اے کارروائی رعنائی
 نہ وہ ہم ہیں، نہ وہ خود آرائی
 جیسے کلیان چمن میں مرجھائی
 نہ تخلم، نہ ہے وہ گویا فی
 شکر افشائی و شکر غائی
 ہم تھے جن گیسوؤں کے سودائی
 صبح پیری ہے شام برناتی
 جس پہ تھا ہم کو نازیکتائی
 لب پر روتی ہوئی ہنسی آئی
 بہکے تختہ شکایتی
 اپنی کشتی بھنور میں چسکائی
 آگس سوز و زور و نئے بھڑکائی
 صبح پیری نہ لے کے تو آئی
 نہ چاری روش پسند آئی
 تو نے آخر زمین دکھلائی

نہ رہا آہ ! وہ حدیقہ عیش
 کھل کے مرجھا گئے وہ پھول افسوس
 اب ہے اجڑی پڑی وہ بزم نشاط
 اب وہ جلسے کہاں ہیں یا رون کے
 وہ شب ماہ و بزم رقص و سرود
 سبز و بلخ و ساتی و عشق
 گریبون کی وہ چاندنی راتیں
 دن آنگون کے سن جوانی کا
 شب کو باغون میں غنچہ احباب
 آہ ! وہ ننھی ننھی کلیوں میں
 پتے پتے میں حسن کا عالم
 پانی کی ہلکی ہلکی موجوں میں
 ٹھنڈی ٹھنڈی ہو ا کے جھوکھن
 نہ رہے وہ شباب کے جلے
 روئیں کس کس کو کس کو یاد کریں
 تلوے گھال ہیں پند لیان کزود
 ضعف پیری نے ہے بنا رکھا
 ہائے ! وہ دن بھی تھے قیامت کے
 ہم کو اسے تازہ داروان شباب

حسین تھے محو غمہ آرائی
 روح افزا تھی جن کی رعنائی
 جس سے تھا لطف صحبت آرائی
 ہم ہیں اور آہ ! کج تنہائی
 مطرب دار غنون و غمنائی
 شیشہ و جام و بادہ پیائی
 نیلا نیلا وہ چرخ مینائی
 کچھ تریپ دل میں کچھ شکبائی
 سرو و شمشاد کی صف آرائی
 کسی کم سن حسین کی رعنائی
 بوٹے بوٹے میں شان برنائی
 دل کا انداز نا شکبائی
 لب جان بخش کی مینائی
 حسرت ! اسے ذوق محفل آرائی
 اُف ! وہ ہنگامہ خود آرائی
 نہ رہی تاب گام فرسائی
 گھر میں پابند قید تنہائی
 چال میں جب تھی محشر آرائی
 کید دکھاتے ہو شان برنائی

اس مرتع میں صورت تصویر
لب میں اعجاز آنکھ میں جادو
چوڑا سینہ بھرے بھرے بازو
کبھی ہم بھی جوان رہنا تھے
دن میں کپڑے بدلتے تھے سو بار
ہم سنئے تھے ننھی ہماری وضع
دن کو یاروں کے رہتے تھے جلے
بن کے یوسف جو جاتے تھے بازار
سریہ کج تھی کلاہ عجب و غرور
کبھی سنہدی لگائی اٹھون میں
زعفرانی کبھی قبایلی
دیکھتے تھے کبھی جو آئینہ
یسکن اگلی سی اب کہان باتیں
روٹھ کر ہم سے چل دیا جو شباب
تجھ سے صبر و قرار تھا دل کو

ہم بھی تھے نقش ناز کیستانی
قدیں شوخی تھی خدیں زیبائی
اے دروغا! وہ شان برنائی
یون نہ پھرے یہ تھی خزان چھائی
گرم تھی محفل خود آرائی
نئی سچ دھج ننھی تھی رعنائی
شب کو پروں سے صحبت آرائی
جمع ہو جاتے تھے تماشائی
زیب برتھی قبائے رعنائی
کی کبھی رخ پہ عازہ آرائی
کبھی دثار سرخ رنگوائی
پہرون رہتے تھے ہم تماشائی
نہ وہ صورت رہی نہ رعنائی
اُف! یہ کس کی ادا تھے بھائی
تجھ سے تھی رنج کو شکبائی

میں تیری نہ قدر کی ہر نیم
لکھو کے آئی سمجھ تو کیسا آئی

آنیوالی گھڑی

ہے نشاط افزا عجب تو آنیوالی او گھڑی
کتنی اسیدین ترے داس کی ہیں پالی ہوئی
بیکسی میں جو غریبوں کا سہارا آہ تو
رہبر کوئے تنہا ہے مگر تیرا عصا
تو نہیں دلچسپ بیچ آہ خالی او گھڑی
گو دتیری آہ! ارا نون گب خالی ہوئی
یاس میں ہے غم نصیبوں کا سہارا آہ تو
ہر شکستہ پاکے ہے تو پائے کا گویا عصا



تو وہ نقش و نشین ہے آنیوالی او گھڑی
جس میں ارا نون کی ہر سوطوہ گریں عزیزین
درد و فرقت کا ستایا عاشق حرمان نصیب
ڈالتا ہے آہ بہ بیتیرے مرتعے پر نظر
اور بیٹے کی تنہا ہے جسے وہ باپ آہ
اور وہ ماتم نشین، ہاتھوں بیوہ غم نصیب
یا میں گئے عالم میں بھی ہوا ہے دلین شادمان
نوشیون کو آہ! وہ منہ لے چکا کہش میتم
آئینہ خالتے ہیں تیرے بیکسوں کی نگہ سار
جو غم گھر گھر گھومتا ہے آہ بدوہ مانہ نشین
جو گھومتا ہے تجھ میں گھر بیٹھے ہوئے دنیا نئی
بدوہ اسیر وادی غربت، بدوہ ناکام وطن

وہ طلسمی دور ہیں ہے آنیوالی او گھڑی
تیرے "اہم" میں عجب پیش نظر ہیں صورتین
کر وٹیں شب بھر ہے بستر پر بدلتا جو غریب
اپنی معشوقہ کو اس میں دیکھتا ہے جلوہ گر
دیکھتا ہے اپنا جیتا جاگتا نور سخاہ
ہے غم شوہر ہیں ناکام تنہا جو غریب
ہیں ترے صورت کہے میں کچھ بچہ بیکسین
شب جو کرتا ہے بس چائونین بے دلی و گھیم
دیکھتا ہے چھوٹا مید گئے نقش و سخاہ
جستے باہر گھر کی پوکھٹ سے قدم رکھائیں
ہے تیری بزم تماشا بھی تجیسہ زرا نئی
گویش غمستہ جس کے میں شاق پیغام وطن

دیکھتا ہے تجھ میں یارانِ وطن کی صورتیں
جس میں اُمیدوں کا جلوہ سب کو آتا ہے نظر

لمو میں گھیرے ہوئے رخ و محن کی صورتیں
تِناؤن کی محفل ہے وہ قصہ مختصر



محفل ہستی میں ہر تو اک طلسم و فریب
آئے والی آرزوؤں کی ہے تو بزمِ نشاط
تو وہ محفل ہے کہ اک طرفہ تماشا تجھ میں ہے
پھول اُمیدوں کے چنتے ہم تر گشتِ سن ہیں
نا اُمیدی بن کے چھا جاتے ہیں جہانِ غم
دیکھتے ہیں شامِ غم میں آہ ہم خوشیوں کو خواہا

نے والی ادھر ڈی! اوایہ صبر و شکیب
رے دہن کی ہے اک اک آرزو بزمِ نشاط
ہا اک دلکش تِناؤن کی دنیا تجھ میں ہے
یکڑون ارمان وابستہ ترے اس گہ ہیں
ل یہ جب ہوتی ہے طاری کثرتِ افکار غم
اٹھا دیتی ہے چہرے سے مسرت کے نقاب



محو ہو جاتے ہیں سب آتے ہی تیرے یک کلم
یہ کر نیکے "پیشترے فکر سامان کرتے ہیں
محو کر دیتے ہیں دل سے آہ سب قول و قرار
یو نہیں کہہ دیتے ہیں غفلت میں تجھ کو جانِ جان

ندھتے رہتے ہیں اپنے دل میں منصوبے جو ہم
پنے دل سے ہم اگر چہ عہد و پیمان کرتے ہیں
ہری صورت دیکھتے ہی ہم گمراہے غمگسار
یہ کر دیتے ہیں ہم "موجود اگھڑیاں" رائیگاں



روح فرسا جس کے بس نقش و نگار و نشین
گھٹ کے مر جاتے ہیں دہلیز آہ بلبانِ سخن
وہل میں بھی آہ! تو آسائش پہلو نہیں
ساتھ لیکر کب نہ آئی مجھ سے آلام کو

جہ تباکیا تو ہے وہ نا طورہ ناز آفرین
ہو پری کیا تو ہے؟ جہکامل پہو ہی نصیب
ہانسان کب خیم پُرن کا ترے جادو نہیں
ڑنے دی نکین ظالم ہا کب کسی ناکام کو

تجربیں جلوہ آہ اسچی کامیابی کا کہان
 حُسن میں تیرے خیالی ہیں کرشمے جلوہ گر
 اسی کی کسی تعمیرِ تھیں قائمِ حُسن کین
 دید کے قابل تھی جنکے لالہ و گل کی فضا
 ہو گئی شہرِ خوشان اپنی بزمِ خوش سواد
 قلبہ نازک کے لئے کیونکر نہ ہو سوانِ جان

تیری صورت سے اگرچہ دلفریب ہو عیان
 کھینچی تیری ادا ہے گرچہ دامنِ نظر
 سانس ہے جو آئینہ کی دلکش ہر زین
 کیسے کیسے اس پہ لگوائے تھے بلغِ خوشنا
 تیرے دامن تک پہنچتے ہی گردِ مہر
 ایسا نقصانِ عظیم ایسا ضرر ایسا زیا

عیش کا خمیازہ ہے تو آئینہ والی او گھڑی
 اتنی ہی موجودگی میں دل میں ہو وہ دُعا
 گنتے رہتے راہِ تیری عمر بھر فرقتِ نصیب
 کاش! ہوتا اک جگہ پر تیری نگاہ کی توار
 جبین لکھنؤںِ حمتیں ہیں اور ہزاروں ہنسی

اک فسون تازہ ہے تھانے والی او گھڑی
 جتنی آئینہ کی حالت میں ہے تو غمِ خواہم
 کاش تو آتی نہ ظالمِ غم نصیبوں کے قریب
 آہ! اے عمر و ان کے ابلقِ لیل و نہار
 اور کر کے حال موجودہ سے ہم قطعِ نظر

دیکھتے رہتے ہمیشہ یہ نہیں میدانِ کسے خواب
 آرزوؤں کے نہ غم میں دل کو ہوتا چوچ و تاب

مبار کیا وعید

(عزیزِ ازبان محمد عبد الوہاب رحمہ اللہ)

قطعہ

واحد خوش منظر مبارک ہو

عیدِ قرآنِ تحسینِ خزارِ کس

لے کے آئی صبا پیام نشاط
 شب کو عیش و نشاط دن کو سرور
 ہو تھین عمر نوح و خضر نصیب
 تم کو اے مایہ نشاط پدر
 سر پہ لہرائے پرچم اقبال
 فرق نیکو پہ اسے مجستہ پے
 پیار بہنوں کا التفات پدر
 سر پہ دست پدر رہے زپاش
 یہ مبارک سحر مبارک ہو
 تم کو نور نغمہ مبارک ہو
 سر پہ نخل پدر مبارک ہو
 گنج نعل و گہر مبارک ہو
 در پہ کوکس خضر مبارک ہو
 تاج علم و ہنر مبارک ہو
 تلو جان پدر مبارک ہو
 بارش سیم و زر مبارک ہو

میری چشم امید کو آقا
 سرمہ خاک در مبارک ہو

رعبات

رسالہ

تصویر جاہل عالم آرا ہنر
 نوروز آیا ہے لے کے پیغام نشاط
 زیبا چشم و خنجر ریختا جگر
 چو تھی کی دہن غروس رعنا ہنر

او بخیر! دوست مے جام نشاط
 ہے مزدِ نوروز سے کیا رنگ چین
 اٹھ سو کے کہ ہیں مفتخر ایام نشاط
 ہر بھول ہے شاہد گل اندام نشاط

کافور ہے دل جلون کو تنویر سحر ٹھنڈک ہے کلیجوں کی طباشیر سحر
جی اُمیدیں دلون میں آرزوئیں مرک کیا روح فزا ہے راہِ تاباشیر سحر

پھر عیشِ دوام لے کے آیا نوروز پھر بزم میں جام لے کے آیا نوروز
”دلایا ہوں میں سال نو کی خوشیاں ہزار“ یاروں کو پیام لے کے آیا نوروز

اے بخونِ نشاط ہونے والو! اُٹھو سرمایہ عمر کھونے والو! اُٹھو
آتی ہے وہ قافلہ سے آوازِ جرس نکلا خورشید۔ سونے والو! اُٹھو

پھر لالہ و گل ہیں زیبِ دامانِ چین پھر جھوم رہے ہیں سرورِ یکانِ چین
ہیں صحنِ چین میں تہنیتِ سنج بہار یعنی ہیں ترانہ ریزِ مرغانِ چین

(ادیب الہ آباد کا خیر مقدم)

نکلا ہے ادیب پنکے نیرنگِ نظر آنکھوں سے کہو کہ دیکھ لیں رنگِ نظر
سُن تو یہ کہ ہر سحرِ آج اے گوشِ خیال آتی ہے صدائے نغمہ چنگِ نظر

ہیں اوجِ کمال کے نمونے اسین نیرنگِ خیال کے نمونے اسین
وہ پیکرِ من چہ کہ آتے ہیں نظر دلکش خط و خال کے نمونے اسین

وہ گل ہے یہ۔ بوئے آرزو اس میں ہر گل کی بہار رنگ و بو ہے اس میں
وہ آئینہ ادب نما ہے یہ سرور تصویر کمال ہو ہو ہے اس میں

دیہ کی رہے ادب کا زیور ہو کر چمکے تلج سخن میں گو ہر ہو کر
اقلیم سخنوری میں شہرت اس کی اُڑتی رہے نگہبست گل تر ہو کر

گلدستہ گلہائے معانی ہے ادیب گنجینہ اسرار بہانی ہے ادیب
نیز نگ فسون تانہ ہے ہر مضمین مجموعہ اعجاز بیانی ہے ادیب

شیشون میں جھلکتی ہے نئے ناب نظر ہون آکے شریک بزم احباب نظر
ہے نور بکھاہ ویدہ شوق۔ ادیب آنکھوں سے نکائیں کیوں نہ ارباب نظر

ارباب سخن بزم سخن میں آئیں مرغان غزل سراجین میں آئیں
یعنی ہے صلائے عام یاروں کیلئے اسباب نظر کی انجمن میں آئیں

اُتری ہے فصاحت کی پری شیشون میں اِنطیاس کی ہے جلوہ گری شیشون میں
اوراق ادیب ہیں اشعار سرور یا ہے مے لالہ گون بھری شیشون میں

غمِ فرقت

یا دلفلی

کہ ہر گیارہ بہرِ بکریں بوجات تہی جیہ غمِ جانے
 نہ دل تھا صرشت کش تہا نہ تھی زبانِ آشنا سنان
 کہان گئی وہ بہارِ طفلی بہ کہ ہر گئے وہ نشاطِ کن
 گویا آہِ بیکر حیرت نہ ترو تھا جیہ غمِ خزان سے
 کبھی تھا کوئی کلامِ نوایں کبھی تھا پس سرودِ قمری
 چمن میں کرا تھا چھپرِ بیرون میں جا کے مرنے کو
 میں دل میں خوش تھا کہ گاہی ہے میرے بکشتِ گاہی تر
 بہلا نہ تھا رازِ عشقِ گل کا جو بھوکو بیل کی ہستان سے
 بہت دوزخِ سیرتِ رازِ باموں پہن کی صورتیں
 ہزار نئے سنایا ہوں میں او پہنچے بہتری زبان کا
 جو امیں کا غدلی شے ناؤں بہت لب جو بنانا کے
 برس گئی کوئی ٹھنڈی ٹھنڈی جھڑی جو ساؤ کی لڑکھا
 کبھی شگوفوں کو چرستا تھا کبھی تھا کلیوں کو پیار کرتا
 شادیں بھی تھا آج بیل داسے گل پر ہزار جان سے

بچن کے سبز پہ تیرے چھپے میں توں ادا ڈر کیا تو بڑھو
 کہ جیسے چھو۔ لے خدنگ خارا شگاف کوئی کڑی کٹا
 کبھی تنہا کہ چارہ کو میں گھر اپنے لاؤں بنا کے بھان
 کبھی یہ حسرت کو توڑاؤں میں جا کے تار و نگوں کسان
 وہ شوق افزا محبت تھیں راتیں میں جب اچکاتھا توڑنے کو
 اگرچہ اونچے بہت ستارے تھے دست باز دے نا تو ان
 کبھی جو آئینے میں یکایک نظر پڑی بھبھو اپنی صورت
 رہا ہوں بہرون میں محویت کہ پیاری شکل آئی یہ کہاں
 لبوں پر بچپن کی کیا کہ آئے گی اب وہ معصوم مسکراہ
 ادھر رہے اناکار اے جوانی! وہ کیا نہ نکلے گی اب بے
 نیم دینے کو مجھ کو لوری نہ شام فرقت میں آئی کی کیا
 جگر کے ٹکڑے اور ٹنگے کب تک ہو میں آہ شرفشاں
 بتوں کے تیر نظر کا بسل نہ تھا۔ خوشا روزگار طفلی!
 نہ لاگ شہرگ کو نشتر سے نہ چھڑ پہلو کو تھی رساں سے
 نہ دل کو فکر معاش کا غم۔ نہ مرگ احباب کا تھا ماتم
 لہو کے آنسو نہ آہ؛ راتوں کو تھے روان چشم غمناک
 زنجی گرانبائی مشاغل۔ نہ تھی یہ پابندی علائق!
 اسیر زنجیر غم نہ تھیں۔ نجات تھی شورش جہان سے
 جگر پہ میری تہ طعنہ ہے کے کرخت پڑتے تھے تیغ بن کر

شہید شیعہ اقربا تھا نہ کبریا دشنہ زبان سے
 میرا منہ دلہ تھا عرش اعظم میرے کھلونے تھے چاند کو
 اوتار لاتا تھا جاکے تارے زمین پر راتوں کو آسمان سے
 میرا گھر وندا تھا گھر کا آنگن۔ اسی میں جہان تھا میرا بچپن
 تجھے بلایا تھا کس نے ظالم اشباب تو آگیا کہاں سے
 رہے جو تو اے شباب جہان باں غم دیتے دیاں مہرمان
 مجھے توقع نہیں ہے یہ بھی ملسم نہ رنگے جہان سے
 ابھی ہے تیرا فشار باقی۔ ابھی بڑا پایا ہے آنے والا
 ملک کو لینے بھی ہیں بدلے بہت سے اک جڑ ونا تو اس
 ہزار جنگلوں میں زندگی کے ہزار دنیا کے ہیں بکیرے
 سرور صدے انھیں تو کیونکر انھیں یہ اکشت استخوان

حسرت وطن

پس فنا میری چھوٹی سی یادگار بنے
 جہان تھا آہ! لو کہیں کا میرے گہوارہ
 صدایہ مرقد سقراط سے ہر آتی آہ !
 مے نفاقی وطن آہ! یہ کہاں اُمید
 میرے ہر ساتھ میری آرزوئے محب وطن
 قفس میں میری تسلی کے واسطے میاں
 غریب جہون میں وطن میں میرا مزار بنے
 لحد بھی موی مرنے کو دگار بنے
 پئے جو زہر وطن کا وہ جان سزا بنے
 غلط! کہ رشتہ نازک یہ استوار بنے
 میرے مزار کے پہلو میں اک مزار بنے
 وطن کے پہلوں کا ایک کینج خوشگوار بنے

وہ مرغ آہ! جو تیرا ہر دست پروردہ
 و فدا پرست ہو جہ دل وہ آہ! بسل ہو
 زمین پہ آہ! میں وہ نقش نامزدی ہوں
 وہ پہول آہ! جو ہونا زش بہار چمن
 رہی جو کا ہش بہم یونہیں تو اسے صیاد
 کین میں برقی ستم گھات میں ہوا دھڑل
 لالہ! مجھے سوز اشتیاق و وطن کو
 دلانہ یاد وطن مجھ غریب کو ہر دم
 نسیم لیکے جو غربت میں آئی کوئے وطن
 خلش فروش پہ کٹے یونہیں تو دشت جنوں
 ترس گیا تیرے جلوہ کو آہ! صبح وطن
 چمن سے لاکے صبا! پہول دو چڑا دینا
 دیار غیر میں کہ نہ اے! صبا! برباد
 وطن کی راہ نسیم سحر! بستا دینا
 دم! اخیر ہے یاروں سے جا کے کہد اہل
 وطن میں جا کے بنے روح نکوت برباد
 اسیر دام ہوں۔ انکھیلیاں نہ کر مجھے
 وہ غم نصیب ہوں۔ اسے چارہ سا نہ ہے مجھے
 تڑپ کے دم جو دیار غریب میں توڑوں

قفس میں درد اسیری سے پتھر بنے
 وہ آنکھ جس میں مروت ہو اشکبار بنے
 ہزار بار بگڑ کر نہ ایک بار سنے
 نظریں بلبل و گلچین کے چھکے فغا بنے
 قفس کی آہ! نہ تیلی تن زار بنے
 چمن میں خاک شجر کوئی بار دار بنے
 عجب نہیں ہے کہ آنسو ہر اک شہر بنے
 کہ میری جان پہ نہ آئے درد انتظار بنے
 شام شوق میرا ناقصہ تار بنے
 کسی غریب کے خون سے نہ لالہ زار بنے
 میری طرح نہ کوئی تیرہ روز گار بنے
 پس نہ جا جو میرا دشت میں مزار بنے
 وطن میں آنکھوں کا سرمہ میرا غبار بنے
 کہ میری خاک نہ یاروں سے شہر بنے
 کہ کیسی نہ میرے غم میں سو گوار بنے
 ہوا میں اڑتے بکولہ میرا غبار بنے
 صبا سے کہد وہ میرے گلے کا بار بنے
 اہل ہے جو کوئی میرا غمگسار بنے
 میرے وطن میں میرا گفن و مزار بنے

یہ لوح گو و غریبان پہ ثبت ہو صریح کہ ایسے کوئی وطن کا نہ جانثار بنے

سال گذشتہ

زمین پہ ہر ہفت زمستان ہو تا پڑا تو آہ! لب نسیم پہ ہیں نا لہساے دلجو آہ
لکھو! کہ چرخ کا گھنٹہ ذرا سنبھل کے بجے صد ہا ہو گئی تھی۔ کلچر مسل سل کے بجے
تمام سال گذشتہ ہوا اور بیغ دروغ رفیق مجھ سے ہوا اک جدا بیغ دروغ

میرے رفیق میرے غمگسار و اوپلا کہ ہر گئے تیرے میل و نہار و اوپلا
نشاط عمر کو تو آہ! ایسکے آیا تھا نئی اسنگون کو سہراہ نے کے آیا تھا
ہر اک حال میں میرا شریک حال! کہ غمگسار میرا تو تمام سال! یہ کیا تم ہے! کہ ہوتا ہے توجہ نہ

پڑا ہے بے حرکت آہ! جسم زار تیرا جگر پہ دلغ محبت ہے یادگار تیرا
فطر نہ آسکا اب جلوہ سحر تجھ کو نہ ہو گی آہ! نئے سال کی خبر تجھ کو
جہان سے منگنی ہستی بے ثبات تیرا ملیگی تجھ کو نہ گوری ہوئی حیات تری
وہ آہ اتیری رفاقت۔ وہ شرط غمخواری وہ اختلاط! وہ اُف سے تیری فادگی
جہان سے آہ! میری با وفا گزرنہ اُبی سرے ہستی غانی سے کہی کہ نہ ابھی
سمند عمر سے کہہ۔ ذرا ٹہر جائے چڑا ہے نشہ خواب اجل اتر جائے
جدا نہ مجھ سے ہو میرے رفیق تنہائی بہت دنوں ہی رہا گو م محبت آرائی

یہ ہیں جام سے انبساط کے توسنے
بسر کئے ہیں بہت دن نشاط کے کوسنے
نہ ہوگی آہ! مبارک یہ قال نو تھک

جہان کی بزم میں جب تک قیام تھا
لیکھا تھ سا نہ اجل شادمان مجھ کو
چھلک گیا تیرا جام سرور وادلا
اگرچہ کہتے ہیں دشمن تیرے بڑا تھک
جہان سے قصد عدم کا نچو دریغ دریغ
لو نہیں جی کے میرے ٹکڑا کیا تھا
وہ لطف صحبت و ہنگامہ نشاط دریغ
سے نشاط سے مہر جام تھا تیرا
و کھایا نہ تیرا دور آسان مجھ کو
رہا نہ وہ تیرے آنکھوں میں لہر وادلا
و عائن دینا ہون میں یا رہا و قاتھک
اٹھا ابھی سے نہ رخت سفر دریغ دریغ
کہ لطف ہستی ناپائیدار کیا تھا
وہ قہقہہ وہ سہائیں وہ اختلاط دریغ

ہنسی خوشی کے تیرے دن کدھر گئے ہیں
وہ تیرا نور نظرات ری تیری حرمت شوق
قضا سے پہلے نہ پہنچ گیا جا نشین تیرا
یہ رات تارون بھری سرور وادلا
فلک ہے آکسین میں تجھے شانے کو
وہ خوشگوار شمال گذر گئے ہے ہے
اڑا ہے آتا ہی گشت سمن شمع شوق
نصیب ہو گا نہ دیدار واپسین تیرا
اڑی ہوئی تیری رنگت یہ دور وادلا
تجی اُسنگ لئے سال نو ہے آنے کو

ہزار حیف! کہ حوبے کسی کی ہے تصویر
چراغ شام میں اگلی سی وہ مینا نہری
ابھی سے غم کے لب پہ ہیں نالہ شکیں
نظر فریب ستاروں کی وہ! دا نہری

کہ چوہ کے آگئے اب آہ بتا کر گیسو
مفارت کا سان سو گوار آپہنچا
دم اخیر ہے۔ جی بھر کے پیار کر فیس
جو آخری تیرا ارشاد ہو جی لاؤں

ہے نیلی انکے وہ دوش پر گیسو
تیرا پیام اجل۔ نمک بار! آپہنچا
شہر: شہر کہ تجھے ہم کنار کروں میں
لے تو موت کے بدلے تجھے شفا لاؤں

کہ وہ گلاب سی رنگت رہی نہ چہرے پر
کہ چل بسا وہ غریب الدیار واویلا
زمین کو سوپ بھی دو میرے باؤں کو کوئی
زمین پر ہے نیا آہ: نقش پاکوئی
اجل نصیب کو زیر مزار رہنے دو
کہ آرا ہے نظر مجھ کو اک نیا چہرہ

وہ تازگی۔ وہ صباحت رہی نہ چہرے پر
رات آہ: میرا نمک بار واویلا
کھلی ہے۔ بند کر دو چشم خوش اک کوئی
در مزار پہ ہے منتظر کھڑا کوئی
خروش نالہ بے اختیار رہنے دو
ہنان ہے خاک میں اُن اُن اُن اُن چاند

شکوہ صیاد

صیاد! تیرا نہ یوں دل پہ تاک کر
جھکوٹا کے آہ: نہ پیوند خاک کر

میں بہت پرہیز۔ جھکوٹا غلام ہلاک کر
میرے ٹیکر کو دشمنہ غم سے نہ پاک کر

نالوں سے بدگمان میرے بیداد خواہو
بلکہ سمجھ کے دے آؤ تو بہو۔

بر باد میرے فاروخ آشیان کر
مجھ تو آؤں یہ یہ ستم ناگہان نہ کر

مجھ پر جھائے تازہ عیش بدگمان کر
مجھ کو پسر ملکہ طوق گر ان نہ کر

مرتاؤن کا نصیب جو کنج قفس ہوا
مجھ پر ستم کا وار جو باکی برس ہوا

وہ دل نہیں رہا۔ وہ طبیعت نہیں رہی تیرے تم اٹھانی کی طاقت نہیں رہی
دل سرد ہو گیا۔ وہ حرارت نہیں رہی وہ نالہائے گرم کی عادت نہیں رہی

مجھ کو نہ کر اسیر کہیں صیدِ خستہ ہوں

صحنِ چین میں طائر باز ہلکتے ہوں

یہ جوشِ لالہ و گل رنگین ادا دیرین یہ بھینی بھینی جنبشِ بادِ صبا دیرین

یہ اووی اووی آہِ لب جو گھٹا دیرین یہ کنج و نشین۔ یہ چین کی نغلیں دیرین

پر میرے کس کے باندھ نہ صناد باغ میں

اٹھنے بھی دے مجھے۔ میرے کس کی نغلیں

چر کے نہ تیغ کے دل اندوہ گین کو دے ظالم بہ ابوشنہ چین جبین کو دے

پروا لگی جو شورِ شش آہِ مزین کو دے ازلِ نغان جو تو نفسِ آتشین کو دے

افسانہ چھڑ کر الم جان گزار کا

ننگوہ کر دیں تیرے ستم جان گزار کا

بھولا نہیں ستم ہوں وہ اگلی بہار کے نیرنگ یاد ہیں فلکِ دیوں شعا کے

ماتے قفس میں آف! وہ دلِ تیرا کے سودا سے گل وہ آہ! وہ دلِ آہ! وہ آہ!

وہ ذوقِ آشیان۔ وہ فراقِ چین دیرین

وہ تیلیانِ قفس کی وہ قیدِ محسن دیرین

دن بھر فراقِ گل میں تڑپنا وہ چرخِ کر پنجرے کی تیلیوں سے ٹپکنے وہ آہِ ہر

حسرت سے دیکھتا وہ میرا آہ: ہوئے دریا چمن میں نالہ بہرسم زبان پر
 وہ جوش اشک وہ نالہ خونباراے ہائے
 ڈوبی ہوئی لبو میں وہ منقار ہائے ہائے
 وہ موسم بہار۔ وہ کینچ قفس دریا
 وہ خون طرازی رنگ نار قفس دریا
 وہ قید غم۔ وہ سلسلہ پیش و پس دریا
 لب پر وہ آہ: شکوہ زنجیرہ الامان
 وہ ہاؤ ہوئے نالہ شہگیر الامان
 گردیاں: آٹھا چکا ہوں میں مجھ پرستم نہ کر
 میں عید بادفا ہوں مجھے شہتم نہ کر
 آنا نہ آہ: میری اسیری کو طول دے
 آزاد می چمن کے مجھے آہ: پہول دے
 پروانہ مجھ پر جو چہ نہ کس انجمن کا ہوں
 کیونکر کہوں کہ بلبل گویا چمن کا ہوں
 پابند حلقہ ہائے سلاسل نہ کر مجھے
 میں یہ۔ نہ ختم خور وہ ہوں بسل نہ کر مجھے

حسن

کاش اے حسن تو دنیا میں نہ آیا ہوتا
 دامنِ تسخیر نہ عالم میں بھسایا ہوتا
 بخت نہ سکتی تھی بن اسے جو تری دنیا میں
 بن کے جنگلاتِ محشر تو نہ آیا ہوتا

اور اگر آیا تھا۔ ہنگامہ محشر بنکر
 تجھ کو ہونا تھا حسین سے جو عالم کی
 اور سکھائی بھی جو حسین ان کو جاکل کیل
 نرم و نازک اگر اعضا تھے بنائے انکے
 کاش کچھ دردِ محبت بھی انہیں تو دیتا
 تو نہ ان خاک کے تباد میں آیا ہوتا
 شہوہ جو رقتم تو نہ سکھایا ہوتا
 دستانی کا طریقہ بتایا ہوتا
 دل حسین کا نہ پھر کا بسا یا ہوتا
 دل کے بدلے اثر نالہ و لہجہ دیتا

فریادِ آدم

بے ہے ہر گئی وہ نسیم ہمارے
 دلکش او انہی بجلی دیکھیاں کہ شبنم
 خون ہو کے دل میں میرے آنکھوں پر نہ پڑا
 آنکھوں پر ہوا ہے کانٹوں میں مان شوقِ آب
 پہلو بدل رہا ہے اب آغوشِ دہریں
 حد اضطرابِ شوق کی کجست ہو چکی
 اے ہر ماہ اے سحر و شام آرزو
 وہ دن تھا کرے لب کو تر پیرا کبار
 مجھ کو مے طہور ملے ساتی ازل
 پائے طلب شکستہ ہوں میں کو ز شوق میں
 مجھ پر کرم اگر بندہ عاصی ہوں اگر کرم
 وہ جوش گل ہے آہ نہ وہ سبز زارِ غلہ
 وہ پھول کیا ہوئے تھے جوانینہ و غلہ
 مجھ کو ہو رانا غمِ دستِ زارِ غلہ
 دامن میں یا کبھی تھے گلِ فوہارِ غلہ
 وہ دل جو آہ تھا کبھی زب کنا غلہ
 پہلو میں اب تڑپ نہ دل بقرارِ غلہ
 دو دن کو پھر دیکھ لیل و نہارِ غلہ
 بھر کر پیون میں جام مے خوشگوارِ غلہ
 آنکھوں میں میرے ہے ابھی باقی غلہ
 ہوں منزلِ جہان میں غریب الہ یا غلہ
 یارب ہو مجھ پر رحم کہ ہوں بقرارِ غلہ

موجِ اسیر ہوں۔ مجھے میرا بننے

بچھڑا ہوا وطن سے ہوں مجھ کو وطن

میں خوش بہشت میں میرے پروردگار تھا
پابند تھا نہ قیدِ ملاءت کا میں غریب
محمود تھا تھا قضا سے میں کیسا غم فنا
ما کام آرزو تھا نہ اس غم کد میں میں
واقف نہ تھا جہان کے پسیدہ بیاہت
سے ہے ہر گھر گیارہ دیر کج و نشین
تھا بچ بڑے گل سے سطر میرا شام
ہر سو ترانہ سچ تھے مرغانِ خوشنوا
دلوں کی ہوا بھی نہ تھی بلوغِ دہر کی
آگہ و نین میں گئی تھی کچھ ایسی ہارنڈ
دنیا میں آکے چھپہ حقیقت یہ کھل گئی

اب میں ہوں آہ اور غم ایام آرزو
چلا ہوں بیکسی کا میں ناکام آرزو

کلیجے کا داغ

زمین نہ یام عرش کا اتنا باند تھا
میرے دعا کو بابِ اجابت ہی بند تھا
بیرِ حل کو آہ و نہاں بند تھا
اچھا ہر کسی سے نہ وہ درد مند تھا
دشمن کی نہ دل کی نہ دردِ مجر گیا

بالین سے ناکھید تری چارہ گر گیا
 آہ ہاتری چاند سی صورت کہہ رہ گئی
 آنکھوں کا نور۔ رخ کی صباحت کہہ رہ گئی
 ہونٹوں کی لال لال روہ رنگت کہہ رہ گئی
 بچپن کے مسکانے کی عادت کہہ رہ گئی
 ہو نٹوں پہ اب ہنسی ہے جھنیش زرباکلو
 کیا جانے کیا ہو امیری نہی کی جان کو
 جیسے خزان میں بہول ہے نکبت لڑی ہوئی
 دل سرد جسم سے ہے حرارت اڑی ہوئی
 رخ سے گلاب کی سی ہے رنگت اڑی ہوئی
 آنکھیں کنول سی ہیں۔ نہ وہ چہرہ و پہول سا
 لوگو! ہے آج کچھ میرا تنہا ملول سا
 مچھ کو خبر نہ تھی کہ یہ غلام کین میں ہے
 آنکھوں میں نور ہے نہ صباحت میں ہیں
 قالب یہاں ہی۔ روح بہشت برین میں ہے
 زانو پہ سو گیا میرے سر رک کے آہ تو
 کھولے گا آنکھ کب میرے نور نگاہ تو
 کو مجھ سے اب نگاہ نہیں آشتا تری
 مجھ کو مگر ہے آہ وہی باشتا تری
 اگلی سی وہ اگرچہ نہیں ہے ادایتری
 اس غم میں بھی شبیہ ہے نکسین فزاتری
 تو کوئی دم میں خاک کا بیوند ہی ہوئی
 بوسے تو لے رہی ہوں میں لب بند ہی کوئی
 صبر و سکون کا کر نہ سفید بیتاب تو
 مان کا سمجھ کے توڑ دل داد خواہ تو
 بے نور آنکھ ہے۔ میرے نور نگاہ تو
 یعنی ہے مجھ غریب کا بوز سیاہ تو

میں نے سچ کے خاک کا پتلا زمین کو
حافظ خدا ترا۔ تجھے سونپا زمین کو

ایذا سے جان نثار چھکا ہنس طلب ہی دن بھر ہر کی یاد میں میں منتظر ہی
جب نصیب شب گزر گئی اور نصیب شب ہی دل میں نہ آہ، طاقت بے وقت ہی
نہیں آگئی تو طرفہ تماشا نظر پڑا
اک کج پڑ فضا لب دریا نظر پڑا

پچھلے پیر کا وقت تھا۔ جان بخش تھی ہوا اور میرے ساتھ تہا میرا نھا تھل رہا
صورت تھی پیاری پیاری وہ صدمہ دوا اک پہول تہا گلاب کا گویا کھلا ہوا

پہولوں کی بر سے بلصبا عطسہ پیڑ تھی
بھر پیر شمع نور کی اک جلوہ ریز تھی

چہرے پہ نور کی جو کرن تھی چمک رہی تھی گورے گورے گالوں پر سرخی چمک رہی
وقت خروم ناؤ کھرتھی لچک رہی شبنم اُدھر گلاب تھی رخ پر چہرہ رک رہی

نُخ پر جو چاندنی نے اُجالا تھا کر دیا
نکھڑے کا اور چُن دو بالا تھا کر دیا

لکھتا تھا مسکرا کے مجھے یوں دکھا کے پہول کس رنگ کے یہ گل ہیں۔ یہ ہیں کس اد کے پہول
کلیان گلاب کی ہیں نہ یہ موتی لکے پہول دکھش عجیب ہیں اس چمن دکھش کے پہول

دنیا کا ہے ہوا انہیں چھو بھی نہیں گئی
اُڑ کر ہے دُن کی غلہ سے بوی بھی نہیں گئی

اس کج دلتیش کی ہے آب ہو پسند دنیا کی بے ہند ہے مجھے ہنن اور پسند

ہو جس کو غلہ کا چمن و لکشا پسند
کا نٹون کو دہر کے وہ کرے آہ بکیا پسند

دینا سے آہ باب مجھے دبستگی نہیں

میں شاد ہوں کہ مجھ کو غم خستگی نہیں

میں جانتا ہوں ضبط کی عادی ہو کم نہیں
برسون رلا نیگا میرے سر نے کا غم نہیں
ڈراما رس بند ہا تو دل کو نبٹا ہوا کم نہیں
روانا ایسا مجھے میرے سر کی آسم نہیں

اشکون سے میرے غم میں نہ آنکھوں کو تر کر د

دنیا میں کچھ دلوں خوش نازوش بسر کر د

یاران عدم

یار رب مجھے دنیا کی ہوا راں نہیں ہے
وہ کل ہے یہ بوجھیں نہیں پاس نہیں ہے

لب تشہ الفت نہیں اوساں ہستی
پانی سے مجھے تیری یہ وہ پاس نہیں ہے

چھٹین نہ ہی جائیگی یہ درد وجدانی
دل ہے کوئی تیر نہیں۔ الماس نہیں ہے

بیمہر ہے۔ دنیا کی محبت پہ نہ جانا
عیار ہے۔ یار و نکلا سے پاس نہیں ہے

سرنگدہ دہریں کیا شے نہیں ناو
بچ آئیں نہیں ہے کہ غم و پاس نہیں ہے

وے جان حیرن سمجھ ہو کر نہ پتنگے
شعلہ ہے۔ محبت کا اسے پاس نہیں ہے

مڑتا ہوں میں۔ آسان میری شکل ہو لہجی
بالین پہ دم نہج کوئی پاس نہیں ہے

دم توڑتا ہوں ن وفہ زندگے غم میں
اگے کو بھی یار باب کوئی ایسا نہیں ہے

بندہ ہوں کہ نگار تیرا مجھ پہ کہم کر

حال دل محزون پہ توجہ کوئی رزم کر

ہوں آہ بہت دن سے میں ناکام جوانی
 سونے دے مجھے اتہو کی پیری کی کراچی
 دو دن کی ہے ہوان یہ پیش پرستو
 میں بھی کبھی ایک سر نہ خرابات نشین تھا
 ان بادہ کشو! اہنہ نہ ساغر کو لگانا
 جنگھٹ میں شب و روز بری رویوں کی خوش
 کوچے میں صینون کے رہا آہ میں برون
 سایہ جو دھلا شام جوانی کا یکایک

اس دل کو صینون کی اولاد اس نہ آئی
 کافر کو محبت کی اولاد اس نہ آئی

گردون نے دیے داغ بہت آہ جگر پر
 فریا و سنی قافلہ والوں نے نہ میری
 وہ منزل ہستی میں مجھے دیگئے دھوکا
 یاران عدم پہ ہو گئے کچھ مجھے ایسا
 دل سے غلش صدیہ احباب نہ بوجھو
 یسین ہونیں بچھوے ہوئے یاران عدم
 میں سرقہ احباب پایا بوا و سحر دم
 جی ہی نہ رہا وعدہ محشر پہ جئے کون

یاران سفر مجھے چھٹے راہ میں اکثر
 چلا یا کیا سر پر بہت خاک اڑا کر
 تھی میری جدائی نہ گوارا جنہیں دم بھر
 بھیجا کبھی دو حرف کبارزہ بھی نہ بھکر
 رہ رہ کے ہے پہلو میں چھترتا کوئی
 لیکن ہے وہی چوٹ جدائی کی جگر پر
 پھولوں کی چڑا آتا ہوں اب بھی کھوپڑ
 اسے اہل اسے کاش! کو وعدہ ہو برابر

تنہا کوئی دنیا میں جیا بھی تو کیا کیا

طے جاؤ ہستی کر کیا بھی کر کیا کیا

دل ہی نہیں دبستگی دہر کہان کی
کر ناصح مشفق اند تلی کی یہ باتیں
ٹھہرے رہو، ٹھہرے، او قافلہ والو
جب منزل ہستی سے گئے ایسے مسافر
چٹکی غم اجا بنے لی ایسی الہی !
جی بھر گیا دنیا سے ہوس اب نہیں باقی
لے جان کہ اوموت کے بیدار غرضتے
میں پہلوئے اجاب میں ہون فن پر گیا

تہا کوئی کیا خاک کرے سیر جہان کی
سو جھی ہے تجھے رام کہانی یہ کہان کی
ان آنسو قسم اس دل بیتاب تو انکی
آئی کبھی آواز جیس سے نہ فغان کی
دہر کن نہ گئی آہ میرے قلب تپانکی
میں کبھی چکا سیر جہان گوران کی
آخر کوئی حد بھی ہے میرے درد نہانکی
حسرت ہی الہی یہ دل سوختہ جان کی

ملنے کی مجھے آہ، تنہا ہے کسی سے
کچھ مجھ کو لگے کچھ مجھے شکوہ ہے کسی سے

رُوحِ ہی انی

اے زمین کیلہو ہوائے روش عرش برین
ابر رحمت کا ہر سایہ کسکی چہتری پر فلک
عطر افشان کسکی چوٹی کے ہر پہلو سے شام
کس ہستی کی یہ زیارت گاہ ہی آوا آسمان !
درجہ باد سے شمع عصمت غایت ناموس حسن
پاکہ اسنی کی ہی تو وہ مقدس یاد و گوار

خاک میں پنہان ہی تیرے کون یاد ہوسین
اُن ایہ سکی خوار بگاہ ناہ ہے زیر زمین
بھینسی پھرتی ہی ہو ایں بوئے زلف غنچین
اٹھ رہے ہیں جس سے اب تک شکوہ ہا آئین
آخرین : اے تفتہ سوز و غنا بھدا فرین
تیری رُوح پاک کو صل علی اے تازین

تیرے دامن تک نہ پہونچا دمت اسی گیسو شوق
تیرے ہر پہ پہ اٹھا پرودہ نہ اسے پرودہ نشین
یسی ضد نہ کیا ٹھکانا، آفت رہے خود دلی

تو وہ ستوتی تھی اسے پروردہ دانا حسن

بیک لونا شیشہ ہستی تیرا بیان حسن

تیرے ناموس و ناک اوسبارک یاوکار
لاکھ جانیں پاک دیوی: تیری عصمت پر تیار
اے قیل عشق! اسے جاندا وہ سوز وفا
جیری خاکسریں اب تک وہ باقی ہیں شریک
ہیں تیرے تقدیس کے اب تک ہا پر زور ہے
خویرن اب تک آگے کرتی ہیں تیرا طوق زار
آہ! اے سچی سچی! اے زندہ جاوید عشق
تیری شہرت کے نشان ہیں: اب تک آگے
آتی ہو اس تک زیارت کو تیرے خلق خدا
جمع ہوئے ہیں پیش کو تیرے اہل دیار
لہ لہ گل میں شگفتہ اب بھی چھوڑے پر تیرے
تیرے پہو لو تیں ہی اب بھی آہ! اک جوتیار
اب بھی تیری خاک پر اسے نعت رنگین آوا
بھنی چینی پڑھتی ہو ابرہہ رست کی بھار
تولنے جاتی تو ہے پر ہی: اما نازک مزاج
بار خاطر ہوں نہ ادبار سب! پہو لو تیں

مٹنے پھیکا کر نازین پہو لو تیں پاویں ابھی

سو گئی ہے رونڈ کر آغوش شوہر میں ابھی

بلبل اور میں

پوچھ کر نفس میں فریاد کر نیو دے
او! ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں! تو کو کھینچو
اوسرت چمن میں جی سے گزرنے والے
او! خدایب شیدا! پہو لوں پر مریو
حسرت نصیب ہے تو میں اور آشنا ہوں

پنجرے میں قید تو میں زندان میں تیرا ہوں
 نامے فراق گل میں تری زبان پر ہیں صد تے مفارقت کے نخی ہی جان پڑیا
 تو ہے اسیرِ طفلی اور وہاں بان پر ہیں زندان میں جھانسیں مجھہ ناتوان پر ہیں
 پابندِ قید غم میں اک سلسلے میں نہ خون
 فریاد میں جس کی اک تانے ہیں دونوں
 پتلاں غم کا ہوں تو تصور ہے محن کی ارمان مجھے وطن کا حسرت چہ چہ چن کی
 حسرت بھری صدا ہے مجھہ زار و خستہ تن کی غم فرا ہے تری فریاد جان نسن کی
 قید جھانسیں تو میں زندان میں میرا ہوں
 تو نالہ گوش ہے میں نشت کشِ فغان ہوں
 پنجرے میں آہ تو سرگرم نوحہ خوانی جھڑتے شرہیں منہ سے اُف رے تپنہ خوانی
 زندان میں تلخ میری ہی آہ زندگانی زنجیر کی صدا ہے اور غم کی ہے کسائی
 مہجور آہ تو ہے مرغانِ غم خوان سے
 او میں بچہ گریا ہوں یا رانِ خوش بیاں
 محو خیال تو میں کھو دستار ہوں فرصتِ نصیب تو بچے یا رے خانماں ہوں
 تو مرغِ خستہ جان ہی میں زانو ڈالتا ہوں تو آہِ بشت پر ہے میں شت استخوان ہوں
 پیچیں کر رہی ہے خواہش تجھے چن کی
 اور خون رزا رہی ہے حسرت مجھے وطن کی
 کب تک آنے بان چٹکے صیاد آسمان کے کب تک جگر پر چرکے تیغِ غم نہان کے
 پٹیلے دل و جگر میں پہلو میں سوزِ جان کے شعلے بھڑک رہے ہیں آہِ شرِ فشان کے

دونوں کو پہونکدے اور ابج شرارتی

قید جنائیں آخر کب تک فشار ہستی

زندانی میں ابھی ہے دونوں کی آہ بچاؤ
خستہ ہیں پاؤں پیر اور تیرے ناتوان

فریاد شام غم میں دونوں کی ہر زبان پر
پھینکیں کند نالہ اہل کے آسمان پر

زندانیوں پر شاید کچھ مطف کی نظر ہو

حداد کو خبر ہو صیاد پر اثر ہو

محب وطن کے نغمے گاؤں میں بھر وطن میں
چھڑوں تے ترانے یاروں کی انجمن میں

اک عمر آہ بگوری قید غم و محن میں
آزادی میں وطن میں تو شاد ہوں جن میں

محو شمار گل ہو خوشاخ آستینان پر

ہوں الفت وطن کے نغمے میری زبان پر

ایک جلا وطن مجرم کا گیت

نہ ہم نفس ہے نہ ہے کوئی ننگار وطن
وطن کی یاد ہے غربت میں یادگار وطن

وطن سے آہ میں نکلا جلا وطن ہو کر
ہزار حیف کہ مجھ سے چھٹا دیا وطن

رلا رہی ہے تنہا کو غم یاد وطن
غربت کب سے ہو غربت میں ہو گوار وطن

مرا جزوت مرده سے آہی ہے صدا
کہ زیر فلک ہوں اب بھی میں انتشار وطن

وطن سے لیکے صبا کچھ پیام آئی ہے
کہا رہی ہے اڑاے ہوئے غبار وطن

خبر تو وحشت دل بڑھ کے اک بڈا لانا
کہ میرے بعد ہوا آہ کیا فشار وطن

زمین پر گر نہ پڑوں میں غریب غش کھا کر
سنبھال اٹھ کے مجھے درواستاد وطن

وہ جان نثار وطن میں غریب ہوا سنو
وہ اُدوی اُدوی گھنائیں وہ جوش لادگل
کھان وہ صحبت عرفان خوشنوا ہے
بکر کے وطن خود ہوتے تھے وادیوں میں بھی
قص میں پھول نہ صیاد رکھ تسلی کو
اسیر و ام ہوا میں فلک نوحہ کو وقت
ہوں جاننا تیرا چونکہ بگمان صیاد
حسرت اے صحبت مرغان چین زاد وطن
دروغیت کی بھی آخر کوئی حد ہے کہ نہیں
لے ہی جائیگا کبھی جذبہ باران وطن
شوق دیدار میں روزن سے لگی ہیں انہیں
دل یہ کہتا ہے گل گہنٹ کے مرجاؤنگا
ہم تائے ہوئے ہیں گردش لایام کے آہ
ساتھ تو نے بھی سوچوشتہ قیرون کا دیا
سرگزشتہ دل آہ رہے ہیں کیا تجھے
لکھ کے یادوں نے نہ دو حرف کا پر زہ بچا
ساحل ہند کی جانب جو گزر ہو تیرا
گیت گھاتے تھے کبھی حب وطن ہم بھی
ہم اسیری کے سزاوار نہ تھے وہ صیاد

کہ میرے غم میں غلاتی ہے جاننا وطن
ہزار صیف وہ رعنائی بجوار وطن
کہان وہ کنج کہان اب وہ بنرہ زار وطن
وہ دلفریب کھان آہ آبشاروں
عزیزان سے ہیں آنکھوں کو میری ناروطن
شرق و موسم گل چو شش بجار وطن
کرم کرم کہ ہوں غربت میں بے قرار وطن
رضعت اے جوش بجا رگل و شمشاد وطن
ہو نہ سرگرم تپش راو دل ناشاد وطن
پھر دکھائے گا زمانہ ہیں بنیاد وطن
کان زندان میں ہیں حسرت کش فریاد وطن
یونہی غیبت میں چربا نچا مدہی یاد وطن
ہم کو یادوں سے نہیں شکو و بیداد وطن
ہائے اے قافلہ نکبت برباد وطن
ہم غریبوں سے صبا پوچھ نہ افتاد وطن
اے صبا تو ہی سنا کچھ میں عوداد وطن
اُن سے کھنایہ پیام دل ناخاد وطن
وہ ہی دن تھے کہ چمن میں تھے ہم آزاد وطن
تیرے دشمن تھے ہم آہ شمشاد وطن

حکم کر چم کہ صیاد نفس میں افسوس
پینے تاک سے ہر اک مرغ چمن زاد وطن
دل لکے ہم ترانے حب وطن کے گائیں
بلبل ہیں جس چمن کے گیت اوس چمن گائیں

لکشی جی

سبحہ مہورت وہ عجب تھی۔ وہ عجب بھتیگی
نظر آئی تری صورت میں عجب حسن کی جوت
اک چٹا چوندہ کا عالم دم نظارہ تھا
شعلہ حسن دل افروز بھڑک اٹھتا تھا
تھی جبک آہ دیر سے چاند سے رخساروں کی
ترجیحی بانگی وہ کسانین تھیں کوڑی زونہیں
دیکھتے لئے جاتی دم نظارہ تھی
تیرے ماتھے پہ تاج بندن کا نگایا نیکہ
اور کنول کے تجھے چرووں کا پنھا کر دیور
ناز تھا شاہد رعنائے ازل کو جن پر
رخ لبان پہ برستا تھا تیرے نور ازل
بھولی بھولی سی وہ صورت وہ ادائیں پیاری
کو کھاسی وہ تیری اسے سریلی آواز
گوری گوری تھی جبین برج کی سند کوئی نار

کہ جب انگاس سے اترتا تھا ترانگھاس
تو نے دیوئی جہاں اپنے جو دکھائی درشن
گورا گورا تن نازک تھا سراپا کندن
رخ روشن پہ جو پڑ جاتی تھی سوچ کی کرن
کسی مند میں تھے یا لکھی کتھادور روشن
لئے پھرتے تھے کبھی بن میں جنھیں ام و لکھن
پیاری پیاری تھی عجب چاندی کھڑکی بن
الہلوں نے کیا تھا تیرے رخ پر اپن
اُف ری، مشاطہ گری تجھ کو بنایا تھا دل
تیرے صے میں وہ غلیبوں تھے آئے ان
بنکے سادون کی جھڑی اور کبھی بھاؤ کی بھڑ
نیچی نیچی وہ نگاہیں اور وہ انوکھی چٹون
میٹھے میٹھے تیری ڈوبے ہوئے لڑتیں بن
زلف تھی اکوئی ستھرا کی لہجہ شام بزن

خوشنما کا لون میں کٹھن تھے تو ہاتھوں میں گنل
 تو اس انداز واداسے جو زمین پر اُترتی
 چمکی دھوم تیرے جلوہ گری کی بہر تو
 اہل نظارہ سے تصویر تیرے بول اُٹھی
 ادھر ہنسی ہلکی سی ریشم کی تھی اک زیب بدن
 دیکھنے والوں نے جھک جھک کے سے چرخ
 پھوٹ نکلی تیری شہرت کی روانہ میں کرن
 لکشمی ہوں۔ تمہیں دینے کو ہوں اُنی درن

—•—

آہ! اسے رونقِ خلوت کہہ عیش و نشاط
 آہ! اسے عصفت و عصمت کی محسوس دیوی
 سب سے پہلے ترابھارت میں ہوا آہ ظہور
 تو وہ صورت تھی کہ رعبت زیبا تشال
 سب سے پہلے تھی جو ریشموں کی زمین پر چمکی
 جس میں امید کا چہرہ فطرسہ آیا ہم کو
 کھڑکیاں تیرے شوالے کی تھیں اکھیں
 جا تری آتے تھے دیوی تیرے جہان کے کیلئے
 جوت اس روپ سے تیری نظراتی رہم کو
 گلے کے پریاں گ میں جلتے تھے ابہر آہ چراغ
 جسے نہاتے تھے غرض سب تری بہارت کا
 بادوی اکشت تھا چراہا نا کوئی دیوی جھلک
 پیاری پیاری کہیں لکشمی تھی عجب شکریاں
 دوہو پ اور دوپ کی تیرے شہرت کی سندی
 آہ! اسے شاہدِ زمانے ازل کی دہن
 میرا موند کیا ہے کروں جو تیری بہار بن
 سب سے پہلے بہن اُٹھی تیرے دسکی طہن
 سب سے پہلے ترابھارت میں ہوا تھا بن
 وہ تیرے حسن کی ضو تھی تیرے جلوہ کی کرن
 تیرے ہی حسن و لغو نہ کا تھا وہ دہن
 ان جہر و کون سے کیا کرتے تھے تیرے درن
 دھوم مٹھرا سے جو تھی حسن کی تابندہ بن
 ہم یہ سمجھے ہوئے ہر دواریں ہر کے درن
 کا خمی والے تھے ادھر تری عبادت میں گن
 کہیں پوجا تھی تری اور کہیں ترابو جن
 اور گنگا کوئی ما تھے یہ تھا گنگا کے چند بن
 کہیں گنگا کے گنگے کی صدا تھی ٹن ٹن
 اور کسی گنگے میں تھیں کانور کی شمعین و درن

انفرض ایک چراغان کا تھا عالم ہر سو
 آہ! سونے کی تہی لنکا کبھی بھارت کی زمین
 سونے چاندی کے شگفتہ تھے ہر اک نخل میں پھول
 وہی مٹی ہے یہ پار بن کا اثر تھا جس میں
 شان اگلی سی مگر آہ! کہاں اب ان میں
 تیل بھی اب نہیں بھارت کے چروغوں کو نصیب
 تیرے مندر میں نہ تہی نہ دیا ہے افسوس
 نظر آتی نہیں اب ہم کو تجسلی تیری
 نہیں ملتے کہیں ہسکو تیری قد مون کے نشان
 کچھ گلیوں میں بھی ستھر کی نہ پایا تجھ کو
 جذبہ شوق ترا ہم کو ملے پھرتا ہے
 نہیں ملتی تیرے اہل سے نکلا ہیں افسوس
 ہم وہ مشتاق زیارت ہیں کہ جو گی بنسکو
 ایک بار اور دکھا جا رہیں درشن اپنے
 کرچہ برسوں سے نہیں جلوہ فرمائی تیری
 اب بھی دیوالی کو جلتے ہیں تیرے آہ! چراغ
 اب بھی مسدیں تری گھٹتے ہیں ماتھا اپنا
 وہ ہونڈتے پھرتے ہیں ہر سو مجھے بھارت کی
 تیری مندر کے پوجاری ہیں دیا کران پر

روز و شب نور برستا تھا زمین پر چھن چھن
 بھاگوں ایسے عجب کچھ ترے دیوی تھے چرن
 آب زر سے تیری رحمت نے تھا سپنا چین
 وہی زرے ہیں چمکتے تھے جو بنکر کندن
 نہ وہ صنو ہے نہ تجلی نہ وہ تاج کہیں
 ہائے وہ دن! کہی یا گلی کے تھے گھر گھر روشن
 آہ! دیوی! ترا سونا ہے پڑا سنگھان
 لگ گیا چاند سرخ کو تیرے کیا آہ! کہیں
 جستجو میں تیری برسوں سے ہیں پھرتے بن
 نظر آئے کہیں گول میں نہ تیرے درشن
 کبھی کاشی کبھی پریاگ۔ کبھی مندر ابن
 دیکھتے دیکھتے ہی پھر گئی تیری چتون
 رگز رہیں ہیں جمائے ہوئے بیٹھے آسن
 آپس آہ! ہے دیوی! تیری سب تن و جان
 اب بھی وہند لاسا دیا ہے تیری شجہیں کو
 اب بھی بھارت میں ہے دیوی تیری پرکاشن
 تیری نقائیں کی ہم جھپٹتے ہیں اب بھی امرن
 کبھی پورب کبھی پچم۔ کبھی اتر و کھن
 کہ یہ بیراگ ملے پھرتے ہیں تیری کارن

تیری چرون پر ہیں یہ سیسے فم آنے والے
خوش نصیب آہ! جو وہ قوم جہانِ غنوی تیری
تک رہو راہ میں تیری۔ انہیں آتا ورنہ
جھاگ اُس دیں گے جس دیں میں ہیں تیری

شمع انجمن

اے شمع اے حدیثِ سوزِ غم نہانی
تیری طرح ہوں میں بھی سرگرمِ لوحِ خوانی
بھاتی ہے دل کو تیری حسرت بھری کہانی
میری نصیب میں بھی ہر سوزِ جاودانی
پر دانگی تجھے دی قدرت نے سوزِ جان کی
سینہ میں آگ رکھ دی میرے غمِ نہان کی
راتوں کو جلیج تو جلتی ہے انجمن میں
لپٹے ہوئے ہیں شعلےِ دونوں کے پیر میں
یعنی گدازِ الفتِ دونوں کے ہیں دلوں میں
دونوں کی روشنی ہے دنیا کی محفلوں میں
آہوں کا جیسے اُٹھتا دل سے تیرے دھواں
محفل میں چپکے چپکے تو جیسے خوفِ نشان
یونہی جلی جی بھی ایک لٹک میرِ نشان ہے
آنکھوں سے میری اینٹیں اکٹھے ٹٹا رہا
تھتھے نہیں ہیں میری لیل و نہار آنسو
روتی ہے چار آنسو تو۔ میں ہزار آنسو
تو نے بھی بنھا لا رو رو کے ہر سحر کو
تھگ کر ہے کاوشِ محفل میں تیری سر کو
تو سوزِ آشنا ہے۔ ایذا پسند ہوں میں

تو آگ کی ہے۔ منقل۔ دو پھندہ ہونیں
 تو بل کے جیسے اپنی ہستی بنا رہی ہے سوز فنا کی دلیر محبت لی گرا رہی ہے
 میرے جگر کو حسرت پر نہیں بھرا رہی ہے گرم تپش ہوں میں اور تو تھر تھرا رہی ہے
 شعلے نکل رہے ہیں میرے دل جگہ سے
 اور اٹھ رہا ہوں ہی آہوں کا تیسرا سیر
 سینے میں آہ تیرے سوز غم و محن ہے داغوں کا اگر شکستہ دلیں سیر چمن ہے
 پروانوں کا تجھے غم اے شمع انجمن ہے قسمت میں آہ میرے دوسوی وطن ہے
 جلتا ہوں سوز غم سے۔ میں وہ فنا طلب ہوں
 ہوں آگ پر لپکتا۔ وہ کبک مضطرب ہوں
 جب بے نشان لیکن تھے کاشانہ وطن میں پروانے انجمن میں۔ بلبل نہ تھے چمن میں
 شمس و قمر نہ تھے جب دنیا کی انجمن میں شعلے تھے دو فروزان اس محفل کہن میں
 جھمے میں تیرے اک۔ اک قسمت میں میری آیا
 اک تری بزم میں۔ اک خلوت میں میری آیا
 اس کھیل امتحان تھا سوز غم فنا کا دونوں کو رفتہ رفتہ برق ازل نے تاکا
 درمان نہ پا کے آخر اس درد لا دوا کا وہی تھوکر آگ غم کی۔ شعلہ مجھے وفا کا
 تصویریں کھینچیں دو سوز غم و محن کی
 اک سوز انجمن کی۔ اک سوزش وطن کی

رخصت شباب

حسرت با آئے گئے عشقوان بربنائی
 اسے وہ سہوا سے خط و خال کہان
 گل رخساریوں ہیں پڑ مروہ
 نہ وہ لہجہ رہا نہ طرز متال
 نہ رہی وہ لبوں میں انگلی سی
 نہ رہا ان کا سلسلہ ہے ہے
 ہو رہے ہیں سپید ہوئے سیاہ
 نہ گئی آفت وہ چاند سی موت
 سلک وندان کا جب خیال آیا
 رطہ سیل عمر رفتہ میں
 جسم آئے بوج رشتہ پیری
 مدد آئے آنسوؤں کی طغیانی
 دل کے داغوں کو مرہم کافور
 بچھڑا او آسان کج رفتار
 ہم بہت سدا اٹھا کے چلتے تھے
 بچ رہا آہ وہ حد یقہ عیش
 کھل کے مرجھا گئی وہ پھول فوس

رخصت با آئے کارردان رعنائی
 نہ وہ ہم ہیں نہ وہ خود آرائی
 جیسے کلیان چمن میں مرجھائی
 نہ عظم نہ ہے وہ گویا سے
 شکر افشائی و شکر خائی
 ہم تھے جن گیسوؤں کے سودائی
 صبح پیری ہے شام بربائی
 جس پہ تھا ہم کو ناز بیکتانی
 لب پہ روتی ہوئی ہنسی آئی
 بگیا تخیل مشکبائی
 اپنی کشتی بجنوریں چسکائی
 آگ سوز و درون نے بھر رکائی
 صبح پیری نہ لیکے تو آئی
 نہ ہمارے روشنی پسند آئی
 تو نے آخر زمین دکھلائی
 جس میں تھے جو نغمہ آرائی
 روح افشاہتی جن کی رعنائی

آپ ہے اُجڑی پڑی وہ بزم نشا
 آپ وہ جلے کہان ہیں یار و کجے
 وہ شب ماہ و بزم رقص و سرود
 سبزہ و باغ و ساقی و معشوق
 گرمیوں کی وہ چاندنی راتیں
 دین امنگون کے سن جوانی کا
 شب کو باغون میں غنچہ احباب
 آہ! وہ ننھی ننھی کلیوں میں
 پتے پتے میں حسن کا عالم
 پانی کی ہلکی ہلکی موجوں میں
 ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے چہرہ نکش
 نہ رہے وہ شباب کے جلے
 روئیں کس کس کو کیسکو یاد کریں
 تلوے گھائل ہیں پنڈلیاں کمزور
 ضعف پیری نے ہے بنا رکھا
 ہائے وہ دن بھی تھے تیاست کے
 ہم کو اچھے تازہ واردان شباب
 اس موقع میں صورت تصویر
 لب میں عجائز آنکھ میں جاو

جس سے لطف محبت آرائی
 ہسم ہیں اور یا کج تنہائی
 مطرب دارغون و شہنائی
 شیشہ و جام و بادہ پیائی
 نیلا نیلا وہ چرخ نیلای
 کچھ تڑپ دل میں کچھ شکیبائی
 سرو و ششاد کی صف آرائی
 کسی کم سن حسین کی رعنائی
 بوٹے بوٹے میں شان برنائی
 دل کا انداز ناشکیبائی
 لب جان بخش کی سچائی
 حسرت اے ذوق محفل آرائی
 اُف وہ ہنگامہ خود آرائی
 نہ رہی تاب گام فرسائی
 گھر میں پابند قید تنہائی
 چال میں جب تھی محشر آرائی
 کیا دکھاتے ہو شان برنائی
 ہم بھی تھے نقش نازیکستانی
 قد میں خوشی تھی۔ خدیں رعنائی

چوڑا سینہ بھرے بھرے بازو
 کبھی ہم بھی جوان رعنائ تھے
 دن میں کپڑے بدلتے تھے سو بار
 ہم نئے تھے، نئی ہماری وضع
 دن کو یاروں کے رہتے تھے جلے
 بن کے یوسف جو جاتے تھے باز
 تیرے کچھ تھی کلاہ عجب وغور
 کبھی ہندی نگائی ہاتھوں میں
 رعنائی کبھی تباہ دلی
 جوہی کے بھینے بھینے ہاروں سے
 دیکھتے تھے کبھی جو آئینہ
 لیکن اگلی سی اب کہاں باتیں
 روٹھ کر ہسے چل دیا جو شباب
 تجھے مبروقہ ارتحادل کو
 اے درینا وہ شان بربنائی
 یوں نہ چھڑے پہ تھی خزان چھائی
 گرم تھی محفل خود آرائی
 نئی سچ دلیج - نیلی تھی رعنائی
 شب کو پر یوں سے صحبت آرائی
 جمع ہو جاتے تھے تماشا خانہ
 زیب برتتی تباہ سے رعنائی
 کی کبھی رخنہ غارہ آرائی
 کبھی دستار سرخ رنگوائی
 تھا معطر مشام رعنائی
 پہرون رہتے تھے ہم تماشا خانہ
 نہ وہ صورت رہی نہ رعنائی
 اُف! یہ کس کی اداجھے بیانی
 تجھ سے تھی روح کو شکبائی

حیف! تیری نہ قدر کی ہم نے
 کھو کے تھی سمجھ تو کیا آئی



داغ

اسے نظم تیرا عشقہ دبو کہد ہر گیا سر چہ کے بوتنا تھا وہ جاو کہد ہر گیا
شانہ وہ کیا ہو احم گیسو کہد ہر گیا چوٹی کا چول داغ سن ہو کہد ہر گیا
سکھیاں کہد ہر گئیں تیری داناں نازکی
بوجھنی جھنی کیا ہوئی زلف درازکی

اسے حسن تیرا نغمہ اعجاز کیا ہوا اسے عشق تیرا سوز فرازا کیا ہوا
وہ طوطی جنان کا ہم آواز کیا ہوا وہ عنبر لیب زمزمہ پر واز کیا ہوا

وہ جھٹیں - وہ انجمن آرائیاں کہاں
وہ آہ داغ کی چمن آرائیاں کہاں
پچھتے ہوئے جگر میں وہ خجور کہد ہر گئے تھے بولش فروش وہ شکر کہد ہر گئے
برج سخن کے وہ مدد اختر کہد ہر گئے وہ ہونٹ تھے جو برگ گل ترکہ ہو گئے

محو سکوت ہیں لب یگین نوائے داغ
پھولوں میں اب ہے داغ کے جو گبا داغ
سانچے میں وہ ڈھلی ہوئی تقریر کیا ہوئی جذبات حسن و عشق کی تصویر کیا ہوئی
وحشت فرا جنوں کی وہ تاثیر کیا ہوئی طوق گلو کہد ہر گیا نہ خمیر کیا ہوئی

زلف سخن کا آہ اوہ دیوانہ کیا ہوا
پر یان کہد ہر گئیں وہ پر یخ کیا ہوا
سونپا زیں ہیں کس میہ اوج کمال کو چہوڑو اسے لوگ دشت میں یہ مرغ نال کو

شکر اکے کسی نے شیشہ بزم خیال کو نورِ اطلسم عشوہ و تنج و دلال کو

پر یون کا ایشیا کی وہ جھڑت کندہ ہو گیا

بند نقاب کیا ہوئے گھونٹ کندہ ہو گیا

یہ کس کے ساتھ رونق باغِ مستور ہو گئی نہیں کے پیچ تا زنگی یا سمن گئی

کلیوں کی شان پہلوں کی کوشِ پیرونی رعنائی عروسِ بہار چمن گئی

وہ ایشیا کا آہ! چمن زار کیا ہوا

پہر یون کا پہول داغ و فادار کیا ہوا

کمل گئے حدیقہ بزم سخن کے پہول کچھ رنگے جبرے ہوئے باقی دھن کی

مرقعہ آہ! داغِ غریب انوطج کی پہول یہاں صبا چڑا کے کو دیا سمن کے پہول

گنگوٹن کنس ہے جلوہ صبح بہار داغ

چلکر کرین و کمن میں طوافِ مزار داغ

ہاں! او فرغ داغِ جبینِ نیا ز عشق تیرے بغیر کون اٹھائے گانا ز عشق

کس بچ میں ہے تومہ جلوہ طرا ز عشق لالہ میں کیا ہے داغِ غم جاگد ز عشق

کس حور عین کی بزم میں ہو گل فروش داغ

تو غلہ میں ہے اور تیرے پہول میں جوش داغ

مضمون حسن و عشق کے ہو تر جہاں چہک بزم سخن میں داغِ فصیح و بیسیان چہک

آئے ہم صغیر طوطی غلہ آشیان چہک مطلع یہ اپنا قیل ہیند و ستان چہک

کس نے کہا کہ داغ و فادار مر گیا

وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یا مر گیا

زینتِ عروسِ بندشِ مضمون کدہر گئی نیچر کی شوخی قدیموزون کدہر گئی
وہ موجِ جنبش لبِ گلگون کدہر گئی سیلِ سرکش ویدہ پر خون کدہر گئی

ڈوبے ہوئے لبوں میں وہ پیکان کدہر گئے

وہ زخم کیا ہوئے وہ نمکدان کدہر گئے

اسے عمر رفتہ تو ہی جتا کچھ نشانِ داغ کس راہ سے عدم کو گیا کاروانِ داغ
نیرگس میں بوسے داغ نہ لالہ میں شکارِ داغ ہے کدہر گئی چمن بے خزانِ داغ

وہ پہول کیا ہوئے وہ چمن زار کیا ہوا

کلیان کدہر گئیں۔ وہ سمن زار کیا ہوا

وہ سرونازِ رونقِ بستان کدہر گئی وہ تختہ بندِ شیل وریحان کدہر گئی
ویران چمن ہے مرغِ غزلِ نون کدہر گئی خاموش بزم ہے وہ سخن دان کدہر گئی

وہ شوخیِ اداسے تلخ کھسان گئی

جو نطق کی پری تھی کدہر وہ زبان گئی

وہ ایشیا کا مرغِ چمن زار کیا ہوا وہ عندلیبِ گلشنِ ارجا کیا ہوا
وہ درسِ نگاہِ عشق کا اوستا کیا ہوا کہتے تھے جسکو داغ وہ ناشاد کیا ہوا

پہلو میں اب وہ دروہ ہے جو پہلے داغ تھا

اب ہے جگر کا داغ جو گھر کا پردہ تھا

اویادگارِ ذوقِ معانی طرازِ نظم کرسی نشین کہاں ہے تو آؤ نقشِ نازِ نظم
اٹھتے ہی تیرے ہو گیا خاموش سازِ نظم اک تیرے کوم سے داغ تھا سو گداؤ نظم

مختل میں اک چراغ کہن تھا سو بجھ گیا

پہلو میں ایک داغ کہن تھا سو بھج گیا
 اُردو کے باغ میں گل رنگین ادا تھا ایک
 سارے چمن میں بلبل رنگین نوا تھا ایک
 داغوں میں داغ عشق کا لذت فرا تھا ایک
 تلخ سخنوری میں درجے بچا تھا ایک

بن کر وہ چشم دہرے آنسو ٹپک گیا
 اسے دل ٹپک کہ داغ وفا ٹپک گیا
 کس کی لمحہ پر آہ چراغ سحر ہے تو
 وہ چراغ کس زمین پہ جہنم کا قمر ہے تو
 پھولوں میں کس غریب کے داغ جگر ہے تو
 بربح سخن کے اومہ کامل کدھر ہے تو

خالی کا چاند ہے ترے غم میں ہلال عید
 ماتم نشین ہے یلانی شام وصال عید
 او نقش بند پیکرِ حسن مقام نظم
 او لبیلِ حدیقہ سحر طلال نظم
 او غازد ریز شاہد رنگین جہاں نظم
 او ماہتابِ اوج پہر کمال نظم
 کس برج میں ہے تو تیری منزل کدھر ہے آج
 جس دل میں داغ عشق ہے وہ ولی کدھر آج

لالہ میں ہے کہ ہے مکمل میں داغ تو
 جھلکاے سخن کے نہ بھر کر یاغ تو
 ہو کس کی بزمِ ناز کا آخر چہر داغ تو
 او آسان بہت نہ دکھا سبز یاغ تو

اے صرصر زمانہ نہ داغوں پہ داغ دے
 جو بھج گئے وہ بزمِ سخن کے چراغ دے
 داغ و امیر کے لب اظہارِ بیحد ہے
 آج سخن کے گوہرِ شہوارِ بیحد ہے
 نطقِ نصیح و شوخیِ گفتارِ بیحد ہے
 سنگو اتی ہے نظام کی سرکارِ بیحد ہے

ان مرتیوں کو خاک دکن کیا کرے گی تو
کس پر شمار یہ دریخت کرے گی تو

نوستے ہیں ایک برج میں زیرِ مزاحیف دو ہر و ماہِ واجِ سخن کے ہزار حیف
وہ خاک میں نہاں ہیں درِ ابدِ حیف گنگوٹن گنگوٹن میں دیوگی انگلیں پر حریف
دہلی کا ایک پھول ہے اک لکھنؤ کا پھول
نالہ کا ایک پھول ہے اک ناز بونہ کا پھول

بچپن

تیرے یارِ غ کا ہون میں جمعہ نوارِ بچپن باقی ہے تیری مٹی کا اب تک غارِ بچپن
تیرے فراق میں ہوں میں بے قرارِ بچپن کہ لون گئے نگارِ آج بھکے بیاہِ بچپن
کیون مجھے روٹھ بیٹھا تیرے نثارِ بچپن
پھر خاک کا گھر وندا آنگن میں میں نیاؤں چھوٹی سی اپنی قمیشتی پانی میں پھر بیاؤں
طفلی کے پیارے پیارے مہنگے گیت گائوں پھر بانسری بجاؤں پھر جھنجھنا بجاؤں
دہون کو اے جوانی دے دے ادا بچپن
وہ عہد بخودی بھی پروردگار کیا تھا حسرت کی جب نظر سے ہر شے کو دیکھتا تھا
بچہ کا نہ نظر اٹھا آرزو نہ تھا توں و قزن کے چھپے ہیں دن کو ڈھونڈتا تھا
بچہ قمر تھا شب کو میں اشکبارِ بچپن
تو اے ہائے طفلی! جا کر کہاں یہ ممکن اور میرے ساتھ کھیلین میرے رفیقین
یہ احوال پھر بھی آئیں فزا ہے لیکن گلہ نہیں دوڑتا تھا کس بلف کے تھے دن

گہوڑے پہ اپنے ہر کج میں سوار ہیں
تو نے کئے جوانی بطنی کے کیا کھلونے
وہ میرے ننھے ننھے تسکین فرا کھلونے
میں جن سے کھیلتا تھا وہ دریا کھلونے
لاوے کہیں سے جھگڑو وہ خوشا کھلونے

ان پیاری مورتوں کو ہوں بقیرا بچپن
پیارا تھا باپ کا میں اور ان کا لاڈلا تھا
گھر بھر میں پھول گویا میں اک نگار کا تھا
صورت بھی دلربا تھی چہرہ بھی خوشنما تھا
وہ ننھے ننھے تلوے وہ ابھرا ابھرا تھا

بھولے نہیں وہ ترے نقش و نگار بچپن
تست کی وہ گلیں میں چھوٹی سی آہ ہیکل
کانوں میں ہلکے ہلکے وہ موتیوں کے کنڈل
وہ لمبے لمبے گیسو لٹکے ہوئے مسلسل
وہ سرخ سرخ غارہ بتا ہوا وہ کابل

وہ ہائے ترا جون اور سنگھار بچپن
پہو لون کا وہ ہنکنا۔ کلیون کا وہ چمکنا
سبزہ کا وہ ہنکنا شاعرون کا وہ چمکنا
چڑیوں کا وہ چمکنا۔ قمری کا وہ چمکنا
وہ رعد کا کردنا بجلی کا وہ چمکنا

وہ ٹھنڈی ٹھنڈی جھڑیان اور وہ پورا بچپن
بچپن میں وہ پھل کر کلیون میں کوٹ ہانا
اور میرے ہمنون کا وہ قہقہہ لگانا
شانہ پکڑ کے سیرا بہتہ پھرا اٹھانا
نت پت وہ گھر کو آنا وہ مان کا مسکراتا

کرتہ نیا بدل کر۔ کرنا وہ پیا رہیں
آہے شباب! میری نقلی کے تازا ہونے
آہے شباب! میری نقلی کے تازا ہونے
عمر روان نے تجھ کو کس کے کیا حوالے
پایا نشان نہ تیرا اوچھپ کے جانے لے

کھریا گیا کہاں تو تیرے نشان رہیں

کونسل کی آہ! کو کو وقت سحر وہی ہے نالوں میں بلبلوں کے اب بھی اثر وہی ہے
تیرا بھی او پیچھا باؤں جگر وہی ہے سوج وہی ہے دن کو شب کو قمر وہی ہے
تیری مگر کہاں وہ میل وہ ہمارے بچپن

تو نے چرنا دیا ہے بچپن مرا جوانی تیری طرف سے غلام ہی مجھ کو بدگمانی
اک تیرے دم سے طفلی تھا لطف نہ لگانی میں غمزدہ شادوں غم کی کسے کہانی
تو ہی نہیں رہا جب اوٹھکسا رہے بچپن

دو غن سے میں سبوتا چھوٹی سی تیری نکو نالوں کو ساتھ لیکر کرتا طوافِ تربت
مجھے غمزدہ کی لیکن اسی کہان ہی قسمت چلتا جو میرا قابو۔ تو آہ! وقت رحلت
پہلو میں میں بناتا تیرا مزار بچپن

تجھ کو خبر نہیں ہے میری غم نہیاں کی آہ جاشنی چھکاؤن نطقِ شکرِ فشان کی
تکڑا یہ بھی کوئی ہے نالہ و فغان کی بھاتی نہیں پیسہ پارٹ مجھ کو پی کہانچی
میں کھکے کے دو دن طفلی اور تو کیا کہن

دایہ کے دوش۔ مان کی آغوش میں جد ہوں شکر کوں پہ خاک آؤ آتا۔ کلیں نہیں ہوتا ہوں
طفلی کی آرزو نہا تم سے بچہ گر گیا ہوں ان پیاری لوریوں کو کب سے ترس رہا ہوں
لے لے شہ بابے دے دے پروردگار بچپن

سیتا جی کی گریہ وزاری

(راچندر جی کے بن باس کے وقت)

ہمراہ اپنے بن کو مجھے ناتھ لے چلو رکھا تھا ہمارے چرنوں کی ہوں ساتھ چلو

نازک ہے میرا شہیدِ دل نوبتِ جانیکا
 راتیں نہ کت سکیں گی اکیسے فراق میں
 قسمت نے جب سے باپ کے گھر سے کیا جدا
 پتلی کی طرح آنکھوں میں شام و سحر ہے
 دکھ آج تک سہا نہ خشم انتظار کا
 صدے تمہارے ہجر کے کیونکر اٹھاؤنگی
 ہمراہ بن کو ناتھ میری روح جائیگی
 مجھے شبِ فراق میں تڑپا نہ جائے گا
 گھر میں جو چہوڑ جاؤ گے سیتا غریب کو
 مانا کہ دشت میں غم و آلام ہیں بہت
 ایذا اگرچہ آبلہ پائے کی ہے کڑی
 یہ آگ وہ ہے جو دل مضطر کو پہونک کر
 دبا بت آہ اتسے ہیں سارے جہانکے عیش
 تار یک تم بغیر ہے عالم مرے لئے
 میکے میں باپ مان سے ہی تسکینِ روح کو
 سسرال میں ہے ساسِ سُہرہ و عیش
 کیا مالِ سیم و زر کہ ہر اک شے ہو گھر میں بیچ
 زینت بھی آہ! بیچ دی۔ زیور بھی بیچ دی
 صدے شبِ فراق میں اُف! کس بل کے ہیں

چھوٹا تمہارا ساتھ توجہ چھوٹا جائیکا
 کڑیاں وہ جسے جھیلی ہوں جھیلے فراق
 سوامی مجھے نہ تم نے نظر سے کیا جدا
 پہلو میں بن کے صبر و شکیب جگہ نہ ہے
 مجھ پر کرم رہا ستم روزگار کا
 میں مرٹا تو تکی بکھ جویہ دم بھرا ٹھانگی
 سایہ کی طرح ساتھ میری روح جائیگی
 روزِ سیاہ چرکا دیکھا نہ جائے گا
 پاؤ گے بن سے آکے نہ بیتا غریب کو
 بن باسیوں کو دکھ سحر و شام ہیں بہت
 دوزخ سے بڑھ کے آگِ جہان کی تڑکی
 بچھتی ہے آرزو سے بھوسے گھر کو ہونکے
 رخِ فراق و وجوہیں۔ تو کہاں کے عیش
 فردوس بھی ہے آہ! جہنم میرے لئے
 اور اہلِ خاندان سے ہے تسکینِ روح کو
 شوہر بغیر آہ! خزان ہے بھارِ عیش
 دنیا کی سیرِ غلغلہ کا منظر بھی بیچ ہے
 دنیا کی سیرِ غلغلہ کا منظر بھی بیچ ہے
 سارے جہان کے لوگ فرشتے قضا کے ہیں

شہر ہر بغیر قلاب بیان ہے آہ زن
 صحر مجھے نہیں ہے رفاقت میں آجی
 یوں ہی تمہارے ساتھ چرونگی میں بنی
 ویرانہ ہو گا خانہ و صحر میرے لئے
 بیتا میرے کے درختوں کی چھال کو
 سوامی جو تم ہو ساتھ تو کیسا الم کدہ
 سبزہ بنا کے لاتیگا بستر میرے لئے
 صورت تمہاری دیکھ کے غم بھول جائی
 ہو گی نہ بن میں کوئی اذیت میرے لئے
 پلکوں سے راہ دشت کو بھاڑ کر دنگی میں
 پنکسا بھلے گی راتوں کو ہوتا تھا آبکا
 شہر ہر بغیر قلاب بیان ہے آہ زن
 ویرانہ ہو گا خانہ و صحر میرے لئے
 بیتا میرے کے درختوں کی چھال کو
 سوامی جو تم ہو ساتھ تو کیسا الم کدہ
 سبزہ بنا کے لاتیگا بستر میرے لئے
 صورت تمہاری دیکھ کے غم بھول جائی
 ہو گی نہ بن میں کوئی اذیت میرے لئے
 پلکوں سے راہ دشت کو بھاڑ کر دنگی میں
 پنکسا بھلے گی راتوں کو ہوتا تھا آبکا

کر پاندان مجھ کو نہ دودھ بیوگ کا
 پیراؤن کے پران بھیکو نہ دودھ بیوگ کا

ہمارا راجہ دوسرے کی بھکاری

رام اپنی قوت بازو چھن اوہ اپنی پران بیتی پت و راستہ سمیت
 بن میں پہنچے ہیں۔ سو سنتر درتھ بان شہزادوں کو پہنچا کر شاہی محل میں
 داخل ہوتا ہے اس وقت جو روح فرسا خیالات ہمارا راجہ دوسرے کے دل پر
 یورش کر رہے ہیں۔ ناظرین ان اشعار سے اچھا اندازہ کر سکتے ہیں۔

پہرتی ہے آہ دیدہ و دل میں ادنی رام
 بن سے اجود ہوا کچھ اخالی ہاتھ تو
 چھوڑ آیا میرے چھوٹو نکوس بن میں آہ تو
 تیر و مکان دوش پہ ڈالے ہوئے جہان
 آنکھیں کنول سی ہیں و کف پایا من کچھ ہول
 بچوں کو اپنے ایک نظر اور دیکھ لوں
 اتنا ہے مجھ کو رام پہ بے اختیار بیمار
 آنکھوں کا میرے نور تھے ٹھنڈک جگر کی تھے
 پر نور آہ میری شہستان تھی رام سے
 سیتا کی مجھ کو حسرت دیدار آہ نہ جائے
 بن میں جو رام ہیں تو اجود ہوا اداس ہے
 بد نے کہاں کے مجھ سے لئے تو نے کیلکی
 رام و بچن کی آہ ! کہاں ماسا تجھے
 بالک تھے رام دشت نوردی کے دن تھے
 بوٹا سا قد تھا۔ دن بھی فشو و نما کے تھے
 کانٹے قدم قدم پہ آہ نکالے گا آہ ! کون
 روئینگے یہ تو کون کھلے سے نکالے گا
 لائینگے آہ ! دشت نوردی کی تاب کیا
 باز و نعم کے پاس ہوئے بیکس و طول

ایا جن میں پی کے بوئے تباہ رام
 لایا نہ مکشن نہ سیتا کو ساتھ تو
 پہل ! مجھے بھی دشت کے دامن میں آہ تو
 پھرتے ہیں میرے نازوں کے پائے چوچا
 کلمتا نبائیں دشت میں میرے چمن کچھ ہول
 صحرائی وہ ! خاک مبرا اور دیکھ لوں
 کونوں لگا کے سینے سے پہر ایک بار بیمار
 دل کا میرے سرور۔ بصارت نظر کی تھے
 پیری کی صبح غنچہ خندان تھی رام سے
 یہ پھاش ٹوٹ کر دل بیمار رہ نہ جائے
 کو سلیا غریب بھی کیا کیا اداس ہے
 داغوں پہ آہ ! دل غ دینے تو نے کیلکی
 میرے غم درون کی خبر آہ ! کیا تجھے
 بچے بھی تھے۔ بادیہ گردی کے دن تھے
 قابل نہ آہ ! اس غم ناروا کے تھے
 صحرائی بن کی چار دیواریاں کون راہ کون
 سوئینگے یہ تو کون تھیک کر مسائیں
 پہوہوں کو میری ایگہ کا نٹوں پہ خواب کیا
 کیونچو جنیں گے دشت میں کھا کھا کے بند

لڑک و پینگ گھات میں اژدر زمین میں
 بہوے ہیں رام۔ اور میں لکھن غریب کے
 نادان بہولی بھالی ہیں افسوس؛ جانکی
 ڈرجانیں دیکھ کر نہ غزالان دشت کو
 اسے تمام غم میں چاند سی وہ موتیں کہ ہر
 قصر شہی ہے اب مجھے ماتم سر کے عیش
 جائینگے بن کو رام مجھے یہ گمان نہ تھا
 آنکھیں ہوں میری فرش رہ انتظار شوق
 آنکھوں سے جان ناز جو نکلے فراق میں
 بن بن کے بوتیا کی رہی پیرہن میں ساتھ

محرابیں ہشتار و رندے کین میں ہیں
 چیتے نہ بن میں آکے ڈرائیں قریب سے
 محلوں کی رہنے والی ہیں۔ افسوس؛ جانکی
 دیکھا کہاں ہے گوشہ دامان دشت کو
 ہر وہو فاک آہ ہیں وہ صورتیں کند ہر
 رام دکھن کے ساتھ گیا میرا اے عیش
 واقف تیرے تم سے میں او آسمان تھا
 جس بن میں میرے نور نظر میں غبار شوق
 آؤ رہ بن تیرے ٹپ کے جو دم امتیاق میں
 چھوڑے میرے گیسویں والو گمان میں ساتھ

شکوے ہیں نکلی کے سیکلے آسمان کے ہیں
 آ، اے اہل اکہ تجھ پہ تم دو جہان کے ہیں

بھونرے کی بقراری

| | |
|--------------------------|----------------------------|
| نہ وہ کشتی کی پھین رہی | نہ وہ کشتی کی پھین رہی |
| نہ وہ گل رہے نہ فضا رہی | نہ وہ فستر نہ سن رہی |
| نہ وہ بلبلوں کے ہیں جھجے | نہ گلوں کے اب ہیں وہ قہقہے |
| نہ وہ قمریوں کی صدا رہی | نہ غزل سرا وہ کوئی کہے |
| نہ وہ ہمصفر ہیں خوش گلو | نہ وہ سر دے نہ وہ آب جو |

نہ بے نشہ ہے نہ وہ نازبو
 نہ وہ صبح کی ہیں تجلیان
 نہ وہ اودی اودی ہیں بدین
 نہ انگلیں ہیں وہ شباب کی
 نہ ہوا میں بو ہے شراب کی
 وہ کنول غضب کے تھے دلبر
 لگرا ب نہ انجی ہے وہ ادا
 لب آب جو تھی فضا غضب
 میرے کچ میں مجھے روزِ شب
 وہ غضب کی کو کو وہ زمرہ
 سر شام سرو پہ فاختہ
 ہیں کنول کی خشک جوتیان
 یہیں شب کو دے دے کچھ چکیا
 یہاں ننھی جوہی کی ایک کلی
 مجھے لگتی تھی جس کی ادا بھلی
 یہاں گل شکفتہ تھے جا بجا
 یہاں سکراتی تھی موتیا
 نہ گلون میں بوے وناہی
 نہ چمن رہا نہ فضا رہی
 نہ وہ جعفری نہ خار ہی
 نہ شفق کی آہ وہ جھلکیان
 نہ وہ بھینی بھینی ہوا رہی
 نہ وہ پتیاں ہیں گلاب کی
 مجھے مست تھی جو بنا رہی
 جہاں اڑتے تھے میرے ہم نوا
 نہ وہ بو رہی نہ صفا رہی
 وہ بہار کی تھی ہوا عجب
 مے بخودی تھی پلا رہی
 وہ سریلی درو بھری صدا
 مجھے لوریاں تھی سنار ہی
 میری خود جگہ تھی کسی یہاں
 تھی نسیم مجھ کو سلا رہی
 جو بہار کے نازون کی تھی پٹی
 مجھے کچ میں تھی بلا رہی
 یہاں ننھاؤ میری تھا ہنس رہی
 یہاں چمپہ ادا تھی دکھا رہی
 نہ وہ ولفرائی ادا رہی
 نہ وہ دن رہے نہ ہوا رہی

نہ دوش ہے اب وہ پہر کی
نہ گلون میں ہو ہے وہ مہر کی
جو ہوا ہے گلشن دہر کی
مجھے سبز باغ دکھا رہی

:- فراقِ نل میں من کی بقیراری :-

اے یہ جوشِ جوانی۔ اور یہ دورِ انتظار
یہ کفِ پائے حنائی۔ یہ بیابانِ گردیان
میں کہان۔ یہ خارِ خارِ دشتِ پیائی کہان
رحم کر۔ اے پنجہ بیداد و دشت۔ رحم کر
المدد! اے یلِ اشک دیدہ خونِ بہا بہ ریز
بیکسی میں موت بھی آتی نہیں کجبت پاس
پچھٹ پڑا بیکس سمجھ کر اے مجھ پر آسمان
پوچھ اے باد صبا! ہم دشت گردوں کی نہ حال
تم سے کاٹو! دکھو تمھارے خلش شوہر کیساتھ
کس قیامت کے تھے وہ صحرا اور دی کے مزے
بہر قدم پر پائے وہ جوش بہارِ نقشِ پا
خونِ اکھڑو اور ٹھل سا گریبانِ چاک چاک
دل میں عالم آہِ اجزائی پریشان کا ادھر
عیشِ رفتہ کا وہ ماتم۔ یادِ ایامِ نشاط
آسمان سے ہائے ابو اپنی تباہی کا گلہ

یہ سوا دشامِ غم۔ یہ ظلمتِ تہہائے تار
اُف ری نیرنگی تری آگے گردشِ لیلِ نہار
تیری چالین ہیں مگر او آسمانِ دہن شمار
چاک ہو رہا تھو سے تیرے دامنِ صبر و قرار
مجھ کو روٹینے دے جی بھر کر کہ خالی ہو کنار
اے اہلِ مرنے پہ بھی اتو نہیں ہے اختیار
دشتِ غربت میں چھٹا گیا ہاتھ سودا مان یا ر
پنڈلیان گھال ہیں خستہ اڑیاں تلوے نگار
تم میں اک نکش اد اتھی تم میں اک دلکش بہار
آبلے جب پائے نازک کے تھے تم سے ہر گنا
خون میں ڈوبی ہوئی اک اک زبانِ نوکِ خار
دوشِ نازک پر بڑھو ہر سہا اپنل تار تار
صبحِ صبر سے ادھر کہہ دو پریشان رو کر گار
چپکے چپکے وہ زبان پر شکوہ لیل و نہار
وہ سکوتِ شب میں لب پر تارِ دبے اختیار

وہ زین تجھ لسی ہوئی وہ جنبش بادِ سوسوم
 وہ پیادہ پائیاں وہ آبلہ فرسائیاں
 تشنگی سے ہائے الب پر وہ صدائے اعطش
 بہوک کی شدت کڑا کے کئے وہ فاتے الامان
 تھی گراں جھکو اگرچہ شب کی شمع دن کی دھوپ
 چلدا تو جھکو تھا چھوڑ کر مہرا میں آہ !
 جھکو بیانِ محبت کی قسم ! او بے وفا !
 دشتِ چٹائی کی ایندھنی اگرچہ جانِ گسل
 پائے نازک میں نہ چھپ جائے ترے کانٹا کوئی
 جب بڑا درد جو کہ جینے لگی بیتابی بڑھی
 سر تر مہرا میں وقفِ بالَش زانور ہا
 جھکو کب تھا تیری خدمت تیری عیادتیں میں
 حیف ! انا تو دمِ رخصت کیا ہوتا خیال
 شیر و اندر ہیں کہیں ہیں ادبیاں ہولناک
 شاقِ ہر بیدردِ بول پر صد نہ دردِ فراق
 تیرے صدمے جھکو اندازِ تغافل کی قسم
 تو نے بھی داس نہ پکڑا اٹھکے آئے دردِ فراق !
 کر مکی میں تیرا اے جذبِ محبت امتحان
 ہو گیا نطرون سے نہان آہِ غربت کی کئی

وہ گولے آہِ تنہا عالمِ رقصِ سحرار
 وہ غمِ صحرا نوردی اور وہ اندانی خسار
 دو پہر کی دھوپ میں وہ توجہ سے آبشار
 کچے میوے ہائے بوہ مہرا میں کرنا زہر مار
 تیری خاطر کی گرہاں نور دی اختیار
 مجھے ابو وعدہ شکن تھے ہی کیا قولِ قرار
 یک بیک کیوں دلین آیا میری جانب غبار
 میں رہی ہوں سو جان سے قدم پوز تیرے ہو کر
 مینے جھاڑا توں مہرا کا پلکون سے غبار
 کر لیا سینہ پر دکھ کر ہاتھ جھکو ہلکنا
 اور رہے شب بھر نگہبان دیدہ اختر شمار
 مجھے توڑا کیوں تعلق ہائے او غفلت شمار
 کون اس مہرا میں اس بیکس کل ہو گا غمگار
 کیسے کاٹنی کیلی ہائے یہ شبہا سے تار
 آٹھکالے جھکو سینے سے کہ ہوں میں بے قرار
 پیچھے پھر کر دیکھ لے او جانیا لے ایک بار
 اٹھ گیا پہلو سے میرے اک رفیقِ غمگار
 دیکھ لی تیری کشش اے جذبہ بے اختیار
 اب تو انھوں نے آتروا خوابِ نوشین کے خمار

میرے گل کی بھی خبر لائی ہے کچھ باد بہار
 ہے مرا آہوئے دم خور وہ کہہ رہا ہے بڑھلا
 تو بھی کیا میری طرح ہے "پنی" کے غم میں پتھرا
 اپنا اپنا روئیں دکھڑا۔ عندیسا کو ہمار
 تو برس جا کر ہیں۔ او میری اشکو کی پہوا
 تو کھلی رہ جائیگی کیا یونہی چشم انتظار
 بھٹکے بھی تھوڑی جگہ۔ اسے خلوت کچھ مڑا
 ہوں میں خون گشتہ تنہا دیکھ غم میں سو گوار
 کوئی چنگاری ادھر بھی آتش شاخ چنار
 جب فرق یار میں غالب سے نکلے جان زار
 گرچہ کھانیکے نہیں قابل ہیہ جسم نزار
 انتظار یار ہے اور حسرت دیدار یار

آ رہی ہے کیا چمن سے آہ؛ ہنستی کھیلتی
 بوشت، انزاترا منظر ہے نگاہ یاس میں
 اسے پیٹتے ترے لب پر "پنی کہا" کی ہر صدا
 میں غم شہر میں روؤں تو فراق گل ہیں رو
 میٹھ پر ویسی اڑا تا خاک ہے جس بن میں آہ؛
 مرتے مرتے بھی نہ کیا انگلیکا آرا مان نظر
 تنگنا سے دہرے ہوں آہ؛ نگہ لرائی ہوئی
 ہو دماغ سیر را آئے لالہ صحرائے
 گئی سوز و درد کی سر و مہری سے ہون تنگ
 اسے در نہر دشت کے؛ ہو غم سے میری التجا
 کھائیو چمن کے میری خوں سے لب تنگ
 چھوڑ دینا میری آنکھوں کو مگر بعد فنا

ایک اہل رسیدہ کی تمنا

ہے شاہد بہار کی دلکش ادا وہی
 چلتی ہے جہوم جہوم کے باد صبا وہی
 زم چہم برس رہی ہے چمن میں گھٹا وہی
 قمری کنار جو ہے ترغم سدا وہی
 آواز پی کہان کی ہو شورش فدا وہی

گل بھی وہی ہیں موسم گل کی ہوا وہی
 ہلکیلیان وہی ہیں نسیم بہار کی
 ہے جوش گل وہی۔ وہی زندان بلوہ کش
 بلبس ہے اب بھی شاخ چمن پر ترانہ سنج
 اب بھی وہی پیٹتے کے ناو نہیں ہے اثر

نلے دی ہیں دروہری ہر صدا وری
 اور کالی کالی بکلیوں والی گٹھا وری
 اب بھی رنگ نالہ خونین نوا وری
 اور ہر قمر کا عشق نہ آستانہ وری
 ہیں مسخ چندریان وری۔ رنگ حنا وری
 نرگس کی اب بھی ہر گچھ سرسہ سا وری
 ہندی کی ٹہنیان ہیں وری۔ موتیا وری
 کلیوں کی مسخ مسخ رنگینی ادا وری
 اب بھی ہر جوش خندہ دندان وری
 اور کشت وعفران ہر شبنم فینہ وری
 اب بھی وری چمن ہی۔ چمن کی فضا وری
 مطرب وری ہے۔ نغمہ نے و صدا وری

اٹھتی بکریں ہو گئی کوئل کے کوک سے
 بھلون کی ہے سفید وری ابر میں قطار
 پہلے جو تھی وہی دل عاشق پہ چوٹ ہے
 اب بھی دیکھو کوہ ہے وہی حسرت وصال
 اب بھی وہی حینون کے جہولے ہیں باغ۔
 غمازیان وری ہیں نظر بازیان وری
 قلین وری چمن میں ہیں اب بھی گلاب کی
 چپا کی چینی ہے وہی آہ! اور ہیں
 اب بھی ہے اپنے رنگ میں دلکش ادائی گ
 عاشق کی آنکھ اب بھی ہر خونناہ ریز غم
 دنیا وری ہے اور وہی دنیا کے عیش ہیں
 مصل وری ہے۔ غنچہ احباب وری

دنیا کے ہیں جو عیش وہ کینخت کم نہیں

حسرت یہ ہے حدیں کہ دنیا میں ہم نہیں

فنا فی الملک لاجبت

اے فنا فی القوم! اے پروانہ اشیا نفس
 کوکان ہو! اے چراغ خانہ اشیا نفس

اے شہید ہمت مروانہ اشیا نفس
 آہ! اے جرعہ کش پیانہ اشیا نفس

تیرے غم میں آہ! اے جانداؤ سوز نہان

ہیں بزرگ برق مضطر تیرے پروا کپتان

کیا خبر تھی انقلاب آسمان ہونے کو ہر تیرا جلوہ آہ! آنکھوں سے نہان ہو چکا ہے

ایک بیک تجھ پر بغاوت کا گمان ہر نیکو کر تو عسکارا تہام دشمنان ہونے کو ہے

جسکے پیچھے تو ہوا پاداش الفت میں کسیر

تیرے تیر کش ہیں وہ آخر کو نسا ایسا تہا تیر

اے محب قوم! اے سر ملے جان وطن مرحبا! اے سازش با جزائے ارکان وطن

جنت لہو اے جلوہ افروز شہستان وطن آفرین! صد آفرین! اے جو ہر کان وطن

ہو کے طوفان میں اسیر ملکہ گرداب تو

جنگے چمکا تاج شہرت کا دریا ب تو

ہے یہ مانا کہ اب تصویر حیرانی ہے تو نقش حسرت ہی اس را پادرو نہانی ہے تو

جم الفت میں اسیر قید سلطانی ہے تو جان نثار تاج ہی اب بھی وہ زندانی ہے تو

اے حسب ملک! تو اب بھی وفادار نہیں ت

دولت برطانیہ کے اب بھی غمخوار نہیں ہے

تجھے یاران وطن کو سرگرائی ہو تو ہو تجھے نازل آہ! جو آسانی ہو تو ہو

تیری جان بازی کا افسانہ کہانی ہو تو ہو تجھے مشر مارے کو بدگمانی ہو تو ہو

داستان خم ہے یو تو آہ! طولانی تیری

بیگناہی کی ہے شاہد پاکدامانی تیری

باغیانہ ہم کہیں کیونکر تیری تقریر کو ہمنے دیکھا ہے تیرے جذبات کی تصویر کو

اک تعلق تھا وطن سے خاطر دلگیر کو تجھے نسبت آہ! کیا تہا نیزہ و شمشیر کو

باغیانہ آہ بہ تیرا کونسا انداز تھا
تو کمانکش تھا نہ آخر کوئی تیرا انداز تھا

براست گو تھا تو۔ خوشامد تیری عادی میں تھی
شورش انگیزی ازل سے تیری خلقت میں تھی
صلح کل تھا۔ فتنہ پردازی طبیعت میں تھی
آہ! داد جانفروشی تیری قسمت میں تھی

تو وہ بلبیل تھا۔ کرتھاصیاد تیری تاک میں
تو وہ آہو تھا۔ کہ تھی تیری جگہ فراک میں

آہ! اے خضر وطن! اے جانفروش جانثار
آسمان قوم کے مطلع پہ تار و زشار
اے شہید ملک! اے برطانیہ کے عکسار
تیری شہرت کی رہیں گی آہ! کرین یا گدگار

تو نہ ہو گا۔ اور تیری عظمت کی ہوگی داستان
گیت گائیکے تیری تقدیس کے پیرو جان

نوحہ پر نواب محسن الملک حوم

جستجو میں تیری وہ ماندگان کا روان
تیرے نظارے کو ہے چشم تماشا بقرار
آہ! ویرانی میں ہر اب اے گل دستار قوم
ہے درنایاب تو اے قطرہ باران فیض
اور عمدم کو جانو اے تیری منزل ہو کہاں
تو کھان ہو پرودہ دارِ خلوت راہنماں
تیرا خونین کفن تیری بہار بے خزان
ابر رحمت اب ہے تیری خاک پر گوہر فشان
تیرا جلوہ ہو گیا کیا آہ! آنکھوں سے نہاں
دل کو حسرت ہو کہ رہتے آہ! چلکہ پاسبان
تیرے پہرے ہوں میں رہے بکر شمیم بوستان
میں تو کھان ہو پرودہ دارِ خلوت راہنماں
تیرا خونین کفن تیری بہار بے خزان
ابر رحمت اب ہے تیری خاک پر گوہر فشان
تیرا جلوہ ہو گیا کیا آہ! آنکھوں سے نہاں
دل کو حسرت ہو کہ رہتے آہ! چلکہ پاسبان
تیرے پہرے ہوں میں رہے بکر شمیم بوستان

لوح محفوظ حجت سے تیرے لوح عزاء
 قوم ہے حرام نصیب اسپر رحم کی نگاہ
 اٹھ گیا تو ہائے کیا اور قافلہ سالار قوم
 چارہ ساز در دل بنیہ گرز خسم جگر
 قوم کی حالت پہ ہر اب بھی تاسف کی نظر
 اب بھی جب قوم میں ہر نالہ کش زیر مزار
 اب بھی ہے تصویر غم تو اے گل خونین جگر
 تیرے نالوں میں وہی اب بھی غم افزا اثر
 قوم کے در و محبت کی خلش اے فخر قوم
 مرنیو سہلے داد و دس اب بھی تیرے نکاتے تو
 ان کے اے ہیں کلیجے میں گزرتے بیکے تیرے
 آرزو ہے کاش! کروں اور خدمت تو کی
 آ رہی ہے تیری تربت سے صد آدرناک
 خدمت کے کالج سے مجھ کو کر دیا محروم آہ!
 خاک اڑا کر سر پر کہا اے قوم کے دارالعلوم
 حشر تک تیرے کلیجے سے نہ جانے گی داغ
 نالہ کر! فریاد کر۔ اے قوم حرام نصیب!

تیرا تعویذ لحد ہے مرنیو اسے! حرز جان
 آہ! او محو سکوت لذت خواب گران
 آ رہی ہے دل سے آواز درائے کاروں
 کس پہ ٹوٹا ہائے حوائے دستِ گنا گمان
 مرنیو اے! خواب راحت تیری آنکھوں کو
 اُٹھ رہا ہے روزن مرقد سے آہوں کا دھواں
 تیرے پہلو میں شگفتہ اب بھی ہیں داغ ہنہان
 خون رُلا تا ہر تنہا کو ترا رنگِ فغان
 تیرے پہلو میں جھپوٹی اب بھی ہو نوکِ پستان
 لے رہے ہیں انکی آہیں تیرے دلیں خشک
 اب بھی آنکھیں ہیں تیرے ہواؤں کے غم میں
 عمر رفتہ بھیج دے اے دستِ مرگ ناگمان
 جُھپہ پہ ڈایا یہ تم کیا اے زمین و آسمان
 مجھ سے کیا ایسی عداوت تھی نصیبِ شمنان
 کج مرقد میں نہان ہے ترا گنجِ شامیگان
 تجھ پہ لہرائیگا صدیوں آہ! ماتم کا نشان
 ایسا محسن۔ اب لے تجھ کو یہ قسمت ہر گمان

دستِ شفقت کون رکھ گیا جگر پر اب تیرے
 اُٹھتے جاتے ہیں جہان سے آہ محسنِ سب تیرے

نوحہ سوامی رام تبرتھجی

کونسا موتی ہے لنگا؛ تیرے دامن میں نہلا
قلع ہے قامت پرکس کے چادر آئے ان
حلقہ گرداب ہے کیوں آہ! چشمِ غرقِ نشان
کسکے اتم میں بسا حل ہیں سرگردمِ نغان

تیرے موجوں نے یہ کونکولے لیا آغوش میں

جوششِ گرہ کا عالم ہے تیرے سر جوش میں

کسکے غم میں تیرے ساحل کا ہر دامن تار تار
تیرے موجیں آج کیوں ہیں ام گنگا جبار
شاہِ خواب اجل سے آہ! ہو کر ہلکا سا
سو گیا یہ کون جانبا ز وطن زیرِ مزار

لینے آئی آسمان سے رحمت باری کے

تھی گراں اے موجِ ساحل کی ہلکا رکھی

منزلِ خور میں ہے ذرہ خلوت آرا کونسا
دوشِ بدروشِ صدفِ ہر ڈلیکا کونسا

آشنا ہے بحرِ حقیقت کا ہے ایسا کونسا
ہو گیا دریا میں دریا ل کے قطرہ کونسا

صفِ اُٹ کر کون یہ جہمِ جہان سے اٹھ گیا

شمعِ دپروانہ کا پردہ دریاں سے اٹھ گیا

قیدِ ہستی سے تھی کسکو سرگرائی ہائے ہائے
کر دیا شوقِ بقائے کسکو قافی اے ہائے

کس پہ ٹوٹا دستِ جور آسانی ہائے ہائے
نذرِ طوفان ہو گئی کسکو جوانی ہائے ہائے

ساحلِ لنگا پر روتی ہے قضا کس کے لئے

خاک اُڑائی پھرتی ہے سر پر صبا کس کے لئے

آسمانِ گردش میں ہو کسکو ٹالنے کے لئے
پھر ہر ہوا ک نہ اک فتنہ اٹھانے کے لئے

چادر آب روان میں منہ چھپانے کے لئے جا رہا ہے کون یہ گنگا بنانے کے لئے
 یہ پھلا بیج فنا بن کر یہ کس کو جوش شوق
 حلقہ گرداب ہے کھولے ہوئے آغوش شوق
 کس کا بیڑ غرق امواج فنا ہو نیکو ہے کس کا سایہ تجھے اوساں! جلا ہو نیکو ہے
 دل میں ماتم آرزو دکھا بیان ہو نیکو ہے آہ! اسے درد دے دنا آج کیا ہو نیکو ہے
 دل یہ کہتا ہے کہ آنکھوں سے ٹپک جاؤ نگاہیں
 صبر رکھتا ہے کہ پہلو سے کھسک جاؤ نگاہیں
 کہتے ہیں آنکھوں کے فوارے اہل جانینگے ہم اشک کہتے ہیں کہ دامن پر محل جانینگے ہم
 دل کے داغوں کا تعاضا ہو کہ اہل جانینگے ہم مانے کہتے ہیں کہ گھر کر گل جانینگے ہم
 دست ماتم کا اشارہ ہو کہ دامن چاک ہو
 پنجرہ وحشت یہ کہتا ہے گریبان چاک ہو
 بیکسی کہتی ہے صحرائیں اڑا کر سریر خاک جا رہی ہے غلہ کو یہ آہ! بیکسی روح چاک
 ہے لہو کی بوند پہلو میں دل اندوہ ناک جا رہی صبر و سکون ہے کہ غم میں چاک چاک
 آشرم سونا پڑا کس کے لب ساحل ہر آج
 کسکی چھوٹی سی کٹی ابروی ہوئی منزل ہر آج
 خلد سے ہے کس کو لینے کو قضا آئی ہوئی ساحل گنگا پہ ہے غم کی گھٹا چھانی ہوئی
 ڈوبتی ہے کسکی کشتی آج چکرائی ہوئی موج قسمت کٹھ اک اک ہے جیل کھائی ہوئی
 آشنا دریا سے قطرہ کونسا ہونے کو ہے
 اشتیاق مہر میں شبنم فنا ہونے کو ہے

آہ! اک تشنہ لب ذوق تمنا ہے ہے غریب رحمت حق رام گنگا ہے ہے
 بھاگے طوفان حوادث کا پھیرا ہے تیرے موجیں ہوں گم اک در کیا ہے ہے
 ہے اب کیا کہلے سبھائیں دل ناکام کو
 دم رہے رام میں لائیں کہانے رام کو
 خاک میں کسکو ملایا آہ تو نے آسمان کس پہ ٹوٹا ہے تو اے دست مرگ کہاں
 شرق میں جسکی چمک تھی زیر بلج عروشا خاک میں ہو آہ! اب وہ گوہر کیسا نہاں
 موتیوں سے یوں تراے قوم خالی تلج ہو
 حیف تیرے آرزوں کا جن تاراج ہو
 ہمنفس جز نالہ و آہ و بکا کوئی نہ ہو دستگیر اے دست بیداد قضا کوئی نہ ہو
 جوش طوفان ہو بپا اور آشنا کوئی نہ ہو موج دریا ہو کمین میں ناخدا کوئی نہ ہو
 ہو فنا طوفان میں اک زندہ جاوید قوم
 آہ! یوں گنگا میں ڈوبے کشتی اسید قوم
 اپنا بپا ہو گیا جب غرق طوفان فنا ہلکو کیا! باندھا کرے باد مرو اپنی ہوا
 قوم کی کشتی کا کشتی بان ہی جب اٹھ گیا سر کو موجیں آگے ابل حل سے ٹکرائیں گویا
 ہلکو کیا لاکھوں برس شور و فغان اٹھا کر
 ساحل گنگا سے آہوں کا دھوان اٹھا کر
 ایسا نقش و نشین! اور تو مٹاے آسمان ایسا سوتی! اور مٹی میں ملائے آسمان
 ایسا خستہ چراغ! اور تو بجھاے آسمان ایسا مابندہ سارہ! اور ڈوب جائے آسمان
 جس نے قومی آسمان کو ہون گنگا سے چارچا

خاک میں چھپ جائے وہ اسے چرخ نامہ بخار چاند
 اپنے نشان ہو آہ ایسا کج شہر سے کانگین ایسا درجے بہا ہو آہ! پیوند زمین
 ایسا عارف گوشہ مرقد میں خلوت گزین ایسا نقش تدعیال مال ہو چرخ برین
 خاک کا پیوند ایسا گوہر نایاب ہو
 ایسا بیڑ آہ گنگا میں غریق آب ہو
 جان نثار قوم ایسا غریق طوفان آہ ہو ایسا جانا باز وطن آنکھوں سے نہا آہ ہو
 ایسا مجموعہ تصوف کا پریشان آہ ہو بیچارے قوم! یوں تراشتان آہ ہو
 داغ ہو تیرے جگر کا تیری منزل کا چراغ
 بچھنے کے ہو پانی میں ٹھنڈا تیرے محفل کا چراغ
 بے صدائے زیر زمین اسے قوم! تراسا زہو اور شوق شمع میں گوش بر آواز ہو
 سلطنت گرداب ہو ہے دیدہ غماز ہو غرق دریا ہو وہ موتی جیسے تجھ کو ناز ہو
 ڈوب جائے یک بیک جی تیرے جان باز کا
 دل نہ پگھلے آسان تفسر قہ پر داز کا
 نذر طوفان اہل اک گوہر نایاب ہو تیرے موجدوں کا نہ زہر و رام گنگا آب ہو
 جوش یم ہو شور طوفان ہو کف سیلاب ہو آسان کی آہ! گردش سگردش دولاب ہو
 غرق ہو اک فوجوان افسوس ساحل کے قریب
 بیٹھ جائے اک مسافر تھک کے منزل کے قریب
 قوم کی چوٹی کا ہواک پھول پیوند زمین اُف! تیرے نیرنگیان اے گردش چرخ برین
 جنگی منزل آہ! ہو تلوہ گہ نو یقین ہو گہن میں وہ پہر قوم کا ماہ بسین

جھکے دلیس گرمی جیب وطن کا جوش ہو
 وہ چرخ قوم اسے باد اہل خاموش ہو
 جھکی کر زمین چار سو مغرب میں ہوں طاقتور
 ایسا سرخ خوب جائے شرق میں یوں ناکا ہوں
 ہو مجھ قوم ایسا ناک میں کچھ ہے نہان
 ایسا پرواز جو اسے سوز فنا آتش بجان
 آہ ایسا بلبل رنگین نوا خاموشی ہو
 اُڑی دنگش ایسی جان پرورد خدا شوق ہو
 نذر طوفان آہ! یوں اک جان نثار قوم ہو
 شاخ ماتم جلو و گرجہ صبح بہار قوم ہو
 اسے زمین آہ! یوں تیرے ہاتھ سے فشار قوم ہو
 اے فلک! یوں غم سے ترا روزگار قوم ہو
 ہو سپہ قوم پر غم کی گھٹا چھائی ہوئی
 سر پہ ہو یوں جوش ماتم کی گھٹا چھائی ہوئی
 آہ! ایسے پہول پر بیوقت چھا جائے غزا
 ایسا نخل آردو ہو آہ! ماتم کا نشان
 ایسا درجے بہا پانی میں ہو یوں انگھان
 خاک میں ہو دفن ایسا! گنج شائگان
 ہاتھ سے گم آہ! ایسی دولت جاوید ہو
 شام غم - صبح بہار جلوہ امید ہو
 ایسا نخل عاطفت اٹھ جائے سر سے آہ قوم
 ایسا محن اور پنہان ہو نظر سے آہ قوم
 باز آئے آسمان دون نہ شر سے آہ قوم
 ہو کدورت ایسے پاکیزہ گہر سے آہ قوم
 ایسا موتی تلج شہرت سے ٹپک کر گر پڑے
 جھکے آنسو یوں زمین پر ایسا گوہر گر پڑے
 منزل ہستی سے ایسا رہنما جا تا رہے
 چارہ ساز قوم اسے دست قضا جا تا رہے

غرق دریا ہو کے ایسا آشنا جاتا ہے قوم کی کشتی کا ہے ہے نا خدا جاتا ہے

ہو گنہگاروں کا بیڑا پار کیو بکرو دیکھئے

موج ہے اک اک نکل جانیکو اثر در دیکھئے

چہا رہی ہے سر پہ ستر اسر نحوست کی گھٹا اور سدا قوم پر ہے خواب غفلت کی گھٹا

رنگ لائے دیکھئے کیا جوش نکبت کی گھٹا اُنہلگئی افسوس سر سے ابر رحمت کی گھٹا

قوم کے سو کچے ہوئے دلوں کو اب بچیکا کون

ایسے وحشت خیز میدانوں کو اب بچیکا کون

دیکھئے ہمے گنہگاروں کا کیا ہوتا ہے حشر حشر کے دن ہم سہ کاروں کا کیا ہوتا ہے حشر

دشمن جان ہے فلک یاروں کا کیا ہوتا ہے حشر قوم کے یاروں کا کیا ہوتا ہے حشر

کہہ رہا ہوں اٹھ کے درو جان گدا ز قوم حیف

اُٹھتے جاتے ہیں جہاں سے چارہ ساز قوم حیف

آہ! اے ہند! آہ! اے شوریدہ سودا غم آہ! اے خانہ خراب! اے باد یہ کیا غم

سہرہ ہامون دادہ و آوارہ صحر غم خار حسرت زیر پاؤ آبلہ فرساے غم

تیرے خواب عیش کی افسوس یہ تعبیر ہو

نقش ماتم تو ہو غم کی آہ یہ تصویر ہو

غم کی چہر یان یوں ترے قلب جگر کے پار ہو تیرے پہلو میں شکستہ زخم دامن دار ہوں

خار حسرت آہ! یوں تیرے گلے کے ہار ہوں خاک کا پیوند تیرے محسن غنوار ہوں

آشنا یوں آہ! ڈوبیں تیرے ساحل کے قریب

تیرے پروانوں کا خاکستر جو محفل کے قریب

تیرے ہیر و آہ ہوں شہرِ غم و شاکہ کین
 تیرے جامی گوشہ مرقدہ میں غزلت کین
 اپنے غم خواروں کے غم میں ہے بویوں تم کین
 دل میں یخ و دروتنا لب پہ ہندو حزن
 ہو پریشان تیرے جانا زوں کی دہرائی خاک
 یوں آئے شام غم ترے رخانے میں خاک
 اٹھنے والے آہ اٹھ جائیں گے محل سے یوں
 لوٹنا ہو خاک پر تو اندھ طرب لہ یوں
 اٹھ رہا ہو شور و آواز جس منزل سے یوں
 قوم کے موقی صبا ہوں امن ساحل سے یوں
 تیری کشتی آہ یوں گنگا میں بھر کر غرق ہو
 تیری آئندہ تناؤں کا دفتر عشق ہو
 آہ یوں گل ہش میں سب کچھ تیرا کمال
 بن کے چمکین ہاں بہر غیروں کے ہاں
 جہن کا سایہ قوم و ملت کیلئے ہوتا نکال
 جلوہ گاہ قوم سے ایچ جائیں وہ رشخاں
 انجمنِ خاموش ہو اور انجمنِ آرا نہ ہو
 تشنہ لب ہوں بادہ کش اور ساغر وینا ہو
 تو سب سے غم خیز رہ رہ اور رہ نہ کوئی نہ ہو
 جڑ صد ای نال آواز ورا کوئی نہ ہو
 ہونہ ہو قریح کا نشانہ او نقش پلوئی نہ ہو
 کارروان غولِ سیاہان کے سوا کوئی نہ ہو
 قافلہ گمشدہ رہ ہو - وادی پر خار ہو
 خضر منزل ہونہ کوئی کارروان سالار ہو
 آہ بلے آہ آہ جگاہ تیرے غم
 آہ بلے صیدِ جراحِ غم رہ و غم
 آہ بلے منت پذیر نہ مالِ شبِ غیر
 آہ بلے نقشِ نامرادی آہ بلے تصویرِ غیر
 بے کسی کا تو ہو غم آلودہ پتلا خاک پر

نقش حسرت ہو ترا نقش تمنا خاک پر
تیری گشت آرزو سے آسمان کو لاگ ہو
برق خرمیں دڑ کو۔ باد خزان کو لاگ ہو
شہر گ جان سے تیرے نوک سنان کو لاگ ہو
تیرے بیاد و نئے مگر ناگہان کو لاگ ہو

چارہ ساز قوم ہوں یوں وقف بیداد اجل
ناک کریوں تیرا رے دل پہ میا د اجل
آسمان ہو درپے فکر گزند قوم حیف
درد دل سے لٹتے ہوں درد مند جو حیف
ہو سان بید جگر ابد بند قوم حیف
سورہ ہے ہوں بخیر دران پسند قوم حیف
بادہ کش خوں جگر پیتے ہوں اور ساقی نہو
ختم میں کچھہ دو چار قطرہ نکلے سوا باقی نہ ہو

ایک غریب الوطن محب قوم

اک محب قوم کی ہو آرزو دن کا فشار
آہ اک فخر وطن ہو خانہ برباد وطن
اک حب قوم ہو تجھے جدا سے قوم حیف
ایک جان باز وطن کا قہقہہ اسبشار نفس
غم کی زنجیروں میں ہو جکڑا ہوا اک فخر قوم
ایک مرغ تو گرفتار نفس صحرائیں آہ
دل میں ہو یاد وطن۔ آنکھوں میں ہو لہجہ گھر
ایک وطن کا پہل یوں آنکھوں میں کھلے ملک

تجھ پہ تفت تجھ پہ تفت! اسے انقلاب اور گھر
وادئی غریب میں ہو یاد وطن میں ہمارا
تیرے غم میں فوج خوں غربت میں ہو اک گل
آہ! یوں اہل وطن کی ہو زبان پر یاد گار
ایک ناکردہ گدہ کا مجھ میں ہے شمار
ہم صغیر ان چمن کے غم میں ہو سینہ فکار
اشک گلگلوں یوں دکھائیں آہ دہن پکار
آہ یوں خستہ رنگ جان پہ چسبائی کو کار

تو رتا زندان میں دم ہو ملک اگر جان نثار
 لب پہ ہو یاد وطن میں نالہ بے اختیار
 آہ ایسے باد فاکا باغیوں میں ہو شمار
 آہ! اے برٹش حکومت؟

تیرے دامن میں ہیں گئے کتنے دہیے یادگار
 اے زمین! آسمان! اے گردشِ لیلِ نہا
 اٹھتے جاتے ہیں جہان سے آہِ تیرے چار
 تیرے نخلِ آرزو میں خاکِ امیں برگِ بار
 رام کے غم میں بھی تھیں اپنی آنکھیں شکبار

اس سے بہتر ہے کہ مٹ جائے جہان سے قوم تو

غم سے اب دیکھا نہیں جاتا یہ تیرا جمل زار

مقدم بر سنگال

آہ! اے سحر کے نالو الے ہو اگر سنگال سحر
 تھے کہاں گلے برس تم جوشِ محبت کی قسم
 آسوں کا خلق کے تھا تا بدامان سلسلہ
 تہی زلف کیلئے بارانِ رحمت تیرے چاہ
 جوشِ بادانِ کرم تیرے گہر زری نہ ہتی
 نیلگوں تھیں خیمہ پوشِ بریں کی ڈوریان

ملک کی خدمت سے ہو محروم کج جان برفلک
 وادیِ غربت میں ہو سرگرم آہِ رنگِ خروش
 ہو جو دل سے جان نثار دولتِ برطانیہ
 بدگمان ہو بے سبب اپنے وفاداروں سے تو
 بائے اک غمِ وطن کو ہو جلا وطنی نصیب
 کسکو روئیں کسکو بٹھیں کس کا ہم نام کریں
 آہ! اے قوم! آہ! اے حوائجِ نصیبِ دردمند
 برقِ خاطیف ہو کہیں میں اور فلکِ آدھن
 دل پہ تو نے اور اک چمک کا دیا ہو آسمان

اس سے بہتر ہے کہ مٹ جائے جہان سے قوم تو

غم سے اب دیکھا نہیں جاتا یہ تیرا جمل زار

آہ! اے ساون کے چہالو! اے قصا بر سنگال
 دوسے بادلو! آغوشِ رحمت کی قسم
 تیرے شکون کا کہاں تھا اب گریبانِ سلسلہ
 یوں نہ اڑتے تھے ہوا میں نکلے ہوائی اریہا
 سنبھو صحرا میں پریشانِ دل آؤ زری نہ تہی
 لا جو ردی تھیں سنبھو سے زمین کی کیل دیان

تو کھان تھی میسے لیے گویوں والی گھٹا
 نالہائے خلق کے دو پریشان کی تسم
 خلق تھی تشنہ لب سر جوش بہان کریم
 تو کہاں تھے دلوں سے آہ تھا خلوت
 پیاس سے شوق کی سوکھی ہوئی دھوا تھی
 تیرے مقدمے تنہائی تھے مرغان زمین
 کنگرہ پر فاخت کی صبح دم کو کو نہ تھی
 بے صدا تھا تیرے غم میں ساز آنگشتا
 آہ یہ عالم فریادی بشارتوں میں تھی
 قطرہ قطرہ آہ تیرا گویا بیاں تھا
 باسے آیا کھر ہے۔ دیکھتے جوش پر
 ٹھنڈی ٹھنڈی مچھکی پہرے کے چہرے لائی
 دیکھی تیرے یہ زرخیز میدان
 تیرے آسے ہوی ابر کریم و خلقت نہال
 پھر چمن کا رنگ بدلا۔ پھر کھرے شجر
 کر دیا قدرت نے مینا وادی پر چلے

لاکھ جانیں تیرے صدقے ابر بنیان کریم
 ڈال دی مٹی میں تو نے جان باران کریم

جوش آئی ہوی ساووں کی اد اکائی
 جسکو اسے ابر سیاہ اسکا کباراں کریم
 تیرے چہرے تھے کس اکابران کریم
 اسے بہار عالم نیک پہناے زمین
 تیرے چہرے کی ضرورت آہ دہقا ہوئی
 دیکھتے تھے راہ تیری بردیجان زمین
 لب پہ قمری کے صدقے نعمت دل جو تھی
 بزم قدرت میں تھی رعنائے رنگ شاہ
 کیلانی کالی گھٹائیوں سبز زار میں گیا
 ذرہ ذرہ آہ اوقاف بارش غناب تھا
 تھپکا کا بارگراں تھا بار عصیان
 پھر سہانی رت تیری آبر باران لگی
 ازلہ ہی پھرتے دھقانوں کے ران زمین
 زندگی تھی شدت اسکا کباراں سے حال
 پھر نکالیں پہرے پہرے پر آئے شجر
 دھنسا ہے دل دلوں سے بڑا کباراں پر

یاد دوست

جیسا کہ کوئی پرچہ لکھ کر نہ راہ شفقت
 لکنا مرے مکرم سے اے نسیم جاگر
 شرمندہ کرم ہے اتنا غلام دیریں
 تم وہ تمہاری شفقت خود کوہ تغافل
 انکھیں بچھا ہے جیسا ہوں کوئے از زمین
 چشم کو دم دھرمی صاحب زرہ شفقت
 انگلی سی کیا نہیں مجھ پر نگاہ شفقت
 دیوار خاشی ہے کیوں نہ راہ شفقت
 انگلی نوازش میں اتنا گواہ شفقت
 میں و مجھ تغافل ہر استباہ شفقت
 چشم کو دم دھرمی صاحب زرہ شفقت
 تم کو قسم ہے میرے حرام نصیب ہو چکی
 میں کب سے منتظر ہوں مجھ پر نگاہ شفقت

حسرت بھری صدا

وہ دینے غلش ہے آہ ابریر قلب مضطر پر
 شب غم میں گریں کچھ آہ ایسی نکلیاں سر پر
 شرار حبسہ کا وہ ہو کا ہے مجھ کو حسرت لاغر پر
 تپ سوز دوسروں میں دیکھو گھٹا
 پریشان چپہ گیسو ہے کہ لہرتے ہیں دیکھ لے
 بستی ہے ایسی جہیں اب دیدہ تر ہے
 چھوٹا ہے مرے پہلوں وہ رو لگتی
 بڑھ گیا غلوں سے تحفہ ہر دوسرے لے

نظر آتا ہے اک قطرہ لبو کا لوک نشتر پر
 گہاں نبض پر گشملہ کا ہے ہر تار بستر پر
 جھوٹے رہے ہیں نا اہل نواں سے کالے
 شب غم میں کہاں نکھوں میں سر نہ کالے
 پختا ہے کیلو چشم تر سے ریشم غم
 دوپٹے کا کبان کی طرح دیکھ لے

کہ دہتے جا بجا اب اشک گلگون کے ہیں جاو پر
 آہ نقش اب کہاں گلا سا شان لرا لکی کا
 وہ عالم قدیر عنا میں کہاں رنگین دالی کا
 کھکھ کیسے کردوں میں بخت بد کی نارسائی کا
 نہ بچھو مجھ سے کچھ عالم خلش لئے جہانی کا
 شب غم میں بدلتی کروٹیں ہوں کج خجری پر
 دور دور سے سہر سہڑتی ہوں کج غزلت میں
 توطبتی لوتی ہوں رات بہر آغوش حسرت میں
 سیر و دے ازل سے ہو دولت سیری قسمت میں
 اداسی گھر الہی چہا رہی ہے شام فرقت میں
 گمان حلقہ نام ہے مجھ کو حلقہ در پر
 کئی کالی بلا ہے یا پریشاں رخصت ہے گیسو
 تھکے نیچے دوام شام غم میں میں گھر ابرو
 نہ آنکھوں میں جاو ہے نہ آب و شوق و دلجو
 بدوان میں چپکے چپکے عارض گلگون نہ لکھوں
 جہن میں جس طرح شبنم کے قطرے ہو گل تر پر
 نہ نکلے جسکے ارمان دہلے آتشا ہوں میں
 فغان بے اثر ہوں نالہ حسرت فرا ہوں میں
 نہ گلگونہ ہوں چہرے کا نہ ہاتھوں کی خفا ہوں میں
 وہ بکس ہوں شہید برش تیغ جفا ہوں میں
 نہ بچھو کچھ قیامت کے ہیں چہرے کے طلب مضطر
 کہوں کیا کس کشاکش میں ہر جان ناتوان میری
 کھلے نہام کر اٹھتی ہے ہٹیل سے فغان میری
 وہ جوڑا ہر عوی کا نہ اب وہ چندریان میری
 وہ شیشہ ہوں کہ وہی ٹھک ٹھک مجھ کو تیغ پر
 نہ بات و حق ادریش نہ وہ شان بر تلاق
 سیا ہی بج زلف و کجی سوا شام تہمت لاق
 یہ آئینہ ہے خلوت میں یہ شوق جلوہ آرائی
 کہاں چہا کلی میں آہ وہ اگلی لسی تھائی
 غمراں چہا لسی ہوئی ہے جس کے ہوئے کے زیور پر

وہ ڈور علی اب کہاں صبر سے میری چشم گراں میں
کہ آنکھوں میں جہاں تاریک شبائے جبرن میں
نہیں اب طاقت فرما دیر سے قلب نالائیں
گرایا نا توانی نے جو جب کوئی حیران میں

گاتا ہے رانا نہ بھگو ہو کر یہ آہ! ہو کر رہ
یہ دل غمنا سا پہلو میں یہ صدمہ و زحمت کا
جوانی کی یہ رشتیں اور عالم یاس و ہمت کا
بھئی شکوہ و تہد کا کبھی رونما جو ہمت کا
اُٹھناؤں کس طرح کجست لڑنا ہے فلک سر پہ
رہنا ہے کبھی صدمہ اُن اور صدمہ کس میں

کلیچہ چپکیوں میں کوئی رہ رہ کر سلتا ہے
برنگ شمع مغزِ تنخواں شب بہر گہلتا ہے
کوئی قلم قلم کے ہاتھوں دل مضطرب و تباہ
نہ آتی ہے اجل بھگو نہ میرا دم غلبا ہے
قضا بھی رحم اب کرتی نہیں مجھ پر زار و لاغر ہے

شیون داغ

پھولوں میں اکسکے ہوئے قبائے داغ
سہمہ اپنا آئینہ میں دما دیکھ اوستہ را
آغند لیب کلے کریں آہ و زار بان
دلسنہ و ایک ہے تو شب غم میں چراغ گورا
خاموش ہیں بہار میں مرغانِ غمہ سنج
نیرنگیوں پہ ناز نہ کر چرخ یا رکش
چتے ہی آہ اعیہ کا تو چاند ہو گیا
کلے شکوہ سے کہ جنازہ ہے داغ کا
آتی ہے بھنی بھنی کہاں سے ہوائے داغ
دے تجکو وہ سے نہ فریب ادائے داغ
تو ہائے گل پجار میں چلاؤں ہائے داغ
آتی ہے تیرے پہلو سے خوش روئے داغ
ہے ہر اکد ہرے نالہ و کین نوئے داغ
لینا ہے تجھ سے شکر کے دن خود نہائے داغ
نکلا نہ ایک شب مدجلوہ فرائے داغ
گلگون قبائے داغ ہے جو کین روئے داغ

اٹھی زمین سے آہ اپنے دے گنبد نزارا
 نلور سے ملے پھینک دیا کیوں مڑوس
 پڑھتے ہیں یاہ دہر شہر روز فاختہ
 ہنستے نہیں حدیقہ بزم سخن کے پھول
 پھولا ہوا ہے لالہ محسنہ مزار پر
 منہ میں نال کہاں ہے کہ خم جو کریں
 اے چرخ یوہ بھی مٹ گیا قصہ تمام
 ہم کیا کہیں جو ہو کہائے میں سبز باغ
 تھا بزم ارزویں ابھی ماتم امیر
 خاموش ہو کے بیٹھ گئی کیا عہد آوارغ
 چوٹی کا پھول تھا گل نگیں اگلے داغ
 جس سرزمین پہ آہ اپنے غلوت سر آوارغ
 لے دے ابوح خندہ دندان کاوارغ
 جوش جنوں ابھے دیکھتے قابل نقصاوارغ
 شرح حدیث نطق ترغم سراے داغ
 لوح سخن پہ ایک تھا نقش وفائے داغ
 داغوں پہ اکملک نہیں تکتے ہائے داغ
 ابل سے آہی ہے صدا اگلے داغ
 ہر دم زمانہ داغ و گرو گونہ درد صدا
 یک داغ نیک ناشدہ داغ و گرو دہا

نوحہ بر وفات بالکند صاحب گیتا

آنکھوں کو کیوں ہے بارشِ غم چھیند
 سہوڑوں کو کیوں ہے نالہ شورش اتر پند
 غم کیوں ہے جھکوانے دل شہرِ بیدار
 سو نیلے آہ باکس کو ہے غم سفر پند
 جاتا ہے آج منزلِ سستی سے آہ کوں
 نظر دل میں کر چلا یہ زمانہ کس کا کون

خاموش کیوں ہے بزم سخن آہ کیا ہوا
 ہندوستان سے دارمجن آہ کیا ہوا
 چوہا بنے تاب شکن آہ کیا ہوا
 چننا کیوں ہے سخن آہ کیا ہوا

کشتی تباہ کیوں ہے دل درمند کی
 دنیا ت کس نے آہ یہ حلت پسندی
 کیوں بقرارے دل غن جگر ہے تو کیوں انجبارے شرہ چشم ہے تو
 اے صبر کیا ہو تجھے کیوں فخر ہے تو اے دغ کس کے غم میں چراغ کھڑے تو
 یہ آہ کون محفل ہستی سے اٹھ گئی
 خیمہ یہ کس کا منزل ہستی سے اٹھ گیا
 اے شام درد و غم کی سحر و نصیبتا باندھا کیس نے رخت سفر و مصیبتا
 یکس کے غم میں اہل نظر و مصیبتا ویراں ہے بزمِ علم و مصیبتا
 ۱ پنہاں ہے آہ! اہ پہر ادب یہ کون
 اک دغ غف گیا دل حسرت طلب کون
 لگ لگ ہی تب روز نہاں کی ہے گرمی جگر میں ات آیا ہی کہاں کی ہے
 دل خلیش کیں لہ جانتاں کی ہے پہلو میں آہ! نوک کھٹکتی شان کی ہے
 شرجے غم کا شہرک جان میں چل رہا
 ہے چپکے چپکے کوئی کلچر چل رہا
 آسکے کچی یہ سانچہ جا بگڑا ہے کیا یہ اے طالع خونِ نو ہے کیا
 اے درد اٹھ کے دیکھ یہ آہ دو چلے کیا لب پر یہ جوشِ تالہ حسرت خزاں ہے
 تکیں قلب ہے یہ کیب جگر ہے تو
 اے صبر کس کے سوگِ حشتِ اشر ہے تو
 یہ موتی لادنے حوالِ غنِ غمشتے کیا تو کس کے غم میں خواب چکے چکے گیا

و دنیا کو خیر باد کوئی آج کہہ گیا
ماہ سپہرِ فضل و ادب آہ گہر گیا

ظلمتِ غم و الم کی مسلط جہان پہ ہے

صدرِ غیض کا آہ ابدل ناتوان پہ ہے

آج کمال کا مہ کمال کدہر گیا
تھا اک چرخِ رونق محفل کدہر گیا

دیرانِ مہرِ تیرے منزل کدہر گیا
ہے تیرا ڈیٹرِ فضل کدہر گیا

وہ نہر آسمانِ کفاحت کہاں ہے آج

وہ آفتابِ اوجِ بلاغت کہاں ہے آج

آفتابِ شمعِ در کیا کہاں ہے تو
بارغِ ادب کے آئے گلِ رخا کیا ہے تو

اد کلینِ ریاضِ تمنا کہاں ہے تو
نظرس میں ڈھونڈتی تھی گویا کہاں ہے تو

شومی کہاں وہ اب لبِ نگیں کو میں ہے

تیرا عبا ر آہ! پریشان ہوا میں ہے

ہے وہ تیری شومی طرزِ بیان درخ
اے مرگِ ناگہاں! یہ غمِ جانتا درخ

ایسا گہرِ مو آہ! زمین میں نہاں درخ
اے مرگِ ناگہاں! یہ غمِ جانتا درخ

یہ حبش و غم یہ رنج و الم و مصیبت

اے چرخِ یار کش یہ غم و مصیبت

خاموش کیوں ہے طوطیِ شکرِ فداں چہک
بارغِ سخن کے بلبلِ رنگین بیان چہک

آہ ایک بار بزمِ اجتہاد میں ہاں چہک
روحِ القدس سے خلد میں ہی غمِ چہک

موت ہوئی کہ تیرے ترانے سنے نہیں

خوابِ عدم کے آہِ فنا نے سنے نہیں

وہ آہ! تیری شہنی تحریر کیا ہوئی فقیر دھچپت چپت وہ تقریر کیا ہوئی
 طرز بیان کی وہ تیرے تاثیر کیا ہوئی جس کے اسیر ہم تھے وہ زنجیر کیا ہوئی
 لب میں خموش طرز تکلم کو کیا ہوا
 جنبش نہیں ہے موج تبسم کو کیا ہوا
 خاموش آہ! بزم اجائز ہوئے جاتا کہاں ہے دل غم جو پردے ہوئے
 ہم تیرے سوگم میں غم دیا لے ہوئے بیٹھے ہیں آہ! ان تھاپے ہوئے
 دیکھو جو تو تہجہ کو دکھاؤں جگر کے داغ
 ناسور ہو گئے ہیں دل نوجو گر کے داغ
 اوجانے والے! پیر کے اوپر دیکھ لے ذرا آنکھوں سے رنگ خون جگر دیکھ لے ذرا
 اپنی گلی میں خاک لتبر دیکھ لے ذرا اک بار تو اٹھا کے نظر دیکھ لے ذرا
 ہم کب سے آہ! خاک اڑاتے ہیں راہ میں
 اور سوراخ زمین کی ہے تو خواب گاہ میں
 نقش حیات تیرا زمانہ مٹا چکا رنگ نشاط بزم شبانہ مٹا چکا!
 رنگین نوایوں کا ترانہ مٹا چکا جادو گلابوں کا لہانہ مٹا چکا!
 باقی ہوا میں اب نہیں تیرا اخبار بھی
 اڑتی نہیں ہے راکھ سے تیرا شراب بھی
 او بزم آسمان قضا جت کہاں ہو تو او تیر سپر بلاغت کہاں ہے تو
 او طوطی ریاض ظرافت کہاں ہے تو او عنز لب کشش جدت کہاں ہے تو
 ہے ہے تیرے خیال کی وہ مانہ کا لین

دکھش وہ تیرنژوہ جادو نگاریاں

تو اریب مصر معانی کہ ہر گویا ہمراہ تیرے دفتر و علم و ہنر گویا
دنیا سے آہ کیا تراخت سز گویا پہلو سے صبر و دل سے شکیب جگر گویا

اتیک وہی تیرا الم جان بھگن ہر جیف

اتیک وہی تیرا غم در مان بھگن ہر جیف

پہلو میں ٹھکے در میرے چٹکیاں بچے یہ الٹی الٹی سانسیں دل ناتواں لے

میں خود تم زدہ ہوں مرا امتحان بچے یہ انتقام اے تم آسمان نہ لے

میرے جگر پہ آہ! نہ غم کا داغ دے

سو داغ دے مگر نہ یہ ماتم کا داغ دے

بجیں عجیب کے مجھ پہ نہ کرا آسمان ستم تیرے ستم بلا کہیں نامہربان ستم

یہ مادہ غضب یہ غم ناگہان ستم اُفت بافت! داغ یہ الم جانتا ستم

باد اعلیٰ ابھیانہ تو ایسے چراغ کو

تو کا لٹکانہ میرے کلیمے کے داغ کو

ہے سکور و نہ تا غلب یکجہ تاز تو کیا ڈھارے ماتم ہے یہ اوفتنہ ساز تو

کس پر کرے گی فکر ساہنا تو ایسا کہاں سے لایگی جادو طراز تو

ساتھ میں کون ڈھلے گا ار دوز باکشی شر

نچی لاجواب طبعی بحر فشاں کی نشہ

شیو شہجہ کے چٹھے تراجم توغ و درو میں آہوہ تیرے طریبان کا رنگ

وہ تیرا زوہ و منبع وہ تحریر کی لٹنگ تیرا صبر رکھک بھی یا بھی حد کجنگ

جادو بھرا تھا کوٹ کے تیری زبان میں
 شوخی غضب کی تھی تیرے طرز بیان میں
 ندرت طراز دناثر شیوا بیان تھا تو
 نکتہ شناس بہکتہ رس منکتہ دان تھا تو
 بھٹائے روز و کار و وحید الزماں تھا تو
 بیچ تو یہ کہ نازش روز زبان تھا تو
 اعجاز تھا سلم میں تو جادو زبان میں تھا
 نینگ سا مری ترکے طرز بیان میں تھا
 ہے آہ اپرے سوگ میں نغمہ نغمہ خوش
 پڑا تے تفتہ جان میں چراغ سحر خوش
 لب پرادھر میں تالہ شورش لڑ خوش
 اور تو تہ زمین ہے افسانہ باد خوش
 کیا جانے آہ احوالے تو کس خیال میں
 رنگ سکوت اسیم تیرے بول و چال میں
 تیرے قلم کی آوار وانی کدہ گئی
 ندی چھپی تھی طبع روان کی آگئی
 ہمراہ تیرے تاب شکب جگر گئی
 افسوس دل کے ساتھ مناسبت گئی
 حیرت غریب تیرے ماتم میں مرئی
 اک بکسی تھی وہ بھی تیرے غم میں مرئی
 اُف ان یہ حادثہ آسمان یرغ
 ہے ہے یہ ساختہ اجل ناگہان یرغ
 لب پر یہ شور و مالہ و آہ و فغان یرغ
 یہ جھلے جھلے دل فریاد خان یرغ
 غم جھکو ہے نہ تو کہیں اس غم میں مرئی
 حسرت نہ مرنے والے کے ماتم میں مرئی
 دیوانہ ہو گیا ہے ذرا تو صبر کو
 اُبتلائے کرب بلاب تو صبر کو

ہے اگرچہ غم یہ ہوش دبا اتو صبر کر کب تک یہ شور و کجا اتو صبر کر

پہلو میں میرے اب نہ دل خستہ جان تڑپ

اتنا بھی غم سنبھل کے درنا تو اس تڑپ

ڈرتا ہوں آرزو کا کہیں دم نکل جائے پہلو میں اکٹھ کے درد تنہا چل نہ جائے

گردن پہ بیکسی کی چہری غم کی حل بجائے دل خون ہو کے خوش گم یہ اہل نہ جائے

ارمان مرثیوں کے نہ اکفشار کر

کنہت اتو صبر ذرا اختیار کر

صدہ بھی جب ہو صبر شکر تو کیا صبر آسان نہیں ہے حادثہ ناگہان کا صبر

دشوار ہے بہت ستم آسان کا رنگ بڑ جائے آئے اہل کسی خستہ جان کا صبر

دست ستم نہ آہ امتنا پر کردار

کہ ریمان ظلم نہ ہو بیدار کردار

ہے بے قرار درد تنہا تیرے لئے لائیں کہاں سے ڈھونڈ لگتا تیرے

ماتم نشین ہے بزم اجا تیرے لئے روئی ہے نظم و شرکی دنیا تیرے لئے

اُد بلس ریاض معافی کہاں ہے تو

اد عند لب سحر بیانی کہاں ہے تو

جاد و نگار و سحر رقم و مصیبت تو اور سکوت خواب عدم و مصیبت

پہ رنج یہ خلق یہ الم و مصیبت اُد آسمان بی نظر ستم و مصیبت

ود الکتبا "آہ تو ہیں دل غ فراق دے

بجلی گرا کے سوز غم اشتیاق دے

بے جہر و بیوفا تجھے دنیا کہیگی کیا ماتم کدہ ہے۔ بزمِ احسا کہیگی کیا
 لونی گئی ہے۔ تجھ کو یہ دکھیا کہیگی کیا خون ہو گئی۔ غریب تنہا کہیگی کیا

تیرے ستم سے آہ! کوئی وادرس نہیں

بیدرد تو کسی کا بھی فریادرس نہیں

صیاد مرگ شوق سے ہلکے ہلاک کر یوں تیرے غم نہ مار کلیجے پہ اک کر
 پہلو کو یوں نہ رشتہ ماتم سے چاک کر جھکاؤ ہمارے مہتری فانی کا پاک کر

منٹ جائیں کاش دہرے ہم ستم نصیب

ہوں آہ! جیتے جی تو نہ داغ غم نصیب

چرکوں یہ اے اصل بن چرکے جگر پہ ظالم بنا آب نوک سان شیر پہ دے
 یہ داغ بے کسی نہ دل زخم گریہ دے دیتے نہ ماہ و مہر پہر نہر پہ دے

تارے نہ آفرج عالم ارکان کے توڑ تو

خوش رنگ ہیں یہ گل ز گلتائے توڑ تو

رنگین ادا میں آہ! یہ باغ سخن پہل جوتی کے پہول ہیں یہ ہمارے چین کے پہول
 کلیان میں سوتیلی کی نہ پیاس کے پہول جادو نگار ہیں یہ ہمارے وطن کے پہول

اے آسمان! ان پہ نہ برق ستم گرا

نازک یہ پہول ہیں نہ کوہ الم گرا

باغ غلوب کے گل ہیں دستِ اصل توڑ ہیں خوشنما غصیب کے یہ ظالم کنول توڑ
 دوس ہیں آہ! بخل تنہا کے لہن توڑ ان کا کہاں زمانے میں غم تبدیل توڑ

ہے زن گلشن کا رنگ فصاحت ٹپک

ان سے مشام علم و فہم سے مہک رہا
 داغوں پہ لے فلک اب میں نے تو نے آہ
 تیر نکھولنے تیرے دیکھائے ہیں سبز باغ
 بے مہر یوں سے تیری ہے ظالم کس نے
 تو نے جلا جلا کے بجائے بہت سپر باغ
 تیرے تم غصہ کے جھائیں بلا کی ہیں
 محروشی میں تیرے آہ! ادا میں فضا کی ہیں
 اے دُور اُم تیرا دل سے ابھی غم گیا تھا
 سینے سے جوش نکالے بیہم گیا نہ تھا
 ہم سو گوار تھے تیرا ماتم گیا نہ تھا
 دل کے بجار آہ شرر دم گیا نہ تھا
 سجدہ آریں پڑی ہوئی کشتی سکون کی تھی
 آنکھوں سے آہ! ہنر رواں موج خون کی تھی
 تھا بکھو تیرا رنگ تصوف رہا رہا
 اور تو گلوں پہ خلد کے تھا چھہارا
 وحدت کا گیت تو لکھے تیرا گارہا
 مرقانِ قدس کو تھا ترانے سنا رہا
 جوش بکا اوہر دل اندوہ گیس میں تھا
 اور تو ترانہ ریزہ ریزہ بریں میں تھا
 اے چرخ تو نے اور دیا دل ایک باغ
 بزم سخن کا کر یا گل ڈواک چراغ
 چھلکایا اور ساقی گرد و دل ایک باغ
 ٹھکرایا اور بزم میں ایک کاسہ دلاغ
 اب یہ اویب فاضل بچتا بھی اٹھ گیا
 رخت سفا تھا تیرا گیتا بھی اٹھ گیا
 اک اور وار دل پہ ہوا آسمان کا
 الشادرق زمانے نے ہندستان کا
 خوشبر ہو گیا خمر دوز بان کا
 بپانہ بھر گیا مرے رنگین بیان کا

سوئے مزارِ دوش پہ اجابت لیجئے
 تیرے زمینِ دُرِ نایاب لیجئے
 دکھنا سنبھال کر یہ دولتِ ہماری ہے
 بخششِ تجھ سے لیں گے امتحانِ ہماری ہے
 ہاں تجھ سے اے زمین یہ منتِ ہماری ہے
 ہے نیتِ اس سے محبتِ ہماری ہے
 ہو نہ خاک یہ درِ کینا نہ آہ ! ہو
 چرخِ شش ز تجھے حشر میں اور دسیاہ ہو
 آے گنجِ شائگانِ فضیلت کہاں تو
 کیا آہ ! خاکِ عدم میں نہاں ہے تو
 کس ہستان کا بلبلِ رنگین بیان ہے تو
 کس آسمان کا ماہِ تجلیِ قشاق ہے تو
 تارے کد ہر گئے تیرے اوجِ کمال کے
 ستارے کیا ہوئے تیرے بوجِ خیال کے
 تو کیا گیا فصاحتِ اردو زبان گئی
 فکرِ بلند و جدتِ طرزِ بیان گئی
 کیا تیری روحِ جانبِ باغِ خفاں گئی
 رونقِ سخن کی بلبلِ ہندوستان گئی
 رنگینِ بیانیوں کے جو جھڑتے دہنِ پہول
 دامن میں چھتے تھے باغِ سخن کے پہول
 میں تیرے غم میں آہ ! اجاڑا ہوا
 چھتے ہیں تیرے گورِ بیان میں چال
 زنجینی بیان ہے جس میں قبولِ اب
 وحشتِ فرا میں باغِ سخن کے پہول
 دھوس وہ گلاب کے تھخے کد ہر گئے
 وہ جواب کے تھخے کد ہر گئے
 تیرا وہ خیال ہے کتنا کہاں تیرا
 جاتا کد ہر ہے تو سن عمرِ دہانِ تیرا

جائیگا جیسے جی نہ علم جانسان تیرا برسوں رُلائیگا الم خونچکان تیرا
 جب تیری یاد آئیگی اجاب روئیں گے
 آنکھوں سے سیل بارشِ خوناب روئیں گے
 او جانے والے ہلکو بھی ہے میں کو عدم تیری مفارقت کا نہ اٹھسکا ہمسے علم
 کس کس کو روئیں کیسے کریں پائے صبرغم صم تاوان ہر میں یہ کیونکر سہیں علم
 "وگیتا" کا داغ دو رام "کا غم و امیتیا
 اے چرخ! یہ تم پستم و امصلیت
 یہ ناہائے اب شکل آہ! اتا کجا اے دل یہ جوش ریخ و محن آہ! اتا کجا
 لب پر یہ درد ناک سخن آہ! اتا کجا ہے ہے یہ ذکر گو رو کفن آہ! اتا کجا
 ہم کس کو روئیں آہ! یہ دنیا ہے رفتنی
 اے چشم ترا یہ بزم تماشہ ہے رفتنی
 غمنا نہ آرزو کا یہ دارالمحن ہے حیف انجام کار و ہر کا وہ گز کفن ہے حیف
 ہے ساز ناہ جس میں یہ وہ سخن حیف قبضہ خزان کا جسم ہے یہ وہ سخن حیف
 وہ بھول ہے کہ جس میں شمس و فانا نہیں
 وہ داغ ہے کہ کس کے جگر پر لگا نہیں
 اگر صبر ناکش دل آشفہ سر نہو اے بکسی! ہے غم کی ہی حد نہو
 اے صبر مجاہد غریب دشت اثر نہو اے سحر گریہ تجہ خون جگر نہو
 عبرت سرا ہے دہریہ رونے سے فائدہ
 اے دل! آڑپ نہ جان کے کھوئیے غاۓ

دل ہی نہ ہو تو کیا کوئی آہ و فغان کے
کیا سرگشت درد تمنا بیان کرے
تخت پر ہزار بار بستم آسمان کرے
ٹھنڈی جلا جلا کے تیری استخوان
ہاں او ادیب غشی جادہ نگار نشر
برسوں اڑینگے راکھ سے تیرے شمر لاش

نوح و فات شمس ان لعلم آرزو مرحوم

لو کہاں ہی آداب وہ نازش بزم سخن
مخترستان عداوری ہے تیری انجن
تیرے غم میں تیرے دیوانے میں گوم پیش
بجھ گئی شمع اور پروانے میں سرگرم تیر
چھپ گیا کیا آہ تو اے تیرا ج کمال
شام غم کا ہے سید خانہ تیرو بزم خیال
تیری محفل میں کہاں وہ چراغ آرزو
اب نہ دھڑلے نور دی ہے نہ وہ انداز خار
اب کہاں دلی کی گلیاں اب کہاں خون
اب رگ جاں میں کہاں نوک شمشیر کی غلش
اب کہاں وہ آہ اسر پر طرہ دستار گنج
جسم لاغر میں کہاں تبار ستر کی غلش
اب کہاں وہ محبت اجاب سے بیگانگی
تیرے آشفہ بیانی کا وہ اب عالم کہاں
ساز مہستی اب ہے تیرے صدائے زار میں
پرزے ہرے ہے لمحہ میں اب گریبان سخن
کچھ عجیب دلکش ہے اب انداز تیری جواب

مخترستان عداوری ہے تیری انجن
بجھ گئی شمع اور پروانے میں سرگرم تیر
شام غم کا ہے سید خانہ تیرو بزم خیال
اب نظر آتا ہے اک دھندلا سا داغ آرزو
اب اڑائی پیرتی ہے باد صبا تیرا غبار
اب کہاں زلف پریشان دوش پر دوخت
جسم لاغر میں کہاں تبار ستر کی غلش
چشم و حشر میں کہاں دھوخی رفتار گنج
نازش فرزا نگاہ اب وہ کہاں دیوانگی
شاہد مضمون کے وہ گیسوے برجباب کہاں
تیرے نام میں ہے اک مختصر باور زین
بیچہ دھشت سے ہے صد چاکہ آن کفن
گوشہ مرقد سے گھولہ دل بیاب کا

تو وہ دیوانہ تھا قایم تیرے تھی شان ادب
 ہو گئی مرنے سے تیرے بزم دہلی پر طغ
 آسمان رکھیں گس کے سر یاب باغ سخن
 کسکی باتیں لبت چھیں گی لبیں نکر چہیا
 کچھ عجب لذت فراہمی تیرے پیکانی خلش
 اپنے دیوانوں کو پینا نیکاب نہ بیکر کون

مرجا اسے دانش آموز دبستان ادب
 ایسے دیوانے کہاں پیدا ہوں ب وشن داغ
 اک تیرے دم سے مجھے قایم شان کج سخن
 چٹکیاں پہلو میں لیک گس کا انداز بیان
 دلو تیرا نیکی کس کے نوک شرکان کی غلش
 آہ! یوں بھینچے محال ظم و شر کی تصویر کون

چوہر کی گذشتہ عظمت

منہ بگوں ہے اب میں تیرے عظمت کا نشان
 کیوں کہ گویا تیرے رکھ دے آیت خوش فضا
 تیرے مردان دلاؤ نکادہ زور ہو کہاں
 تیرے پاؤں میں پڑا آخر وہ ن کر زبان
 نیلے کشتہ لیتی ہے اتناک جگر میں چٹکیاں
 روتی ہے رکھ رکھ کے پلہ تیر کا منہ پر کیا
 نوک کی لبتی تھیں ب آہ! تیری چہیاں
 آگ حبس آہ تھی دوزخ کے شعلہ کی نہاں
 تیرے سونار دیک لب پر میں اس کے چہیاں
 وہ بساات کے نظر طری ہیں نہ بانگ کی کھیاں
 تیرے گلشن میں اب چہائی ہو بر سر خزاں

خاک میں تیری بساات وہ چہر میں کیاں
 رزم گریں باندھ کر اتنی ہو اور چار دن
 اب وہ خضر ہے نہ کتھری نہ جوش ہے نہ خود
 آہ! جس ہے پہلے چہر ہوتا تھا کھو غور
 خون رولانی ہو تیری نوک شان کو دل کی بلو
 اوکمان کش یاد کر کے کار نامہ کو تیرے
 دلیں گھر کرتی نہیں اب تیر نریذ کی غلش
 بکھنے ٹھندی ہو گئی خون میں تیغ آبدار
 صفحہ لایع جن قصوں سے خون میں ہو گئی
 مٹ گیا انوس: تیرے تاجدار کا فرد
 چہر میں شہرت کے تیرے آہ کہہ لکھو

خونچکاں ہو تیرے کشتہ کا کفن زیر زمین
 وہ غرور تاجدار ہی ہے نہ وہ شان شہی
 جن پر طرے تھے بسالت کے لٹکے اب تیر
 زرم میں داؤ شجاعتی تھی اکبر کے خلاف
 بدقول لوہے سے لوہا ہر جگہ بجا رہا۔
 کارناموں کو تیرے ہوئی نہیں وہ سرزمین
 اب کہاں ہو آہ وہ جبر تہور کا نہنگ
 خوان اگلے ہی ہے لمحہ میں اب تیغ شعلہ و گ
 یون تو تیری خاک میں ہیں فن موتی سینکڑ
 فخر اب کس پر کرے آہ تیرے راجپوت
 اب تیرے قلعہ پہ آئے چنور لہر آئیں
 تیرے لیے انہیں میں ہی جہاں مٹی بے رقی
 مات وہ سطوت ہو نہ شوکت ہو وہ جوشم
 دوست کیا روتے ہیں دشمن تیرے حال پر
 لکھا کہ جلتی تیرے منساویں کی بودہ
 چھوٹ چوہوں میں ہی ہر بھی آہ کہ کس بھین

زلگ آیا آہ! آہ! خوار انقلاب آسمان
 خاک کے پویدہ میں اب آہ! اب تیر حکمران
 کچھ مردہ میں ہیں قہقہہ لاش سنگ گران
 خون پانی ایک کر کے تیرے شہر وں چہاں
 تھے یہاں تیغ آزمائے کلہ دو جوان
 تیری عظمت کی ہر اتک آہ! اب پڑاں
 جسکی مہیت سے ڈلتے تھے زمین آسمان
 جسے برسوں تھیں لہو پر گرانی بجلیا
 سچ بتا! ایسا بھی کوئی درجہ ہی نہیں
 تیرے سر سے اٹھ گیا انیسویں تاج غرور
 کیا ہوا وہ آہ! تیرا پرچم نہ تیر شان
 اب وہ تخت مرصع ہو نہ تاج زرستان
 منگلے سر پہ نہ رفته تیرے عظمت نشان
 تیری حالت ہو گئی یہ کیا الفیض شہزاد
 آسمان تجھ پہ کچھ ایسی گرانیں بجلیا
 مئے مانچھا گئی تیرے حدیث پر خزان

لاد و محل کا شگفتہ ہے جن زیر زمین
 پہول ہیں یہی تیرے خونیں کفن زیر زمین

ایک اجل رسیدہ کی تمنا

اگر مشیت خاک کا ہو یہ انجام کار حیف
اجاب دفن کر کے ہمیں کیا چلے گئے
بوجھنا زعفران بھی اگر اجل نصیب
ہو تو شیک گراں ہوئے ایسے کہ بعد مرگ
ہکو تو اب بھی خون روتا لحد میں ہے
بوجھنا مگر کسی نے نہ اتنا پس فنا
فرست قضاے آہ ادم داپسین دی
بالیں پر روتے ہی دن و فرزند دیکھ
ارمان مرے بغریب تمنا کا خون آہ!
جس پر کبھی گراں بھی قبائے حریر پنا
لئے دانے! ہکو جن کے تناسب پر ناز تھا
کھاتا ہے اب وہ کاسہ سہراہ! ہکو کریا
سنبہ ہمارے قبر پر یا اگ رہا ہے اب
یا فضل بر شگال کا منظر تھا سامنے
کرتا ہے آکے یا گہر آشک آب نثار
روح دی چین کی ہے اک سم نہیں کیا
شیشہ دی ہے جام دی تہلکہ دی

تف! تجھ پہ تفسیر ہمتی نا پائیدار حیف
آئے: دیکھنے کو بھی سوئے مزار حیف
کٹے ہیں کس طرح تیرے لیل و نہار حیف
یا رون کے دوش پر بھی جنازہ تھا مار حیف
اخلاص بہانوں کا وہ بہنوئی کا پار حیف
صحرا میں کس غریب کا یہ مزار حیف
ٹھہری نہ آہ از زندگی مستعار حیف
اجاب لہجے میں سوئے مزار حیف
کیا کیا ہوئے خدنگ اجل کا شکا حیف
لینا ہوا کفن میں ہے وہ جسم زار حیف
اعضاء ہیں اب تو مشیت تھا حیف
دلکش تھے جبکہ رست میں نقش دیکھا حیف
مخوام یا تھے لب سنبہ زار حیف
مجمع تھا دو تنو کا لب جو بزار حیف
رو کر ہماری خاک برابر ہمار حیف
ہے جوش گل دی دی ہی بانگ ہزار حیف
اتی وہی اور وہی بادہ خوار حیف

دنیا کے ہیں جو عیش و مہکت کم نہیں
حسرت یہ ہے کہ میں کس دنیا میں ہم نہیں
جان بد رسفر کے ہو قابل کھاں ابھی
ٹھیک سے رہو: ذرا دیر سے سرور دل ابھی
لوٹا سے قدر یہ کہدو: چہاں و خزاں ابھی
دن گھر میں کھیلنے کے ہیں اور بچا ابھی

جلنے کا عزم ہے جو دل نا عبور کو
میں ساتھ ہے چلو نکلتیں کانپور کو

نوح و فات شہنشاہ اید و رد ہفتم

گھسا چھائی ہوئی ہے چاوسو کلو بچ نام کی
عروش شے کس کے غم میں خاں و برعم کی
صد ا جان گس ہے لب پہ کیوں یا دہم کی
خلش کیوں شہر جان میں ہے یارب شرع کی
روان ہے سیل خون آرزو کیوں حیم گریاں سے
ٹپکتا ہے لہو نیکر جگر کیوں نوک مرگھاں سے

غم و اندوہ و حواں ہستی کس کے گوار نہیں
تمنا بیٹی ہے رو کے سر کیوں اشکبار نہیں
یہ غم ہے کس کی مرگ ناگہاں کا غم گسار نہیں
قضا نے ڈال دی لہجے کے کسے جان نثار نہیں

لگائی آگ تو نے نالہ آتش نشان کسی
ترپتی آ رہی ہیں آسمان سے جلیاں کسی

زمان پر ہے یہ سیم آج شود الامان کیسا
جگر سے آٹھ رہا ہے آہ! سوزان کاں کیسا
کلیجہ آ رہا ہے منہ کو ہنگام حقان کیسا
یہ نہنگامہ قیامت کا ہر مرگ ناگہان کیسا

اعترار رو رہے بالیں پوہیں یہ کس کے ماتم میں
کہ اک لاشک طوفان خیز غم ہے چشم پر غم میں

نشان لہر ہے میں بند میں کیوں آج تاں کے
یہ ہے کسی غم آرائی یہ کیوں سامان میں غم کے
لہو کے آہ! فور سے ہیں چھینٹے نشانِ بہم کے
کہ خفقہ بزمِ ماقم کے ہیں حلقے چشمِ یرغم کے

قیامت کی نہیں ہے آہ! قلبِ ناشکیبا میں
خلش ہے نوکِ نشتر کی رگِ جانِ تناسل میں

یہ کیا آمد میرے تاملِ کچھ نہیں جہانِ کس کے
سوا و بزمِ ماقم خطہٴ ہندوستان کیوں کے
حیطہٴ حلقہ گردِ احبیم خونِ فشاں کیوں کے
غریبِ بزمِ کشتیِ غمِ روان کیوں کے

نہ پوچھو کچھ قیامت کا ہے صدمہٴ قلبِ مضطرب
الہی خیر ہو شیشہ گرا ہے آج پتھرِ سر پر

یہ ماقمِ فخرِ شہین نصیبِ دشمنان کس کا
فلک کو جا رہا ہے آج تختِ روان کس کا
حمیدہ بارغم سے خاک پر ہے نشانِ کس کا
نہاں زمین میں ہے آقا برغوشان کس کا

جو بہان ہو گئی آنکھوں سے وہ خورِ کسکی تھی
بنایا نقشِ حسرتِ ہم کو وہ تقدیر کس کی تھی

جگر میں کچھ نہ باقی تو نے اسے سوزِ نہاں کھا
نہ غم کا جو صلہ رکھا، نہ بارائے فغان کھا
ملائک نے یہ کس کے سر پہ تاجِ آسمان کھا
قدمِ فردوس میں یہ کسے مرگِ ناگہان کھا

اٹھایا ہاتھ کس نے آہ! یہ دولتِ نیا ہی سے
ٹپکتے ہیں گہرِ بن کے آسودہ تاجِ شاہی سے

کلیسا میں نظر آتی ہیں کیوں ہر صفیں غم کی
صد کیوں ہے ہی ہر چرخ کے گھٹنے سے تم کی
نوی ہے آہ! کس کے غم میں اتنا اہل عالم کی
حلیجے میں نہیں طاقتِ ہواب فرماؤ پیہم کی

وفاتِ شاہِ دوران کی ہے لندن خبر بڑی

پیام روح فرسا لیکے ہے بادِ سحر کی
مہلِ غم سے نقشہ آہِ افسردہ نشیں کا ہے
کہ عالم کچھ عجیب حسرتِ فرا تاج و لکین کا ہے
فلک ہے کانتہا تھر تھر کیجی شوقِ دین کا ہے

عزاداری کے سامان ہو رہے ہیں ولند میں
گر بیان چاک ہیں گلِ اڑ رہی ہے خاکِ گلشن میں
نہ ادبِ طو زربین نہ ہے وہ تاجِ سلطانی
جہاں کل تک نشاط و عیش کی ہر تھوڑی دلی
نہ اورنگِ مرصع ہے نہ ایوانِ جہانِ بانی
اداسی غم کی اب ایوانِ شاہی پر پرستی ہے
زیارتِ کوشہِ دیباہ کی خلقتِ ترستی ہے

نشاطِ عمر فانی چارون کی آہِ جہان ہے
شکوہِ خسروانی چارون کی آہِ جہان ہے
بہارِ زندگانی چارون کی آہِ جہان ہے
عروسِ کامرانی چارون کی آہِ جہان ہے
گدا ہوا ہوشِ اک دن فنا انجامِ ہستی ہے
یہ معمورہ نہیں ہے عیش کا عبرت کی ہستی ہے

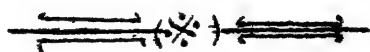
وید مقدس کی روشنی

ہوا تیرے جلوے سے عالمِ منور
وہ گنگا کی لہریں سہانی وہ کرنیں
کہ چکی ہمالہ کی تو جوٹیوں پر
وہ نورِ ہیر اور وہ تیسری جلی
وہ پھیروں کی خوشبو وہ کوئل کی کوکو
وہ کہسار کا پرِ نضا آہِ انتظار
وہ دھوی وہ جھرنے وہ پانی کی چلو
سُرخیلی وہ تائین چیمپے کے لمب پر

وہ دلکش فضا میں دھند سی ہوئی
 عجب صبح کا وہ سہانا سماں تھا
 ہوئی نرم ہستی میں جب جلوہ آرا
 سمجھ کر تجھے دیوتاؤں نے دیوی
 وہ درے جو تھے شب کی ظلمت میں پہلا
 زمین پر جو نور ازل بن کے چمکیا
 تری جوت پر یاگ میں جا کے چمکی
 ادا میں تری نے گئیں مفاہل کو
 اندھیری گو پھائیں ہوئی تجھ سے روشن
 جو نونان میں بن کے تو سمع چمکی
 جو گم گشتہ اس دشت میں کاروان تھے
 تجلی تری شرق سے غرب پہونچی
 تری حُسن کا خاص مرکز تھا بھارت
 مگر اب کہاں آہ! اگلا زمانہ
 نہ وہ روشنی ہے نہ اب وہ چمک ہے
 بہت دن سے نظریں تجھے ڈھونڈھتی ہیں
 چمک جا ہمالہ کی بھیر چوٹیوں پر!

وہ چھونکے کہ جن سے تھا جنگل معطر
 کہ اتری تھی جب تو فلک زمین پر
 تو دریا میں نور ازل کے نہا کر
 پنہایا تجھے لاکے پھولوں کا زیور
 زمین پر چمکنے لگے بن کے اختر
 کئے تو نے استھان سار کمزور
 زیارت کدے بنگے تیرے مندر
 پہنکر جو تو گلیان کا کھلی زیور
 کہ تو بن میں شیوں کی چمکی جبین پر
 بنی ماہ کامل عرب میں پہونچکر
 بنی نوشب تار میں اُن کی رہبر
 خوشاتیر آہلوہ خوشاتیر منظر
 بگاہیں زمانے کی پُتی تھیں جس پر
 نہ تو ہے ناب وہ ترا پہلا منظر
 کہ چھائی ہوئی غم کی ظلمت ہے تجھ پر

ترا نہ خواب (دل)



پہووں میں آئے دل تجھ کو چھپا کر
 دین بھرتیری کی رکھوالی !
 سو جا اسو گئیں چڑیاں کب کی
 باد صبا دیتی ہے دریا ٹر
 شام سے ہے کیوں مضطرب سو جا
 سو ج کی کرنوں سے بچا کر
 تجھ پر کسی نے آنکھ نہ ڈالی
 رہ گئیں آدھی گھڑیاں شب کی
 چاندنی ہے کیا گوری گوری
 پہووں کے بستر پر سو جا !

سو گئے آئے دل دنیا والے
 دریا کی خاموشی ہیں لہریں
 سو گیا سنبہ نہر کنارے
 اب تو ذرا پلکیں چمکالے
 نیند سے ہم آغوش ہیں نہریں
 سو جا میرے راج ڈالارے

اس گلشن کا ہوں سودا
 ادبچے ادبچے جس کے شجر ہیں
 جس کی انوکھی ہے رعنائی
 ٹیٹھے ٹیٹھے جس کے ثمر ہیں !

پکے ہیں گلزاروں میں جو پکے ہیں بازاروں میں جو
 عالم ردیا۔ تیرے صدقے طرہ تماشا تیرے صدقے
 دل کو ہوا پر اُڑتے دیکھا مثل کبوتر اُڑتے دیکھا
 واقعین آنکھیں ساں زگس تھی رنجور میں شان زگس

میٹھی نیندیں سو جا اے دل اب تو ذرا چپ ہو جا اے دل
 یا اس محو غم ہے یہ دنیا بزم ماقم ہے یہ دنیا
 یا رالم اس میں نہ اٹھا تو نادان غم راسیں نہ اٹھا تو

سو جا میرے پیارے سو جا
 میرے آنکھوں کے تارے سو جا

گھڑی

غضب کا وہ آہر اہو اصف پھر وہ پرزدن کی شوخی وہ شفاف پھر وہ
 تیرے کوکن میں ہے وہ جادو بیانی دلاہیز ہے وہ تیرے جھیر خوانی
 میں حیران تیری صدا سننے والے کہ کہتے ہیں صلیٰ سننے والے
 تجھے بار بار نیست کوٹ دیکھا جو الاون کو تجھ پر بہت لوٹ دیکھا
 ترپنے میں تیری پیش حسن کی کہ پرروں میں تیری کشش جن کی ہے
 قیامت ہے خود تیری نوز آگنی کی مگر تو دھن ہے نئی روشنی کی
 تیرے حن پر بہتر شیفہ ہے تیری ہر آواز پر نظر شیفہ ہے

آئیدہ تو پردہ ساز میں ہے
 تیری کیل پزروں میں شوخی پہری
 جوانان نمدن کی دولہن تو ہی ہے
 قیامت کا تیرا تدا نازین ہے
 نہ ہو گی کبھی ختم رفتار تیری
 سر مو نہیں تیرے وعدہ میں شک ہے
 سر مو نہیں تیرے قد میں کمی ہے
 کلید و رصدا ہے تیری چابی
 عجب و لکشی تیری آوازیں ہے
 تیری چال میں اے گھڑی دہری
 مگر آج کل جان فہین تو ہی ہے
 کہ پاکٹ میں فیلائے پردہ نشین ہے
 جس کے گی نہ تا حشر تلواری تیری
 کہ اوقات کی جانچ کی تو مہک ہے
 کہ شیوہ تیرا اے گھڑی اراستی ہے
 شرجین کا ہے تیری آفتابی

جگاتی ہے تو خفتگان حسرت کو
 اٹھاتی ہے بستر سے اک اک لشکر کو

بیر بہوئی

کچھ عجیب عالم ہے تیرے حسن کے انداز کا
 قطرہ مضطرب ہے خون کشتگان ناز کا
 مسترخ و ذرا ہے کسی خیم فسون پر وار کا
 قلب خون گشتہ ہے شرجین پر کسی جاندار کا
 با شفق کا کوئی ٹکڑا ہے زمین پر جلوہ گر
 جام زریں میں ہے با صبا احمر جلوہ گر
 گل بالان ہے شفق میں شعلہ نوحین
 عقیقہ مہر کی چیمپی ٹی ہے تمیز حسن
 نقش نیرنگ فسون ہے یا کوئی تصویر حسن
 جلوہ گل ہے فضا ہے داوی بر خار ہیں

سرخ تکیہ ہے تباہ سبر کہہ میں
 جلوہ گل سے ہے رنگین رو زیبا و نبیا
 ناز میں ہے یا کوئی محو تماشائے بہار
 یا ہے آغوشہ نجون داغ سودا بہار
 سبر کہہ سار نے پھل اگلا ہے کوئی
 جن رہی ہے پھول دو شیر و رعدا کوئی
 دامن کہہ سار میں اک شعلہ عریان ہر تو
 کشت زار حسن میں اک انہ مر جان ہر تو
 ناز ہے صحر کو تیرے شوخی رفتار پر
 ڈوڑتا ہے خون کا قطرہ سبر کہہ سار پر
 آہ! نفع سے کھڑے نازش محرم ہے تو
 محضر خون شہیدان ہے تیرا دامن سرخ
 شعلہ زار حسن کی چھوٹی سی کنیا ہر تو
 یا ہے خون کشدگان عشق کا غنوا سرخ
 صفحہ ہستی پر اک نقش تجیر ہے تو
 دشت میں اک سرخ چھوٹا سا گل رعنا ہر تو

کول

ادھن کی جنبی چڑیا کہلاتی آہ تو
 تیرے دلکش فری تیرے سبر زار دہن خوش
 کیا کسی صحر کے دہن میں نہ تھی آہ تو
 کھینچتی وقت سحر و لکو تیرے کو کونہ تھی
 آشیانہ تہا زرا گلشن میں بزم خروش
 چھاؤں میں رونی مخوفہ دغونہ تھی
 موسم سرما میں اک سراپہ مہر و شکیب
 بے صدا تیرا پس پردہ تہا ساز و لفظ

مرحبا اے پیکر یک شبک گام بہار
 تو ادھر آئی فضا کے گل کا دور آیا ادھر
 طائرانِ باغ نے چہرے سے سارا افسانہ
 پہنی نھنی نھنی کلیوں کے قبائے بختیں
 کوئی اکھ آسمان کا ادھک پر وار شوق
 تو جو آئی نولے موسم کا نشان پانی ہوئی
 تیرے مقدم میں شکستِ خاطر ناشاد میں
 تو چین میں اڑ کے کیا آئی کہ آہنجی بہار
 دامنِ رنگین میں اک دو شیر کو ناکتخدا
 اور تجھ سے ہم سرو و غنم نے اعجاز ہے
 میٹھے نغمے گائیوالی اور چین کی نارمین
 اور مصفا ہے فضا کے آسمان تیرے لئے
 تیرے نعموں میں اتراندہ حراں کا نہیں
 جھمکو قیام ازل دیتا اگر دو بال دہر

لیکے پہر تو گرمیوں میں آئی پیغام بہار
 تو نے گایا گیت اور آسموں پہ پورا یاد ہر
 تیرے مقدم میں میں شاخ و پیر ہم آہنگ
 آ رہی ہے کان میں تیری آہوا دلکشیں
 رہنا ہے کیا تیرا۔ دلدادہ انداز شوق
 انہی منزل پر پہنچ جاتی ہے یوں کتنی چوٹی
 موسم گل کو بھی دیتا ہوں مارا کباد میں
 گارہی ہیں چھوٹی چڑیاں سبز کچھ نہیں ملتا
 جن رہی ہیں بھی نھنی نھنی سرخ کلیاں خوشنما
 ہزمِ قدرت میں تری گو باشرک راز ہے
 ہے تر و تازہ ہمیشہ تیرا کج دلکشیں
 ہے شفق جامِ شرب ارغوان تیرے لئے
 سال میں تیرے گزرِ فصلِ بہار کا نہیں
 اڑ کے ہوتا میں بھی تیرے ہلہ بھر گرم سفر

بن کے ہم دونوں رفیقِ موسمِ خوش بہار
 کرتے خوش خوش ہر برس گلستِ دشتِ بہار

مرغابی

دھل گیا دن اور شبنم ہے زمین پر طہوریز
 گویا شہِ مغرب میں گلگون شفق سے آسان

بڑ ہی میں در تک سوج کی کر میں زرد و
جا رہی تو آگلی شام کو اڑتی کھان

دیکھتا ہے کیوں عین صیاد سوہماں
یاس کی نظر سے تری شوکت پر دار کو
ارغوان زار فلک کے منظر خوش رنگ نے
کر دیا ہے اور دلکش تیرے نقش ناز کو

ڈھونڈتی پہرتی ہے کیا کوئی سہانا شاہ
یا کسی بحر تنوع خیر کی ہے جستجو
پاکہ سر گرم تماش دین دریا ہے تو
یوں سکوت شام میں کیوں آسمان کا چو تو

تو جو سنگ نشان جاہ دے بے محلہ
کر رہی ہے آسمان پر قطع طبقات ہوا
اڑ سکے بے بدزد تو یہ کھان تیری محال
کوئی طاقت ہے مگر تیری مقرر رہنا

اے سبک پر داز تیری سر عین ہوا
طے کئے کتنے ہی دن ہر سر طبقات نسیم
ہو کے دامانہ زمین پر گریہ شہر جوڑ کر
شب کی ظلمت کا جو گر چہ سر یہ فطون عظیم

ہو چکی تیری مشقت ختم تبھ کو غم غیب
گائی ہوگی چھوٹی چڑیوں میں ہم آنکلی سو
گر میوں کا اک سہانا گھر لگا خوشگوار
افشین پر تیرے ہوگی مینستان کی بیا

ہو گئی غائب فضا آسمان میں گر چہ تو
اور اب نکھوں سے تیر تصور یاد گار
میں سیکھا ہے سبق لیکن تری پردہ سے
ہے طریق زندگی میں تو مری آموز گار

منطقہ سے منطقہ تک اسبک وازش
دست اوج فلک پہ جو تر راہبر
بھکو بھی لیجا سکا وہ منزل مقصود تک
جب کرونگا جاؤہ تہی سے میں تنہا سفر

وصف زبان

تیرے نطق میں ہے عجب جانفرائی
شکرستہ دلون کو ہے تو موسیائی
بھری تجہ میں ہے کوٹ کر دلیرائی
تیری ہر ادائیہ ہے رنگین ادائی

وہ جادو بیان نطق کی تو دلہن ہے

کہ لٹ تیرے گیسو کی زلف سخن ہے

جواہر کی لڑیاں ہیں فقرے مسلسل
کہ ہے تو فصاحت کی گردن کی سبک
ستم تیری شوخی غضب! تیری چھل
گر ہے کسی بت کی پاؤں کی چپاگل

نکلم کی گھنکر و بجائی ہے جھم جھم
کہ تو انا طقہ کو بچائی ہے جھم جھم

پہا کبھی بن کے تو بولتی ہے
کبھی بن کے طوطی شکر گھولتی ہے
ہر اک راز سربتہ کو کھولتی ہے
کہ کانٹے میں پھولوں کو تو لولتی ہے

سخن سنج ہے تیری میزان دانش

تیرا نطق ہے جو ہر کان دانش

بنایا عجب تیرا قدرت نے پیکر
کہا نطق کا روغن فاذنہ پر
کیا نظم نے زیب سرا لاکے جھومر
پنہایا کچھ نثر نے اپنا زیور

بلاغت نے ہاتھوں میں منہ دی لگائی
 فصاحت نے زلفِ معنٰی بنائی
 دہن میں جو تو بن کے تقریر آئی تیرے ساتھ لفظوں کی تاثیر آئی
 لئے حسنِ سخن کی تصویر آئی کہ تو لفظ کی بن کے تصویر آئی
 بجاتی ہوئی ارگنِ نطق آئی !!
 اوڑاتی ہوئی تو سنِ نطق آئی !
 وہ دلچسپِ نچیر کا چھپڑا ترانہ کُش ہو گیا جس کو سن کر زبانہ
 کیا لفظ نے تیرے گیسویں شانہ کھتی وضع تیری عجب شادانہ
 مجھے قال نے اپنے سانچے میں ڈھالا
 رنگیلی بغضب تو نے جو بنِ نخلالا
 فصاحت کے پہلوں کی اوگھنے والی تکلم کے پردے میں اور صفیہ والی
 کسی کی کڑی تو نہیں سننے والی کہ ہر ایک کے مضمون دس کہنے والی
 نہیں بھگو مصلحت چاہوں کی مصیبت
 کہ غالب نہیں تجھ پر شاہوں کی مصیبت
 زینا ہو کہ زینہ چہڑی ہو کہ خبیر زہر ہو کہ کبیر ہو ۔ یا خود و مغیر
 ہوا و رنگ و دیہیم ۔ یا تلخ و انسیر میں تیرے لئے اے زبانِ سبیر
 وہ آزادہ رو ہے کہ رکھی نہیں تو
 وہ سرے درشہ پر چھلکتی نہیں تو
 جو شیلہ جو انون کو لڑوانے والی اکھاڑے میں شیروں سے بھڑکانے والی

سواروں کے نیزوں کی چمکائے والی شجاعت کے شعلوں کو بھڑکانی والی
 جو تو بڑھو کے کرکے سناٹی ہے دن میں
 دلیروں کی ہمت بڑھاتی ہے دن میں
 بند ہاتی ہے تو رانڈ بھڑاؤں کی ہمت قیموں سے کرتی ہے اظہارِ شفقت
 مریضوں کو دیتی ہے تسکینِ محنت کہ ہے تھوے لب کی مفرحِ عطاوت
 ترسے ہونٹ ہیں نوشدار وئے سادہ
 مقوی ہیں یا قوتیوں سے زیادہ
 کہانی سے راتوں کو تو ہے سُلّاتی کہ بچوں کو تو لوریاں ہے سناٹی
 کلیجے سے مان کی طرح ہے لگاتی کہ یوں ہوئے ہونے ہے تو گاتی بجاتی
 اری نیند! آجا! اری نیند! آجا!
 مرے لال کو تیرے صدمے آسلا جا
 کہیں شہید ہے تو کہیں قند ہے تو مواظظ کہیں ہے کہیں نپید ہے تو
 دہن میں نظر بند ہر چند ہے تو گردقت تقریر کب بند ہے تو
 روانی میں ہے سیل چلنے میں صرصر
 چہلا وہ ہے شوخی میں تیزی میں محجور
 عیاں ہیں تیرے نکتہ سنجوں پہ جوہر کہ ہے تو بشر کے فضائل کا زیور
 ہر اقلیم میں ہے ترا سکرِ ذر کہ زیرِ نگین میں تیرے ہفت کشور
 چمک تیری ہر تاج و وہیم میں ہے
 نئی شاہزادی ہر اقلیم میں ہے

جیوٹے زبان! ایشیا کی پری ہو تو یورپ کی لیڈی شرارت پری ہو
 کہیں پہلوئی ہے کہیں تو درسی ہے سخن کے حدیقہ کی کبک دری ہے
 کہیں تو ہے بہا شا کہیں فارسی تو کہ ہے شاہد نطق کی آدرسی تو!

ترانہ کہیں قی ہے مطرب کے لب پر کہیں تو ہے جادو بیانوں کے لکچر
 کہیں بندہ گو ہے کہیں بند کستر کہ ہے طوطی شکرستان بچسپر
 زمانہ ہے شیدا ترانہ اور بھیلی!

اداسے رسیلی! صدا ہے سریلی! تیرے روزمرہ کی آفت! یہ صفائی
 بشر کو کھلاں طاقت لب کشائی کہ ممکن نہیں تیری مدحت سرائی
 عجب نطق کی موہنی تو ہے مورت
 ہوا ہے جنم تیرا کیا سبہ صورت

ومن اور ہنس

اے ہنس آہ! تیری یہ دلربا ادائیں یہ نغمہ ہائے دلکش! یہ جانفزادائیں
 ہنسوں ہے عاشقی کا تیری سرور دہانی کچھ دل کی داستان ہے کچھ شوق کی کہانی
 ہنسوں میں آہ! تیرے ہے سوز عاشقانہ دلکش تری صدہی دلکش ترانہ
 آنکھیں ہیں آہ! تیری سرست جالفت آیا ہے لیکے شاہد نل کا بیام الفت
 تیری صدا دمن کو بخود بنا رہی ہو تیری ادائے دلکش لگو لگو لکچر رہی ہو

فلق بشر کا جادو تیری زبان میں ہے
میں مٹھی مٹھی تیری باتیں عجب شیریں
نیرنگ سحر و افسون تیرے بیان میں ہے
بولی ہے پیاری پیاری آواز ہے زبانی
امرت کی ہیں بستی جھڑیاں تری زبان سے
ادھر مدد ہے ٹپکتا اعلیٰ شکر نشان سے

ادھر غم خوشنوا! ادھر فسانہ خوانی
ہے گوش شوق تیری آواز پر لگائے
یو چھ دمن کے دل سے کوئی تری کہانی
ذکر حیل جانان سنی ہو سر جھکائے
عالم ہے بنجودی کا آنکھوں میں ہزار
لیتا ہے آدھ چٹکی شوق وصال دلیں
اور اشک کر رہے ہیں چہرے ہزارہ کاری
کیا جانے آ رہے ہیں کیا کیا خیال میں

اول نقش و لفریبی! او نازش زمانہ
ہاں! او نگار خوش خواہ اجیت پرورد
یہ تیری جامہ زیبی یہ وضع شادمانہ
عفت کی تو ہے مورت دیوی چمن کی تو
اک کار لارہا ہے جیسے فراقی تجھ کو
یو نہیں نہیں گوارا اسکو تری جلیں
دو دل جھڑے ہوئے ہیں کنا و کناں میں
سینے دکھار میں دو اک تیغ خون نشان سے
صدہ مفارقت کا ہے دلہ شوقی تجھ کو
اک آگ عشق نے ہے دونوں طرف لگائی
دو صید میں تریتے اک نام رنج و غم میں
بسیل میں دو کلیجے اک تیر جانان سے

از بسکہ آہ نل کو ہے اشتیاق تیرا
آنکھوں میں پھر رہی ہے تھوڑا تیری
حد سے گزر گیا ہے درد فراق تیرا
دل میں کھٹک ہی ہے نوک گل تیری
دن بھر ترانہ شور شب بھر خیال تیرا
بے چین کر رہا ہے شوق وصال تیرا

شام بجز زبان پر تیری ہی گفتگو ہے
حسرت ہے دید کی اور ملنے کی آرزو ہے
آنکھوں میں نہیں ہے چھپ تیری پیاری تیری
کچھ انتظار ہے اور کچھ ہے امید داری

آنسو بہانہ دو کرے شمعِ بخشش تو
کب تک رہی وقفِ سوزِ غم و محن تو
دردِ فراق کا ہے مایاں کارِ آخر
ہے ختم ہونے والا یہ انتظارِ آخر
رہنمائی کا ادھیندہ تیری رہگزیں
آنکھوں میں تیرا نقشہ مصوت تیری نظریں
چہرے سے ہے نمایاں رعبِ جلالِ شاہی
اور جن کا ہے شہرہ از ماہ تا ماہی
گھر ہے چاند سا اور ماتھا پر گور گور
باز وہیں لمبے لمبے مسینہ ہے چڑا چڑا
نورنگاہِ عالم میں آنکھوں کے تارے
روشن ہوں آسمان چو طبعِ دوستارے

الغشِ نازِ غلی، ادھتِ محبت
جس طرح حسن میں ہے تو انتخابِ عالم
آہِ معد باد میں ہے یونہی گانہ
حلاقت میں غم و ہمت میں نازشِ زمانہ
شہا بانِ دہر سے ہے یل بد میں بوجھ کر
تاروں میں ماہِ کامل ہو جیسے جلوہ گستر

دریا وداں ہو کوئی جس طرح سوئے قلم
اور بحر بیکران میں اپنا نشان کرے گم
کھو یا گیا ہے وہ نہیں نل تیری آرزو میں
پھر تاشانِ کشان ہے تیری ہی جستجو میں
الغشِ تیری دل میں سوداؤ تیرا سر میں
اک گلِ شوق کی ہے بھڑکی ہوئی جگر میں
بیگانہ ہو رہا ہے تیرے لئے جہاں سے
متر ہے تیرا شیدا تجھ پر ہزار جان سے
ہر چند غم کا پتلا رنج و ملال سے ہے

غافل نہیں مگر وہ تیرے خیال سے ہے

سارس کا جوڑا

او بے نصیب سارس جوڑا کہاں تیرا کیوں آہ ایشام کو تو لیتا نہیں بسیرا
یہ درد ناک چنچیں تیری یہ گھپٹا بندھیرا کیوں ڈر کے کر رہا ہے تو آسمان کا پھیرا

پھر تاشان کشان ہو تو کسی جتو میں

نصویر کس کی بھرتی ہے چشم آرزو میں

یہ کس کا کر رہا ہے غم بے قرار تجھ کو پالنا ہوں آہ! ہر شب میں ہو گا ارجھ کو

دل پر نہیں ہے اپنے کیوں اختیار تجھ کو میں جانتا ہوں جس کا ہے انتظار تجھ کو

جوڑا بچھڑ گیا ہے او غم نصیب تیرا

خلدیریں میں بے عتاب ہے حبیب تیرا

پھر تیرا ہے سر ٹپکتا کیوں کو ہمار میں تو بے تیرا ہے ٹھنڈی سانس کی سن سوز میں تو

دلگیر آہ! کیوں ہے جوش بہار میں تو کیوں کر رہا ہے نائے شب ہائے تار میں تو

دنیا میں غیر ممکن ہے اب وصال اس کا

نادان محو کر دے دل سے خیال اس کا

کب تک صد آپس میں یہ نالہ و فغان کی آخو ہے انتہا بھی تیرے غم نہان کی

چو میں جگر پہ کب تک اندھ جانتا تھی قریب آہ! سن لے مجھے تارچہ سے جان کی

تیری طرح ہوں انا فراقِ بے نصیب میں بھی

کھوٹے ہوئے ہوں یعنی اپنا حبیب میں بھی!

جس طرح آہ! کچھ کوڑا ہے اپنا پیارا
 جھکو بھی دردِ وقت یو نہیں نہیں گوارا
 راتوں کو جس طرح تو پھرتا ہے مارا مارا
 میں نے بھی جہاں ڈالا یو نہیں جہاں مارا
 بلع جہاں میں لیکن اس گل کی بونہ پانی
 لہجہ جدا جدا تھا، وہ گفتگو نہ پانی
 جس طرح ٹوٹتا ہے تو دردِ جانشان ہے
 ہوں بھیرا میں بھی یو نہیں غم نہاں ہے
 حسرت ٹپک رہی ہے دھونکی انسان ہے
 دونوں کے یادِ لبرِ رخصت ہو جہاں سے
 رہی ہوئے عدم کو دونوں کے یار جانی
 چھٹروں میں قصہ غم، تو بھر کی کہانی
 کبتک پسینہ کوئی کبتک یہ جوشِ مائیں
 کبتک یہ شورِ نالہ کبتک یہ آہِ سپہ سہم
 نظروں میں بیگمی کا کبتک یہ آہِ عالم
 چپ چاپ شامِ غم میں آئے تو زمینِ دم
 دار المہن ہے دنیا، دونوں الم سے چھوٹیں
 خوش خوش جہان سے جائیں مت کے غم سے چھوٹیں
 خلدِ برین میں اپنے جوتے سے جالے تو
 اور ہوں نصیب مجھ کو، میرا نگار خوش خو
 دونوں کے زیبِ برہوں دھونکے یار بوجو
 ہوں، وہ صہ جہاں میں دونوں کے گرم پہلو
 تو سبزہ زار میں ہو، میں کج دانشیں میں
 حسرت نہ عیشِ دنیا کی ہو دل حزیں میں

مرغ و صیاد

اے نسیم صبح! اے گہوارہِ خجیانِ جنین
 سو گز تیرا گندہ سوئے جوانانِ جنین

اُن سے کھامیری جانب بھلا ہوا شوق
 اک گرفتار قفس ہے کھاتم کو سلام
 پھریو دنیا میری جانب سے نوید جانفزا
 خاک اڑا کر پہلے چپ ہو جائیو باد صبا
 پھریو کہنا کھینچ کر سینے سے آہ جان گنوا
 اب نہ سیر لالہ و گل ہے نہ دو گلگشت باغ
 اب نہ وہ بیو نوں کا تختہ ہے نہ گنج خوشگوار
 نکلے جتنا ہے پڑا گنج قفس میں اب غریب

توڑتا ہے خانہ صیاد میں دم ہلے ہائے

ہو رہا ہے بلبل تصویر ماتم ہائے ہائے

چھڑتی ہے کیا قفس میں ہلکے باد نسیم
 تھی ہمدی بھی کبھی سر سبز کشت آرزو
 لوٹتے تھے آہ دن کو سبز زاروں کے مزے
 یا چہکتے پھرتے تھے باغوں میں ہم بے مہضمیر
 ہم کھان کے خوشنوا تھے ہم کھان کے بد نسج
 مہضمیر ان چین کے کیا تغافل کا گلہ؟
 فوج اے صیاد کو بھی چمک کہ جھگڑا پاک ہو
 پہونکرے اے سوز غم ہائے نہانی اپہونکرے
 ہم ہیں پابند قفس کیسا چین کیسی ہلا؟

اس چین میں ہم بھی تھے پروردہ ناز قلم
 ہم پہ بھی اے ابر رحمت تھا ترطف عظیم
 شب کو رہتے تھے تر و شاداب کنج نہیں مقیم
 یا قفس میں چنچتے ہیں آہے یار و ندیم
 ہم یہ اے صیاد ڈوٹا حوتیرا قہر عظیم
 جب قفس میں پہنیں گے کیسی دور ہم قدیم
 ہم سے اب دیکھا نہیں جاتا جو حال مقیم
 نیلے او ظالم اپہرک اٹھہے بشعلہ ناز عظیم
 کس کو غرور دے آئی ہے توبے باو نسیم

دید گل سے واسطہ کیا ہم اسیروں کیلئے
سیر گلشن ہو مبارک ہم صغیروں کیلئے

لارہ و گل کی تھی قسمت میں فضا دو چاروں
پھر سینگا ہائے کس کے زمزمے صبا تو
حسرت پر وار بھی جاتی رنگی اے اہل
پھر کھاں صبا وہم اور پھر کھاں سچ قفس
گھٹ کے اس زندان میں جا بیگا کسی قوم نکل
یا دل صبا وہم کو بھی کر گیا تو کبھی !
دیکھ کر خالی قفس کو جی بھرا آئینا تیرا
کر رہے ہیں جس طرح ہم ناہما سے دردناک
یا وجہ صبا آئیں گے ہمارے زمزمے

دست حسرت ل کے آئے صبا! بچتا بیگا تو

ایسا لایمگا کہاں سے آہ! مرغ خوش گلو!

جب بنا لیمگا ہمارا آہ! جھوٹا سا مزار
باد رہ رہ کر جھائیں اپنی آہیں گی مجھے
لیکے خالی گھر کو جب گلشن سے لورمگا قفس
من کے لے صبا! تیرے ناہما سے جاگزا
تو کھینکا مرگئی وہ بلبل رنگین نوا !
گل کھلیں گے سیر و نیریں آئینا قبر پر
چپکے چپکے تو ہمارے غم میں ہو گا شکار
اور ہماری جگہ پر دو بیگا تو راز راز
پیچھے پیچھے خاک اڑاتی آئیں گی باد بہار
انہی میں لوگ پوچھنے کے کیوں چھو گوار
دھل گل کے واسطے تھی جو قفس میں
صم نہ ہوں گے اور آئینا گلستان میں

سوئے ہوں گے تیرے گہوارہ میں کنج لحد
اپنی مٹی ہے کہاں کی کیا خبر باد صبا
وہ بھی آنہادی کے دن تھے ہاتھتے جانفزا
تیرے بندہ بن سے تھے جب اُقیدہ مٹی ہو گیا

لوٹتے تھے اپنے گلشن میں بہاروں کے مزے

سبزہ نازوں کی تھیں سیریں جو باراد کو مزے

حکم سرور طائرین قدس تھے ہم بھی صبا
بولتے تھے اپنی دُہن میں پیاری پیاری لیا
لوٹتے تھے ہم بہاریں گلشن فردوس کی
کھل رہے تھے چاروں پہلوں کے کنج خوشگوار
اپنے بیوہوں پر تو اتنی ہے کیا اسی عریب
کر کے ہلکو تو اسیر حلقہ دام فریب
ہم نہ پہنتے کس طرح صیاد تیرے حال میں
ہم نقص میں کب تملکت بال و پر بڑا کریں
تیرے مرغ دست پر ہم ہیں صیاد ازل

قید مٹی کی کشاکش میں نہ تھے یوں مثلا
لے لے وہ دن؛ شلخ طوبی پر تھے جب فیر سر
بھی غیب دلکش بہار سبز و زرد بھی قضا
تہیں رواں شیر و غل کی انہیں نہرین حیا
تو نے دیکھی ہی نہیں ہر شاو گل کی ادا
کھینچ کر کس وادی پر خازین لای قضا
آب دانہ تھا مقدس تیرے گھر کا کلبا
ٹوٹ بھی جا جائے طلسم قید مٹی ٹوٹ جا
خواہ ہلکو کنج کو تو خواہ ہم کو کر رہا

من نہ آن مرغم کہ ناظم از جہائے تیغ تو

فوج کن صیاد امتران ادائے تیغ تو

بیل و پدوانہ سے

گوارا ہے ترا شوق شمع پر تجھ کو
مجھے یہ ڈر ہے نہ پہنچے کہیں ضرر تجھ کو

فروغ شعلہ کہاں اور کہاں تھی حسن
 تڑپ تڑپ کے جوئے اختیار کرتا ہے
 یہ نھنے نھنے پروال۔ یہ بلا کی تیش
 قریب شمع کے آکر جو تہر تہراتا ہے
 سٹگی خاک بھی ڈھونڈنے تیری محفل
 سمجھ نہ شمع کو دسوز عاقبت دشمن
 ہزار حیف کہ اتنی نہیں خبر تجھ کو
 نہیں ہے آگ کے شعلے سے آہ اڑھکھو
 ملا ہے آہ اقیامت کا کیا جگر تھکھو
 نہیں ہے جان کے جانیکا دم کمر تھکھو
 صبا اڑائے پھرے گی دم سو تھکھو
 جلا کے آہ! رہی میشت پر تجھ کو

نہیں ہے تو ابھی سوز و گداز کے قابل

نہیں ہے عشق کے عوض نیاز کے قابل

تیش یہ بزم میں فانوس پر نہیں اچھی
 کھڑی ہے آج محبت کی شمع محفل سے
 تڑپ تڑپ کے نہ دیوانہ دو شمع پر گر
 یہ جاں گداز بی سوز و فاسیر محفل
 رشتہ شمع سے آنکھیں کہ ہے عدد تری
 نہ نھنے نھنے پردوں کی تڑپ یہ تیا تی
 ہوائے شوق میں فانوس پر تیرا گرنا
 کہ آگ لاگ کی اوئے خبر نہیں اچھی
 لگاؤ میں ارے تفتہ جگر نہیں اچھی
 کہ آہ! یہ تیش بال و پر نہیں اچھی
 کہیں نہ ہو تیرے جی کا فخر نہیں اچھی
 تری نگاہ محبت اثر نہیں اچھی
 حریف شوخی برق نظر نہیں اچھی
 یہ بے خودی ارے شوریدہ سر نہیں اچھی

جس میں چل دکھادوں آدا شاہ گل

ہیں وہ نغمہ عجیب خندہ لے شاہ گل

میں بواہوس نہیں سمجھا ہوتو نے کیا جھکو (پردانہ) پسند شاہ گل کی نہیں ادا جھکو
 جنوں نہیں اکہ ہوسو گل گل جن میں ہے
 سبھ نہ اپنی طرح آہ! بونا جھکو

فراق گل میں ہیں جنہوں کی طرح آدائے
 دل گدازتہ لیکر ازل سے آیا ہوں
 تڑپ تڑپ کے گردوں کیوں شمعِ فحل
 جلے وہ نرم میں چپ چاپ میں نہ جلو
 تیری نگاہ میں جاںسوز ہے جوئے بلبل
 شعور سیکھ - بچے اختیار عشق کہاں
 کہاں تو - لذت سوز و گداز عشق کہاں

پھول اور پیام

جا اد گل گلاب تو کار تو اب کو
 کیوں مفت کھو رہی ہے وہ یوں وقتِ نعم
 اس وقت آتشیں ہیں رخسارِ یوں
 گردہ ہے شمعِ حسن تو پروانہ میں بھی ہوں
 لازم ہے شکرِ نعمت پروردگار اُسے
 کیا مال ہے چمن اگر قیدِ روان نہ ہو
 اے گل تو ہی بتا کہ تجھے گریخا باغ
 خوبی کو ترسے دیکھنے والا بھی تھا کوئی
 ایسا ہی وہ مرعی سمن اندامِ نازین
 اہل نظر کی جس جگہ ہوتی نہ دُسر
 میرا پیام دے میری عصمتِ آب کو
 کیا جانتی نہیں تو کہ نصرتِ بہت ہے کم
 منہ سے بھی جھوٹے ہیں مگفارِ یوں
 ہے وہ پریِ جلال تو دیوانہ میں بھی ہوں
 واجب ہے فکرِ گردشِ لیلِ نہار اُسے
 محبت نہ ہو تو لیلے کی بھی داستانِ نہو
 ہر شمسِ آجِ طلسمِ ہوا کو تے تراغ
 سو جان سے تیرا دلہ شیدا بھی تھا کوئی
 جنگل میں کوہِ دوست میں ہوتی گڑبڑیں
 ادا ایک سان ہی ہو جہانِ ناکس اور کس

اور دل رباوہ اور طلبگار بن گھری
 مرجھانا بیدریخ۔ درمکھاکے پیچ و تاب
 انجام حسن دیکھنے لے بیدار ہو کے وہ
 شیریں سے بڑھکے گو کوئی شیریں داہی
 دنیا میں حسن و عشق کا قصہ ہے چند

واں جنس حسن ہوتی خریدار بن ٹہری
 پیغام مراد یکے اُسے لے گل گلاب
 شاید کہ تیرے مرنے سے ہشیار ہو کے وہ
 جانے کہ کوئی گل ساز نگین قباحت بھی ہو
 قبضہ میں اُسکے حسن کا حصہ ہے چند

جو فائدہ اٹھانا ہو اُس سے اُٹھانے جلد

دل میں سما جی ہے لطر میں سماء جلد

گل و بلبل کا فسانہ

کہ ہوں شیون گل کا اشک چکیدہ
 وہ صید شکستہ جگر ہوں چین میں
 بُرا ہو تیرا انقلاب زمانہ
 کلچے میں ناسور چھالے ہیں لب پر
 شگوفہ کوئی شاخ گل پر نہ چھوڑا
 حینوں کی کرتی تھیں چوٹی طمع
 وہ غنچے جو آئینہ دل و زمین تھے
 بستی ہے اب اس پر عبرت چین میں
 کہ جادو ہا جوش گل کا وہ عالم
 پریشان زمین پر میں خار چین کچھ

وہ بلبل ہوں گلشن میں حسرت کشیدہ
 میں وہ مرغ شوریدہ سروں چین میں
 زمیں پر تر پتا ہوں بے آب دانہ
 شبنم روز آہن پھیلائے ہیں لب پر
 ہر اک پہول گلیچین نے چین کے ڈرا
 وہ کلیاں جو پہولوں کے ہاروں گندھک
 وہ گل جو کبھی یاد گار چین تھے
 ہوئے سوکھ کر خار حسرت چین میں
 شگوفے چین میں ہیں خون پر غنم
 چین میں نہیں یاد گار چین کچھ

وہ مرغان طنائے اوج ہوا کے
 چمن میں چمکتے تھے جوشن گل پر
 مگر میں نے چھوڑا نہ دان گلشن
 یہ مانا کہ کھلا گئے پھول کھل کر
 چمن سے بہت دن ہوئے جل بسے وہ
 ہوا گو کہ عہد شباب ان کا رخصت
 مگر میرے نالوں کا عالم وہی ہے
 وہی عشق ہے بے قراری وہی ہے
 وہی لب پڑا تک ہیں نالے سحر کو !
 اسی گھر میں میاں پیدا ہوئے ہیں
 ہمیں میں نالوں کا انداز سیکھا
 ہمیں میری مٹیاد تربت بنا نا
 اگرچہ میں مٹیاد اک جا فور ہوں
 مگر جانتا ہوں محبت کی رسمیں
 ہے عشق اور شئے اور ہوس اور شئے ہے
 نہیں عاشقی خام کاروں کا بیوہ
 روایت سنا تا ہوں اک عاشقانہ
 ہوا میں بھی کچھ خاک مجھوں پریشان
 وہی عشق یعنی ہے کیا تیرے دلیں

جو اڑتے تھے جھونکوں میں موج ہوا کے
 خزان آتے ہی اڑ گئے تول کر پر !
 کہ ہے یہ میری آرزو کا نشین
 بہار اپنی دکھلا گئے بہول کھل کر
 نہ دور فذ بھی کھل کھلا کر ہنسے وہ
 یہ مانا کہ جاتی رہی وہ صباحت
 وہی ان کا شیون ہے نام وہی ہے
 طیش ہے وہی آہ و زاری وہی ہے
 زمین پر ٹپکتا ہوں مٹیاد اسر کو
 ہمیں شاہد گل کا شیدا ہوا ہوں
 ہمیں سوز سیکھا۔ ہمیں ساز سیکھا
 ہمیں میری مٹی ٹپکانے لگانا
 ہوں از خود سیدہ وہ شوریدہ سر ہوں
 نہیں لاگ ممکن ہے عشق اور ہوس
 کہ گل اور شئے۔ خار و خس اور شئے ہے
 کہ ہے نختہ مغروں کا حصہ یہ بیوہ
 غضب کا ہے حسرت بھرا یہ منانہ
 کسی نے یہ پوچھا کہ اسے خانہ ویران
 وہی جوش سودا ہے کیا تیرے دلیں

کھا خاک مجھوں نے اک آدھ کر
گیا ہے کہیں عشق اے نکتہ پر
وہی نجد کا ہے بیا بان وہی میں
وہی میرے دشت کا میدان وہی میں
وہی شوہر عشق اتناک ہے سر میں
کہ پہر تا ہے لیلیٰ کا ناتہ نظر میں !
اگرچہ میں ہوں مشت خاک پرشیاں
مگر ذرہ ذرہ میں ہے عشق پنہاں
محبت نہیں ہے قفا ہونے والی
نہیں حسن کی طرح یہ لا ابالی

زن خوشو

در میکس

بہتر نہیں غمخوار زن خوب و کوسے
گھر سارا مہک اٹھتا ہے اس پہو کی بو سے
آ جاتا ہے نور آنکھوں میں آئینہ رو سے
مٹ جاتی ہے قیمت کی یا ہی شب ہو کر
چہرے میں تہ زلف جو ہے بدر کا عالم
پھر جاتا ہے آنکھوں میں شب قدر کا عالم
شوہر کی زن نیک جو ہو مونس و سوز
بھونر اسی بھی کالی ہو تو ہے شمع دل افروز
تاکید جو پردے کی حیا کو ہے خربوز
ہوتی نہیں گستاخ نگاہ ادب آموز
پہرے پہ ہے عصمت کوئی بیگانہ نہ آئے
فادوس پر آ کر کوئی پروا نہ آئے

الماس کو ہر چند کہ کاوش ہو گہر سے
اور گل عرق آلودہ ہو شبنم کے اثر سے
چادر کبھی خلوت میں سرکتی نہیں سے
بیگانہ نظر رہتی ہے شوہر کی نظر سے

خلوت میں لگا ہوں سے لگا ہیں نہیں ملتیں
 دل ملتے ہیں دل ملنے کی راہیں نہیں ملتیں
 جب چادرِ خورشید چھپاتی ہے سحر کو اور یادِ صبا لاتی ہے بوئے گل ترکو
 اچھٹے بیٹھتی ہے چہاؤں میں تارِ زلی سحر کو کر دیتی ہے روشن رخ پر نور سے گہر کو
 شوہر سے کبھی دیر میں سو کر نہیں اٹھتی
 نگہت سے پریشان کبھی ہرگز نہیں اٹھتی
 بل کھا کے جو ہو جاتے ہیں خسارِ زندہ ہم بکھرے ہوئے آتے ہیں نظر کو پرخم
 بالوں میں جو ہوتا ہے پریشانی کا عالم سلجھاتی ہے اٹھکراؤ نہیں شانے سے سحر دم
 غارِ روحِ گلزارِ گل پر ملتی ہے سحر کو
 خلوت سے دلہن بیکے نکلتی ہے سحر کو
 چلتی نہیں شوخی سے لگاتی ہوتی ٹھوکر ڈرے کہ نہ پا مال کہیں ہو دل شوہر
 کرتی نہیں اٹھلا کے بیاہنے محشر رکھتی ہے قدم تول کے آہستہ میں کیا
 تو ام جو نہیں شوخی رفتارِ قدم سے
 بچتے نہیں گھنڈر و کبھی یازیب کے چھم سے
 ہوتی نہیں زیور کی طلب گار زیادہ رکھتی نہیں آئین سے سرو کار زیادہ
 کرتی نہیں شوخی دم و رفتار زیادہ ملبوس پہنتی نہیں زرتار زیادہ
 چلتی نہیں اٹھلا کے نسیمِ سحر سے
 شوہر کا بھاتی نہیں دلِ عشوہ گری سے
 رکھتی ہے دلِ جان سے جو شوہرِ محبت دہوتی ہے جو دامن سے غبارِ غم و کلفت

خوش چہرہ خوش وضع خوش اسلوب خوش اندام دل سیر دل فرور دولا دیز دل آرام
 گل پیر زینہ و شپہ لب و شاد بہ گلفام آسائش پہلو و شکبہ دل ناکام
 صورت ہے جو پاکیزہ تو سیرت بھی نکو ہے
 خوش رنگ جو ہے پہلو تو نکبت بھی نکو ہے
 فرزادہ ہے زیرک ہے عقیلہ ہے خوش
 صرف سخن خوب ہے گاہے گئے خاموش
 صحت آہن نہیں ہے کہ وفائیں نہیں سہیں
 ہاں کونسی پاکیزہ ادائیں نہیں اس میں
 دیتی ہے ہر ایک کام سلیقے سے سرانجام دہندوں میں لگی رہتی ہے گھر کے شام
 ہر کام کا وقع تو یہ کرتی نہیں رام اور تھک کے نہیں ملتی باخاطا کام
 نازک ہے اگرچہ یہ جفاکش یہ بڑی ہے
 ہر وقت اطاعت کو کمر بستہ کھڑی ہے
 غافل نہیں دلجوئی شوہر سے کوئی م ڈر ہے کہ نہ ہو خاطر نازک کہیں برہم
 شوہر ہے اگر خوش تو ہے زینہ بھی خوش ناشادادہ ہو تو ادھر سے بھی برہم
 چہرے پر شکر دان ہے تو ماٹل ہے حسین پر
 دان دل میں پیش صدمہ ہے یان علن حریت
 لب پر ہے گرانبارہ ہاں نالہ شکیں یان زلف رسا یاؤں میں حلقہ زینہ
 آتشا ہوا ہے دان درق خاطر دلگیر نناک یہاں آشکوسہرے سر سے کی تحیر
 دان دل خلیش غم سے ہے جو خونا بہ نشان ہے

یاں پان کا لاکھالپ ناک کو گران ہے

وان تشارکش زلف ہے شفق طبعیت یاں آئینہ حسن دل افرود ہے حیرت
وان پردہ درچاک گریبان پر حشمت آئینہ ہے نقامت سے یہاں نیرالت

واس ہے ادھر پرزے تو محرم ہے ادھر چاک

اک تیر کے پیکان سے ہیں دونوں کے جگر چاک

وان دشت میں مجموعہ خاطر پریشاں یاں دوش پہ ہے زلف و تاشام غریباں
تلوؤں میں وہاں ہے خلش خامغیاں نقشہ سے کھٹکتی ہیں یہاں وکھر کاں

واں خار جنوں نوک کی نیتے ہیں سفر میں

یاں پیانس پڑی غم کی کھٹکتی ہے جگر میں

کانٹے ہیں ببولوں کے جو داں خوں کے پیاسے یاں آگ لگی رہتی ہے تلوؤں میں جاسے
لیٹی ہوئی داں گرد ہے داماں قبا سے یاں ناک میں دم زلف مغنبر کی ہوا سے

صرصر کی طرح ہوتا ہے شوہر جو سفر میں

نکبت سی پریشاں یہ بچھا کرتی ہے گھر میں

راحت نہیں ملتی دل اندوہ طلب کو فرصت نہیں ہوتی کوئی دم ناوشوہ کو

خلوت میں جو پردائے کی پائی بی شب کو یہ شمع نگاہ تیری ہم آگ عیش و طرب کو

گل کھا کے پھل جاتی ہے سوز جگری سے

بچھ جاتی ہے پہلے یہ چراغ سحری سے

رہ رہ کے غم بھرتا تا ہے جو اکثر یہ جاتا ہے خون آنکھوں سے جو کو دل مضطرب

کیا دخل ہے عیند کے ذرا آنکھوں پر سوئے نہیں دیا ہے خیال غم شوہر

پھرتی ہے جودہ چاند سی بقدر نظر میں
 راتوں کو تار سے یہ گنا کرتی ہے گھر میں
 رخصتی ہے جو گیسو کے تصور میں پریشاں
 ہو جاتی ہے تاریک نگاہوں میں شبناں
 آتا ہے جو رہ کے خیال رخ تاباں
 تھکتے نہیں آنسو صفت شمع خرواں
 ہوتا ہے جو گردوں پر گریباں سحر چاک
 رو رو کے کیا کرتی ہے داماں جگر چاک
 شوہر کی کبھی یاد سے غافل نہیں ہوتی
 بیگانہ کی جانب کبھی مائل نہیں ہوتی
 تیرنگہ غیر کی سبیل نہیں ہوتی؟
 شوہر کے سوا اور کی قائل نہیں ہوتی
 اس شمع کو نیتے ہوئے پروانہ نہ دیکھا
 شوہر کے سوا اور کا دیوانہ نہ دیکھا
 وہ آنکھ لڑے غیر سے کیا رزن در سے
 شوہر کو بھی دیکھے جو نہ ذر دیدہ نظر سے
 بے متفہم و چادر یہ بھلتی نہیں گھر سے
 ڈرتی ہے بہت دیدہ بدین اثر سے
 رہتی ہے سماں ہوئی شوہر کی نظر میں
 چھو جاتی ہے ایک ایک اداس کی جگر میں
 انا ز بھی ہے ازل بھی عتوہ بھی اد بھی
 صورت میں پریشاں چہرہ بھی جو رہا بھی
 آنکھوں میں مروت ہو نگاہوں میں حیا بھی
 حسن اسکو جو قدرت نے دیا تو وہ بھی
 شوہر کو غرض مایہ آسائش جان ہے
 وہ غالب بیجاں ہے تو یہ روح روان ہے

اندوہِ غربت

حسرت! اے صحبتِ مرغانِ چینِ ادوِطن
 دروغِ غربت کی بھی آخر کوئی حد ہو کہ نہیں
 لے ہی جائیگا کبھی جذبہٴ یارانِ وطن
 شوقِ دیدار میں دوزن سے لگی ہوا کھین
 دل یہ کہتا ہے گلا گھونٹ کے مر جاؤں گا
 ہم تسلے ہوئے ہیں گوشتِ یامیم کے آہ
 ساتھ تو نے بھی نہ تم دشتِ نو روں کا دیا
 سرِ گزشتِ دل آوارہ کہیں کیا تجھے
 لکھ کے یاروں نے نہ دو حرف کا پرزہ بھیجا
 ساحلِ مہند کی جانب جو گزر رہی تھی
 گیت گاتے تھے کبھی حبِ وطن کے ہم
 ہم اسیری کے سزاوار تھے اوصیتِ دیا

خصت! اے جوشِ بہاگل و شمشادِ وطن
 ہونہ سرگرم تپشِ ادولِ ناشادِ وطن
 پھر دکھائیگا زمانہ ہمیں بنیادِ وطن
 کانِ زندان میں ہیں حسرت کش فریادِ وطن
 یو نہیں غربت میں جج جاکہ رہی ادوِطن
 صمکو یاروں سے نہیں شکوہ بیدادِ وطن
 ہائے رے قافلہٴ کہت بہادِ وطن
 ہم غریبوں سے صبا! پوچھ نہ قنادِ وطن
 اے صبا! تو ہی سنا کچھ بھلی دوا دِطن
 ان سے کہنا یہ پیامِ دلِ ناشادِ وطن
 وہ بھی دن تھے کہ چین میں تھے ہم آزادِ وطن
 تیرے دشمن تھے نہ ہم آ رہے شمشادِ وطن

رحم کر رحم! کہ صیادِ قفس میں فنوس
 چیمنا کب سے ہے اک مرغِ چینِ لڑوِطن

صوفیانہ رنگ کے پرے

حسنِ اضیٰ جو ہوا پر کھائے نیچر
 چٹکیاں لینے لگی دل میں داغے نیچر

تیری وحدت جو ہوئی جلوہ مزا بچھر
 ماہِ ذوقِ شید ہوئے محو نقائے بچھر
 پھر تو بے پردہ بجلی نظر آئی تیری
 دل کے آئینے میں بقویرا تر آئی تیری
 آشکارا ہوئی وحدت تری کثرتِ نیکر
 نظر آنے لگی خلوت تری جلوتِ نیکر
 تو جو ظاہر ہوا پردے سے حقیقتِ نیکر
 پھر تو اڑنے لگی شہرت تری کھبتِ نیکر
 بن کے جب کارگہِ دہر میں استاد آیا
 لئے اک بوتلموں پر دُعا یجاد آیا
 تیری شوخی نے اٹھایا جو حیا کا پردہ
 نظر آیا عجب اک حسن ادا کا پردہ
 اٹھ گیا صاف اوجھال تھا خفا کا پردہ
 صبح کا پردہ تھا نہ اب لہجہ کا پردہ
 بن کے آئے نظر آیامِ ولیا لی دونوں
 بچھے تری جلوہ نمائی سے نہ خالی دونوں
 اپنے بندوں کو پردہ تجھے ستار نہ تھا
 کوئی بندہ ترا حسرت کش دیدار نہ تھا
 درمیاں میں جو ترا پردہ اسرار نہ تھا
 آئینہ تشنہ لبِ جلوہ افوار نہ تھا
 لاکھ پردوں سے نظر تو مرے ستار آیا
 حسنِ نیکر ترا یوسف سر بازار آیا
 تیری صورت میں عجب عالم کیا ہی تھا
 ایک عالم تری صحبت کا ناشانی تھا
 تو نہ کب تشنہ لبِ انجمنِ آرائی تھا
 برق بے پردہ نہ کب پردہِ رعنائی تھا
 شوحی حسنِ انزل کہتی تھی دلہنِ نیکر
 میں رہوں گی نہ چراغ نہ دامنِ نیکر

تو اٹھاتا نہ اگر پردہ الوار شہو دیکھتا کون تجلی تری اے رب دود
پردہ غیب سے ہوتا نہ کسی شے کا دھو ہیں کرشمے ترے جلوے کے یہ سب نامو
نہ پردے میں اگر پردہ کشائی کرتا

کسکو قدرت تھی کہ پیدا یہ چنرائی کرتا
عجب پردہ وحدت چن کثرت ہوتی پردہ داری جو ترے حسن کی رعاد ہوتی
تو خدائی تری ہوتی نہ یہ خلقت ہوتی ابدی عالم ایجاد کی صورت ہوتی
چاند سورج نہ یہ ہوتے نہ یہ تارے ہوتے
تیری قدرت کے نہ آنکھوں کو نظارے ہوتے

گھر سے بے پردہ نکلتی جو نہ وحدت تیری بیٹھی ہوتی کہیں سمٹی ہوئی کثرت تیری
منہ چھپا لیتی دلہن بن کے جو قدر تیری کس پہ کھلتی مرے ستار حقیقت تیری
رخ سے پردہ جو حیا کا نہ اٹھایا ہوتا
نور بن کے نہ آنکھوں میں سمایا ہوتا

تو اٹھاتا نہ اگر پردہ اخفاے عدم دیکھنے والے تجلی کے تری کون تھیم
تو دکھاتا نہ اگر جلوہ الوار حرم کس پہ کھلتا مرے ستار تر از قدم
پوچھتی پاؤں ہر اک صبت کے خدائی تیری
نثار ہے، ہمو تجلی نظر آئی تیسری

حسن باطن کو جو پردے میں ٹھالا ہوا نور تیرا ترے آغوش کا بالا ہوتا
خوب پر برق تجلی کو سبٹھالا ہوتا گھر سے بے ستفع و چادر نہ نکالا ہوتا
آنکھ موسیٰ سے جو تو نے نہ لٹائی ہوتی

یوں نہ بے پردہ تجلی نظر آئی ہوئی !
 حسنِ ایجاد کا پردہ تو اٹھاتا نہ اگر تیری صنعت کے نمونے نظر آئے کیونکہ
 وہ عناصر کا ہیوئی جسے کہتے ہیں بشر لہنِ مادر کے نہ پر جسے سے نکلتا باہر
 برق بے پردہ جو گنتی تری چلنِ بنگر
 بیٹھ جاتی کہیں شوخی تری د لہنِ بنگر
 جلوہ فرمانہ ترا حسن تماشا ہوتا کہ خود آئینہ تو او آئینہ سیما ہوتا
 اپنے بندوں سے جو یارب تجھے پڑا ہوتا آکے دنیا میں ترا حسن نہ رسوا ہوتا
 تجھ کو تشہیر کیا تیری خود آرائی نے
 کر دیا عام تجھے جلوہ ہر جائی نے

شیون عروس

سوکیا بالمش یہ سر رکھ کر دم فکر سخن
 الجھے سب مجھے بالِ امتنا ادا، متلوئی اصل
 تھی زخمی انگلیاں تپیلی کمر و اساقہ
 دوری گوری ساقِ سین، بیاری بیاری پریا
 تھے تھے دانت کلیاں موتیا کی خوشنا
 تھے لبِ نگین پیستی کی ادا و اسٹ کے نشا
 دوش پہ زرخش پروا چہرے پہ زرتینہ نقاد
 لب میں بھی جان پروری آنکھوں میں سحر مری

ناگہان آئی نظر اک لعبتِ سین میں
 تیکھی جنتوں گورے گولے گل چھوٹا سا دین
 اس سونے میں سہاگہ جامہ زری کی پھین
 قد چھریا، جسم سا بچے میں مٹا نازک بدن
 تیلے تیلے نرم و نازک ہونٹ برگِ اسمن
 اودے اودے فالس کو کا تھا شلفہ کا حسن
 سیم قامت، سیمبر، سین بدن سیمین فن
 قد میں تھی خندہ گری زلفا میں تھا باکین

رخ کی افشان کا عجب عالم خیر خیر تھا
 دست قدرت نے بنائی تھی عجیب لہ سیاہ
 تہا نذات کا اشارہ یہ دم شق خرام
 گورے گورے تہوں میں تھیں مانی وہانی چوڑیں
 بھینی بھینی لہکن آتی تھی تن نازک سے بو
 ابھر اسینہ اس پہ جانی کی وہ محرم حقیقت
 کیا کہوں اس نازمین کا عالم حسن شباب
 اک نمود تھی یہ قدرت کا کافر الغرض
 حسن کی مانی ہوئی اک اس کے اٹھاتی ہوئی
 جب نظر اس سچ سے آئی وہ عروہ تن تھا
 بھر کر آہستہ میں نے یوں بعد نظر ارتقا
 کیا ترانہ نام نشان ہے کیا حسرت کیا نسب
 کس کے نازوں کی ہو تو پائی ہوئی آنازین
 شمع محفل جس کی تو ہو وہ شبستان ہے کدھر
 ہیں کسی عاشق کے تنہا میں جوانی کے ٹھہر
 جھ سے سکر یہ سخن گردن جہکا کر شرم سے
 یاد کا رجز و شان دولت اسلامیہ
 دورہ اسلام میں تھا جو کبھی کسی نشین
 شاہزادی تھی کبھی دلی کی میں بے خبر

دن میں تھی تھی قطاروں بہری اک انجمن
 کس یا گویا کسوٹی پر تھا کندہن سا بدن
 ایسے نازک کو ہواک ہلکی سی پہونوئی فتن
 پیارے پیارے بازوؤں میں ہلکے ہلکے نور تن
 صلح قدرت نے صندل کا بنایا تھا بدن
 اٹھا جو بن اسے اودھی اودھی کرتی کی پہن
 پہوٹ نکلی تھی جوانی بن کے سورج کی کرن
 ہوئی ہوئی شکل تھی اور گور گور اتھا بدن
 چلبلی چچیل رنگیلی سادہ غنیمت دہن
 لگی دل کو آڑا کر صاف گھونٹ کی بھین
 اور تھیلی ایسے گھونٹ والی شرمیلی دہن
 ہے کہاں تیرا گھڑا اور کدھر تیرا وطن
 کسی آنکھوں کی ریتیلی ہے بت تقویٰ شکن
 تو کلی ہے جسکی پہوٹوں کا کہا ہے وہ چین ؟
 یا اچھوتا اوجینہ ہو ترایب ذوق ؟
 یوں ہوئی گویا زبان سے وہ عروہ سین
 دلی دالی ہوں میں رو دکھائی کی دہن
 لوح اور اوراق زمانہ پر ہوں وہ نقش کہن
 سیر سرچرچر شاہی تھا کبھی سایہ فلک

بیکر کر اس شعلہ رونے یوں بھید ہو کر گذر
 بونے لہرا یا کیا صدیوں آتا اسلامی نشان
 جیسے جی جیسے جہیں امید کی کلیاں تیں گلین
 اب کہاں وہ انفسانِ روزِ نیا اور نگارِ قیام
 فنا و یاری بستی ہے درہ دیوار پر
 ہند میں سلام کا جھنڈا ہر انجس سرنگ
 تل کھلاتی زرم میں تری چمکی تیغِ خوشان
 چھبے کئے کچھ عدم میں کیسے کیسے حکمراں
 سر پہ دلی کے جہان داری کا سیاہ ایک کھان
 اب نہ آہنگِ عقیش ہے نہ وہ کوششِ طا
 میں کہاں تھی کی گئی برفِ نسا کلیاں کہاں
 مرٹ گئے سب فتنہ رفتہ میری عظمت کے نشان
 وہ ملے تھسا ساسن وہ جانفزا طفلی کے د
 آرزو میں ناجتی پرتی تھیں جھم جھم سامنے
 باتیں نہ سیکھتی تھی بیگمیں کی گود میں
 اک طلسم نو کلیدِ شوقِ حقِ لقتِ ریحی
 جب ہوا بوتا سا قد نشود نما پا کر مٹا
 نے اڑی پردے سے باہر پہرہ شوقِ حق کی
 کچھ دنوں آبر ہی دتی رہیں سرگرمِ نشاط

شمعِ مغلِ حسکی تھی میں ٹھک گئی وہ انجمن
 نذرِ طوفان ہو گیا وہ شمعِ نغمہ کہن
 توتہ مشوقِ خزان ہے اب چھوڑا جا چمن
 اب حیف میں ادا ہے اور نہ طرے میں چین
 نقشِ عبرت اب ہے آثارِ صدا دیدہ کن
 کھاکے نیزہ خاک پر جیسے گرے کوئی ہرن
 ان کے مرقر پر ہی بھولا مالہ خونِ کفن
 لگ گیا انوس کس کس کا مالک کہن
 شاہدِ ماتم نشین ہے اب یہ البیلی و لہن
 اب نہ وہ بزمِ شبانہ ہے نہ لطفِ انجمن
 ہائے وہ قصیرِ مہج اور وہ ایوان کہن
 رہ گیا باقی نقطہ افسانہ رنج و محن
 وہ سرارت و نزاکت وہ ادا وہ باکین
 پیاری پیاری تھی عجب کم سن امید کی پہن
 واصل رہا تھا حن کے سپاہی میں نلکھن
 قفلِ بیدین کے کھلے آتا تھا چھوٹا سا دین
 رکھ دیا سر پر فصاحت نے مہر آج سخن
 بنے قصہ مختصرِ نیریں میں تھی میں بہن
 جا کے چمکا یا ہر اک مغل میں رنگِ انجمن

رفتہ رفتہ کفن کو پھر مراحب لا ہوا
 نیچی نظروں نے کیا کتے جانوں کو شہید
 میرے مقدم کے بہت قید تائنائی جو مجھے
 سر میں برسوں سے جوتا جوش غرقوانی بہر
 شاعروں نے ایشیائی طرز پر دھالا مجھے
 زلف میں شانہ کیا کاجل لگایا آنکھ میں
 کچھ عجب انداز سے کھینچا مرا نقش وجود
 صبح پہ گلگونہ ملا شہیدی لگائی ہاتھ میں
 لوح ہستی پر بنا کر آہ! میرا کالج
 اور نگیلی قوم! اودلدو رنگ نشاط
 او ملر عشق کی محمور! او بدست عشق!
 تاکجا! سرگرم انکار پریشان کمر
 او خود آرا! تاکجا! ترتیب بزم عشق
 ہے پہر قوم پر چھائی ہوئی بے رونق
 چھار ہا اسلام پر ہے اب بڑھا پاسر
 کچھ خبر بھی ہے تجھے اونیند کی مانے ہو
 اب تو اٹھ سو کر سوتے سوتے صدیاں گئیں
 اب تو ظالم کھول دے لطف دنا کی ٹیلیاں
 اب تو کر دے مرغ دل کو دام کیسور ہا

بن کے میکے سے گئی سسلیاں سرسلیاں
 کر گئی کتنوں کو سسلیاں تیر گھوٹ کی کھین
 بول اٹھے تر جاتے بہ ساختہ اہل سخن
 آگے چلے حسن کے پو پو پہ مرغانِ چین
 کر دیا اسپر لمع تھا جو کندن سادہ بن
 جھین جھینی بدھیاں ہونوئی کئی بیٹن
 کر دیا مقدم و دونوں کو گھر کیا دہن
 رنگدیا رنگ تلخ میں مرزا با بدن
 رنگ بھر بھر کر لگاڑا ہا سپر حسن سخن
 او شہید جلوہ حسن تباہ سیماں!
 تاکجا! شوریدہ سودائے زلف پرنگن
 تاکجا! انکتہ طراز سر مضمون ہن
 کب ہے اجڑی پڑی منوس تیری سخن
 لگ رہا ہے آہ! دونوں چاند سوچ کو کہن
 قوم کا تپا ہے اب پر خیف و خستہ تن
 بن رہی ہے اب تری شہر خوشاں سخن
 اب تو کو روٹ بدل بدلارائے نیشن
 ہے تجھے انجام دینے کو پڑی قومی مشن
 سامنے ہے خوشنما خیر کے پہلوں کا چین

ایشیائی وضع سے جی میر گھبرانے لگا
اور مانہ وہ بھی ہو گا کوئی دور روزگار
مجھ کو صدیاں ہو گئیں پیسے ہو یہ پیرن
بن کے جب پر دے سو کلوگی میں نیچو کہن
میں سپر قوم پر چکوں گی بنکر آفتاب
وہ بھی دن ہوں کے کوئی ائے دو روح نہ کہن

نیچرل شاعری

شب کہ تھا میں چار سو تیرہ نظر نہ کنان
ناگہاں آئی نظر اک ماہ سیما نازنین
وہ تجلی حسن کی خورشید چھیں پشمار
وہ تجلی وہ ضیا وہ جلوہ حیرت طہراز
دونوں شاتوں پر تھی زلف خم خم لٹکی ہوئی
سادگی کا آں وہ عالم اور وہ جن و لفریب
پتلے پتلے وہ لب نازک و چھوٹا سادہ بن
دونوں آنکھیں سامری فن و دونوں سحر لال
تھے رخ پر نور پر کپکپ ہوئے سر کے جوبال
شوخی و رقار میں وہ گردش دول کا ڈہنگ
وہ نگاہ شمر گئیں غارت گر صبر و شکیب
قد موزوں خود قیامت ایسے وہ حق خرام
پیاری پیاری مہر پہنی صورت تھی مود حسن کی
چھایا آنکھوں میں میری یک بیک خنک
اک چھلادہ سر سے پانک بھی وہ کا دل لالان
وہ ضیا عارض کی حیرت کا مل کا گمان
سر سے پانک برق بے پردہ تھی کا فر لالان
بعد غنیر بار تھی ڈیسے کو کا نس لالان
وہ جوانی کی انگلیں وہ غضب کی شوخیاں
بتلی بتلی وہ کمرہ بتلی بتلی انگلیاں
دونوں گیسو دل کے ڈس جائیکو دو زبان
ماہ کا مل ہے گہن میں صاف ہوتا تھا عیان
قد موزوں میں قیامت کا وہ عالم لالان
دل کے جائیکو صند پر پہلوا دے داستان
سادگی کا آں وہ عالم ایسے وہ شیر نگیاں
سر سے پانک لگی چھائی ہوئی تھی لالان

وہ کف نازک ہر جن پر رگ گل کا اشتباہ
 سادگی ہی سادگی تھی تھا قنصع کا نہ رنگ
 پتلے پتلے ہونٹھے متسی نے کئے تھے کب کہو
 فتنہ محشر نہ کرتی تھی بیامتناہی چال
 گل سے عارض پر جایا تھا رنگوں کے رنگ
 جب نظر آئی مجھے اس وجہ سے وہ کاغذ
 اٹ وہ متانہ ادا وہ شوخی شوق خرام
 گیسوؤں سے پھوٹ نکلی تھی جو عارض کی فضا
 جب مری بالیں یہ یوں کی وہ ٹھلاتی ہو
 از کجای آئی لے سرست خوبی محو ناز
 وہ پرستان کو نہا ہے تو جہاں کی ہو پری
 تو ہے کسکی لاڈ کی کس کے جن کی ہو کلی
 کس کے دوش ناز پر پائی ہو تو نے پردوش
 کس کے نازوں کی ہے تو یابی ہوئی نابینا
 کسکی آنکھوں کی ہو تپکی اسکے گھر کا نور ہے
 کون ملے تو اس کی رانی جو تو نے مدعا
 کس کے خاتم کی ہے نقش و نشین باریں
 مجھے سنکر وہ بت شیریں دہن پھٹکو
 حیف تو مجھ کو تہیں پہچانتا او بے خیر

ہاتھ وہ ہو نیچہ خورشید کا جن پر گمان
 دست نازک میں یہ تھیں رنگ حنا کی شوخیاں
 سر نہ اعجاز کے آنکھوں میں ڈرتے تھے کہاں
 اور دم زقار کرتے تھے نہ گھنگر و شوخیاں
 یعنی اب تک تبدیل چھوٹی حسن کی نیلگیاں
 لیکن پہلو سے دل کو ہر اداسے و نشان
 تھہر سوزوں میں بھرتی تھیں کو لڑا گھسیلاں
 کالے کالے بادلوں میں کوندتی تھیں بجلیاں
 میں نے پوچھا اس پر ہی رو کر لے آرم جل
 عطر آگئیں تاب و اماں تاکر عنبر فشان
 ہے وہ جنت کو نہی تو جکی ہے حور خان
 ناز سے جس میں پٹی تو ہے وہ گہوارہ کہاں
 کس نے سکھلائی ہیں عشق و فانی مجھ کو شوخیاں
 ہے کہ ہر زار وطن تیرا گھر ہے کہاں
 شمع ہے تو کس کے کاشانے کی لے آرم جان
 کون نے بنگلے کی تو نو خبر مسرے آلامان
 کون ہے تو کیا ہے او کا فرزند نام و نشان
 یوں لب لعل شکر خاصی ہوئی شکر نشان
 پوچھا مجھ سے کیا میرے وطن کا نشان

ہے جہاں خیر کے گھماٹے مضامین کی
 حور جنت ہوں نہ اندر کے اکھاڑ کی پری
 کہنے والے مجھ کو کہتے ہیں بہت لہندہ تار
 ہوں مسوں کی سادگی کا جلوہ حیرت طراز
 بل نہیں محشاق سے کمرتی مری لطف لراز
 خون عاشق میری ملت میں نہیں لادنا
 ایک میں جاوہر ہے ایک میں اعجاز ہے
 بائی ہے خیر کے گہوارہ میں میں پریش
 میری باتیں سننے زاہد کی ٹپک پرتی زوال
 مجھ پر غش ہے اک زبان میں ہوں خیر طراز
 نخل قد میں میری کیا شاخیں لگا کوئی
 کھینچتی ہوں ہو ہو ہر واقعہ کی شیشہ
 سادگی میری اداؤں میں بہری ہر کوئی
 ہوں جن میں میں گل و بلبل کا انسان اگر
 نیند کا جب وقت چپکے چپکے آتا تو شب
 لب پر مطرب کے ہو نہیں نیچر کی لکڑاگنی
 ہوں میں لیل میری رنگ گہریں یوم کا چہرہ
 دن میں جب کڑا کے سناتی ہو دایں کیلے
 گزرے ہیں پورے میں جتنے شاعر خیر طراز

رہنے والی ہوں سخی گلشن کی میں نکتہ دل
 ہوں میں خوشیز اور یورپ کے میرا خاندان
 ایشیا کی رہنے والی میں نہیں بدگمان
 گورے گورے گال میں بہری بہرہ بلیاں
 میری جھرم جھرم خچر دیتی نہیں پہاںیاں
 میری چیتوں کو نہ کہنا برتن نوک سنان
 حشر کے فتنے مری آنکھوں میں خود ہیں کہاں
 حور جنت ہوں اسی فروں کی نکتہ دل
 گھولتی ہوں قند بھون میں شیریں ہاں
 نازش شعر و سخن پر میرا انداز بیان
 میری رگ رگ میں بہری ہر ٹکڑے کو زینا
 مجھ کو بہاتی ہیں تھنک کی نہ رنگ آمیزیاں
 میرے جلوے میں لگوں کی نہیں سرگیاں
 نفع و پروانہ کی ہوں ہر تمن میں استان
 چھوٹے بچوں کی ہوں میلا کر سناتی دیریاں
 او پس پردہ تھیم میں کبھی ہونندہ جواں
 روکنے والا نہیں ہرگز کوئی میری عیاں
 جھوم جاتے ہیں مری آواز سنکر نوجوان
 کارنا محسب کے اتیک ہیں موزوں زبان

وہ ایلین ہا منخو اور اکمال بی مثال
 درخند افوں میں یکتائے زمانہ شکستہ
 میرے نگہوارہ میں پائی تھی جنہوں پر درخش
 میرے خرمین کے کبھی جو خوش چین ہو کر
 کیا ہو کہ میری نرم عیش کے چشم چراغ
 میرے بچپن کا وہ گوارہ کہاں کی فلک
 میرے جلوہ کی جھلکی پل پل بھی ہو کر
 اچھی حدیث کا یہاں ہوا کہ کو امتیاز
 کیا کسی عاشق کا دل بسو نہیں نہ گم خرام
 بہوئی بہالی ہوں پری چہرہ تر وندن ترا
 کیسی چشم سر کلین کیسے مسمی مالیدہ لب
 گیسوؤں کے بیچ کیسے کیسی زلفوں کی گن
 بنو دظاہری ہو چاروں کی ٹیب ٹاپ
 نیچرل بیوٹی مسمی بڑھ کر کوئی آرایش نہیں
 کر ہیں گوشت سامعین کیا تازہ کیا ساز
 پرورش کئے کیا ارد کے دامن میں مجھے
 نام لیا اکون ہے میر سنخند افوں میں حیف
 میرے جلوہ کو دیا اہل سخن نے کب فروغ
 میری مردہ ہڈیوں میں پہونگتا نیچر کی نعم

اور وہ گو پر ساد اف شاعر جادو بیار
 گوشت سمبہ سادہ ناظم کلمتہ سنج و کلمتہ ان
 میرے نقش کے کبھی تھے ہائی جو نمر دال
 اب نظر آتا نہیں جو انکی قبروں کا نشان
 میری آنکھوں کے دہ ادھی خداسنہاں
 ناز سے جس میں چلی تھی وہ ہندو دلاؤ کہاں
 ہند میں کوئی نہیں افسوس میر قدر دال
 کر چکی میں بار بار اہل نظر کا استغاث
 میری جالوں میں قیامت کی تھی کیا
 ہیں کہاں مجھے میں تباہ ہند کی کسی چہرہ
 کیسی آرایش کہاں کا شوق نہ پالان
 کنگھی چوٹی کا پورا دواؤں کی لکڑیاں
 میں طلسم نقش حیرت اسکی رنگ آمیزیاں
 سادگی کا تلف تو رہن ہنس میں کہاں
 کسکو نیچر کی سداوں میں ترخم ریزاں
 ایک بھی پیدا ہوا ہی نہ ایسا کلمتہ دال
 ہند میں ملتا نہیں میری نون کا نشان
 ایک دن بھی ہند میں چمکانے میر خاندان
 ایک بھی میر نہیں پیدا ہوا ایسا یہاں

مجھ کو کیا گوسیکڑوں میں بلبل ہندستان
ہند میں کہنے کو گو ہیں سیکڑوں اہل زبان
جتنے مضمون میں حسن و عشق کی ہر داستان
کیا ہوا باندھا دیاں یار کو جو بنے نشان
ہے کمر معرودم جنگی اور دہن ہر بنے نشان
فتنہ رقرار کی میں بھی تو دیکھوں شوخیوں
سرٹیک کر مر گئے لا کہوں مسیحائی زبان
ڈالتا ہے کون دیکھیں قوم کے سرو میں جان

کسکو بہاتی ہے تری روکھی زبان روکھا کلام
کیوں ہے یہ ہرزہ سری لے سر و دستہ جاں

بے شبانی دنیا

کھو کہ دیدہ تر جوئے خون کرے جاری
سفر کی کی ہے جو اشکوں نے مل کے تیاری
ریاض دہریں نہریں فصلا کی ہیں طاری
یہ کس کی کرتا ہے سر پیٹ کر عمارداری
ہو جس طرح کسی بیمار پر غشی طاری
کہ جن کی گھات میں ہے پہر زنگاری
کہ سو رہے ہیں لحد میں تباہ قمار

میرے نعروں کا نہیں ہر آہ کوئی ہم صغیر
کچھ بھی آتا ہے انہیں ہرزہ سری کے سوا
ان سے ہونا کیا ہر منہ پر تھا کہہ دین ملا
مل گیا کیا آگیا جو ہاتھ مضمون کمر
میں بھی دیکھوں تو وہ اجنام خیالی ہیں
حشر ہوتا ہے بپا کیونکر توں کی چال سے
جنش لب سے ہوا زندہ عاشق کی بھی
کسکو اعجاز مسیحائی کا دعویٰ ہے تباہ

جگر کے داغوں نے کی ہر چین کی تیاری
کہیں کو جاتا ہے پہلو سے قافلہ دل کا
بہال سینچ کے پودوں کو باغباں کیا ہو
کئے ہیں رخ پر پریشاں جو بال سنبل نے
چمن میں زنگس شہلا نے موند لی یوں گلہ
دہنہ رنگ ہوئے ملے خاک میں پائال
زمین نے نور کے تیلے دبانے ہیں کیا کیا

جہاں میں ایک بھی یوسف تعانیں ملتا
 زمانہ صید تہاجن کے خدنگ غمزہ سے
 ہوانہ دست قضا سے کوئی حسین جانبر
 وہ مجہین جو بالائے بام سوتے تھے
 فلک نے محوِ تحیر کیا حسینوں کو !
 بنا کے نقشِ فلک نے ٹاڈے لاکھوں
 عدم سے مرگ کا سودہ چکانے آئی ہیں
 ہٹے دیتی ہے گردش کسے زمانے کی
 کہاں سے آئے ہیں ہم اور کہاں جلتے ہیں
 رہا نہ کچھ زن و فرزند و مال و زر کا خیال
 کرے نہ عمر و روزہ پہ سرکشی - کہد و
 اجل کہیں میں - زمانہ عدد و فلک دشمن
 زمانہ آنچھ جھپکتے ہی ہو گیا تاریک
 لباسِ عمراد ہر جسم شہ پہ چاک ہوا
 قضا کے حال میں شاہین جاں بھڑکتا ہے
 گر طے ہیں گور کے جاگیر دار سوتے ہیں
 کہو کہ دلد مکافات ہے یہ گھر - اس میں
 یہی ہے راہِ فنا جس میں رنوب غافل
 یہ کہد و شمع سے سونے دے سونو لوگو

کدہ گرگی وہ حسینوں کی گرم بازاری
 ہوئے شکار اجل وہ غزالِ ناتاماری
 کہ آئی دل میں وہ آنکھوں نہیں تھی جو بیاری
 اب ان پہ خوابِ جل زیرِ خاک ہو گئی طاری
 کہ زیرِ خاک نہیں شوقِ آئینہ داری
 عجب طرح کا ہے کچھ یہ طلسمِ رنگاری
 سرا میں ہٹے پیٹے کچھ جو ہیں یہ بیواری
 ہزار قیدِ علاق کی ہو گوا بناری
 رہی نہ غفلت دنیا میں اتنی خود داری
 قضا کے آتے ہی نیند السی ہو گئی طاری
 کہ خاک کا ہے یہ تپلا بشر نہیں نادری
 کرے مقابلہ کس کس کا جان بیواری
 وہ شب کا خواب ہوا دنگی تھی جو بیداری
 بندھا جو سر پہ اُدھر طرہ چانداری
 نہیں ہے دامِ علیاتی کی یہ گرفتاری
 فلک نے چھین لیا منصبِ نینداری
 روا کسی کی نہ رکھے کوئی دل زاری
 نفس کی آمد و شد کا ہے قافلہ جاری
 کرے نہ گورِ غریباں پہ گریہ و زاری

مسافروں کو ہے لازم یہاں خبر داری
 اسی میں عمر کی پونجی گزر گئی ساری
 سنی اجل نے کسی کی نہ گریہ و زاری
 قبائے زرتہ کی بھی جن کے دوش پر بہاری
 کسی کے غم میں اگر شک ہو گئے جاری
 کہ گھومتا ہے ہمیشہ یہ چرخ دَواری
 کہاں ہے قصر فریدوں کی اب وہ تیاری
 رہی نہ سام دِ زبیر کی کبر و خودداری
 کہاں قباد کی ہوشنگ کی جہانداری
 قضا کے جہونکوں میں تھی کتنی تیز رفتاری
 کہ اس عجز نے یاروں کی ہر باری

تمام عمر رہا فنا قضا کا سرور
 گئی نہ وہ جو طبع پہ چوٹ تھی بہاری

یاد ویرانہ

تبا دیا ہے جسے سبکی نے غم خانہ
 جہل پہل بچھ غضب کی غضب کا یہ گہر تھا
 مگر مجھے نہیں بھولا ہے گہر کا وہ نقشہ
 ادھر کو آہ تھی اک کوٹہری رنجِ اٹلان

سنا ہے قافلے لٹے ہیں راہ ہستی میں
 نیل مال و زر ہے ہمارا۔ یہ گھر ہمارا ہے
 بہت غریب لٹے شاہ راہ ہستی میں
 دیا نہ اُن کو کفن پیر زال دنیا نے
 کفن کو یاد کیا روکے بزمِ ماتم میں
 قرار اوس میں کہاں ساکنانِ عالم کو
 کہاں وہ مسندِ جہم ہے کہاں وہ مقامِ نشاط
 پتہ نہیں ہے کہ رستم کی ہڈیاں ہیں کدھر
 کہاں ہے خسرو و بہن کی بارگاہِ رفیع
 اُن کے تختِ سلیمان کو لے گئے دم میں
 لگا سے دل نہ کوئی پیر زال دنیا سے

پڑا ہے آج جو یہ بے مکین ویرانہ
 کسی زمانہ میں عیش و طرب کا یہ گہر تھا
 اگرچہ اب نہ رہا ہمارا دور کا وہ نقشہ
 یہاں تھا سخن و باں سائبانِ ادھر اللان

پہا نے تازیہ آتے تھے جس جگہ سے نظر
تھا لیتا کبھی ہلکی سی اک سہری پر
چمک چمک کے ہم آنکلیوں سے گنا ملتا
تھا آشیانہ بھی آہ جس کا کوٹھڑے پر
تھی دو پہر کو جو سرگرم نائے "یا ہو"
کہ اب نظر نہیں آتی مجھے غریب ہیں

میں بکاش اس کے پروبال کا نشان پاتا
تو پاس رکھ کے دل غمزدہ کو بہلاتا

میں گرمیوں میں جہاں محو خواب تھا اکثر
اسی کی ہائے اینستہ ہے رہ گئی دیوار
ہیں بلبل کے روشنی تھے جا بجا فانوس
کہ پالمیں میں ہیں کھلتا تھا آنگن میں
کہ کچھ کھنکھناتے تھے تھیں ہنسنے لگے
کہ رنج و غش میں میرے شریک حال تھے تو
اُدسی چہرے پہ گہر کے غم میں تھی چہان
لولیوں سے وہ دامنم زدہ لپٹے سر
اُداس مجھ کو نظر آتے تھے ترسے خسار
نہ گرمیوں کا زمانہ وہ یاد ہے آج
وہ دل لول وہ چہرہ فرسودہ و مضمون

ادھر کو وہ مری غلوت تھی آہ خوش منظر
میں گرمیوں میں یہاں آہ شام کو اکثر
وہ چھوٹی چڑھائی کا کنگری یہ رہے اسے دیوار
وہ لادلی مری بچپن کی نائنہ ہے کہ ہر
غضب کی درد بھری جس کی تھی کبھی کوکو
لڈ لگتی ہونے لگی سے اہل نصیب ہیں

یہاں پر گاہ اودہ والان تھا اب خوش منظر
اسی کی آگے شکستہ ہے رہ گئی دیوار
ہیں تو راتوں کو جلتے تھے خوشنما فانوس
ہیں کے فرش پہ ہیں ٹوٹا تھا بچپن میں
خوشی پر تھی دیوار تیرے منظر سے
مری رفیق تھی اور میرے خیال تھی تو
سر تھا ان دنوں ساقوں میں جب لپٹا ہوا
پڑا ہوا تھا میں اک کہری چار پانی پر
تو غمزدہ سی تھی موقت تو ہی ہے دیوار
جگر خراش شاد زہ یاد ہے آج
وہ چیل لاتی ہوئی دھوپ بٹیک کی وہ دم

تھے دے رہے مجھے جب گرمیوں کے دن آزار

تو ہو رہی تھی پریشان تو بھی آئے دیوار

گذر گئے مرے طفلی کے کیا وہ لیل نہار
وہ دن مجھ کو زمانہ دکھائیگا پہر کیا
وہ گزرے گو دین تیرے ہی اک مرے غمخوار
جتنی نے مجھ کو بتائے حرام کے انداز
تیرے سہارے سے چلنا وہ سیکھنا میرا
مرمہ مجھے احسان یاد ہیں تیرے
کسی کی گود میں جب آہ میں نہ آتا تھا
ملا کے تجھ سے میں روتا تھا غمزدہ خسار
لگا کے سینے سے آنسو تھی بونجی اکثر
میں جب بڑا ہوا اور گیند کھیلنا سیکھا
نعل کے گھر سے کہیں ابر میں نہ جاتا تو
تو کھیلتا تھا میں اس وقت تجھے لے دیوار

کھہر ہے آہ بادہ عہد گزشتہ لئے دیوار
وہ کم سلی کا زمانہ نہ آئیں گے پہر کیا
مے تجھے مجھ کو جو طفلی کے آہ دن دوچار
تجھی نے مجھ کو سکھائے حرام کے انداز
وہ چھوڑ دینا لڑکپن میں مجھ کو دایہ کا
دخا کے اگلے وہ پیمان یاد ہیں تیرے
پچھلے جب کسی شے پر میں روٹھ جاتا تھا
تو تجھ سے لگے میں ہو جاتا تھا کڑا دیوار
اداس دیکھ کے مجھ کو گلے سے لپٹا کر
نہیں ہوں آواز لڑکپن کی وہ ادا بہولا
مرے رفیق سب کھیلے کو آتے تھے
برہن ہوتی تھی جب گھر میں بیٹھ کی بوجہار

تجھے میں گیند تہا دیتا مجھے تو دیتی تھی

برائیں دہرے ہو کر تھارتی تھی

کہ تو مجھے بھی نہ ہونی ہو امیری غمخوار
کہ میری یاد ابھی نقش تیرے دل پر ہو
مجھے بھی آد تری آرزو نہ ہونی ہو

بجائے آہ یہ میرا خیال کیا دیوار
مگر یقین میرے ہلکو آہ کیوں کر ہو
خدا کرے مجھے اے کاش نہ ہونی ہو

اگرچہ دور رہا تجھے میں فراق نصیب
گزر گئے تیرے فرقت میں آہ کتنے سال
میں گورہیں ستمہائے روزگار رہا
زمانہ یاد رکھیں کا جب کبھی آیا
تہا اتفاق کہ تیرے قریب آنکلا
نصیب پہ تیرا دیدار کبھی کب ہو
اگرچہ سائے سے تیرے بچر گیا میں بے
رہا میں دادے غیبت میں آہ کتنے سال
تیرے خیال سے غافل نہ رہا رہا
تیرا خیال وہین بن کے ہیکسی آیا
ادھر کو ہول کے میں غم نصیب آنکلا
ادھر کو غم دل زار دیکھئے کب ہو
جدا میں ہوتا ہوں تجھے تیرا خدا حافظ
نکلتی ہے مرے دل سے دعا خدا حافظ

ما تم آرزو

اے دل مردہ! کہاں بے زگار آرزو
یائے! وہ دل جس میں امید و نکی تھی بزمِ نشاط
مٹ نہ جانا۔ تجھ کو میری نا امید کی غم
بچارہ اگر دستِ تسلی میرے سینہ پر نہ رکھ
اب کہاں بزمِ تنہائے دل خیاں نہ کش
نا تو اس ہے بے بجائے ہو کے خوابِ جگر
کب تیرے منتظر داغِ جگر کے پہول میں
حسرتِ مردہ کے غم میں یائے! میرے نگار
خوار زاریاں و حواریاں آہ اب پہول میں ملے

نا امید کی کر چکی کب کا فشارِ آرزو
اُس میں ہے اک آہ! چھوٹا سا مزلِ آرزو
اے جگر کے طغیانی ہے تو یادگارِ آرزو
آہ! اس تغل میں نہاں ہیں تیرا آرزو
میں ہوں بے وقوف ہے اور تکلیفِ خوار آرزو
لے نہ چکی دل میں دردِ انتظارِ آرزو
تو کہاں ہے! آہ لے طاقِ مزلِ آرزو
مرٹا کیا تو بھی شوقِ بیکسارِ آرزو
دل کہ تھا اک باغِ نیرنگ بہارِ آرزو

ہے وہ تکین فرنایل کو ہنسار آرزو
ہے وہ ذوق شراب خوشگوار آرزو
دل تڑپتا ہے پڑا - زیر مزار آرزو
جمع ہے کچھ گرد حسرت کچھ عباد آرزو
آہ یہ بھی ہے شہید انتظار آرزو
دغ حسرت دل میں تھا ایک یگانہ آرزو
تیرا آغوش تنہا اے کنار آرزو
آہ کیل گریبے اختیار آرزو
اے سمدستی ناپائیدار آرزو
را کہہ میں میرے ہیں اب ہی کچھ شرار آرزو
اے رفوگر ادا من صبر و قرار آرزو
جس جگہ ہے میرے پہلو میں مزار آرزو
مرتے مرتے بھی نہ بکا دل سے غار آرزو
دل میں آجا! اے خیال عکسار آرزو

ہائے وہ راتیں مرادو کی ہنگول کو وہ دن
راکھا لکھا ہائے اوہ جام تنہا کا سرور
یارہ گرا سینہ پر کھل کر کھیتا ہے ہاتھ کیا
بیکسی ازم نشا دل میں ایسا رکھا ہی اب
میرے پہلو میں تڑپتا ہے جگر بھی دیکھ ساتھ
آج وہ بھی مٹ گیا لوہو گیا نصرت تمام
سما خبر تھی ایک دن مجھ سے جدا ہو جائیگا
دل کی کشتی تیری موجوں میں ہی بہاتی ہے کما
جلد یا پامال کر کے آہ! دل کو تو کہاں
آ رہی ہے بیکسی کی آہ تیلے سے صدا
سو جگہ سے جاگ ہے کب تک کرے گا تو فر
ہے دل مروہ کی تربت ہی وہیں بیکسی
ایسا ٹوٹا آہ! یہ کاشاکا اے دست جنوں
اے رفیق صحبت دیرینہ ہوم نشا

تجھ کو جلی رونا پڑے گا ایلکن اے بیکسی
تو رہی ہو نہیں جو چند سے ہو گوار آرزو

گل مزار

دشت غربت میں ہوں میں وہ خانہ بر بلوچن
سینکڑوں فرسنگ آنکھوں سے بنیاد میں

اک حسین کی قبر پر ہوں میں گل طاق مزار
اب کہاں ہے انقلاب آسمانِ دُور
ہر گے آنکھوں نے ٹھیک جاے نہ خون آرزو
یہ ہے وہ دن ہر دستِ گھمبیر چھوٹا تھا

پچھتی ہے اے صبا کیا مجھ سے رواجِ چین
ساتھ کے کھیلے ہوئے وہ سروِ شمشاد و چین
چٹکیاں دلیں نہ ملے اے نشتر یا چین
ہاں سب وہ راتیں اب تھاکھرا میں تاشا چین

ہلکی ہلکی مجھ پر پڑتی تھی قمر کی روشنی
دل کی ٹھنڈک تھی طلبِ شیرِ سحر کی روشنی

مجھ جوبے لکش تہا مرا عالمِ حسنِ شباب
نوریاں دیکر مجھے شب کو سلاتی تھی نسیم
موجِ سحر یک صبا بھی تھی نزاکتِ سگران
ہاں وہ میری نگاہِ شیریں چھینی ہوئی

منہ پر نازک پتیوں کی ہلکی ہلکی تھی نقاب
دیکھتا تھا پر اے نگاہوں سے دکھو آفتاب
دل کو بادند کے ہونکوں سے تھا اک اضطراب
وہ گلوں کے قہقہے وہ میرا اندازِ حجاب

وہ کنارِ آب جز نظر اے عکسِ شفق
وہ سکوتِ شام میں کیفیتِ سیلانِ آب

صبح کو وہ طائرانِ خوشنوا کے زمزمے
میرے شاخو ابرو پر وہ مرغانِ ہوا کے زمزمے

کالی کالی وہ گھٹائیں اور وہ بنگلوں کی قندار
آہ وہ سالوں کے جہاں اور وہ لطفِ بنگلہ
وہ فیملی لائے رنگیں آواز وہ پیشِ گل
آہ وہ کوبل کی کوکورد پیچھے کی آلاب

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں بھینسی بھینسی پہلو
ہاں وہ پانی کے جہرنے اور وہ کچھو کچھو گلوں
ہاں وہ پہلوؤں کے تختے وہ ہانا بارش
وہ شگوفوں کا چکنا اور وہ گلابانگ مزار

جہاں میں تار و پود کی گانا چھنی چڑھنے کا
آہ وہ ترتیبِ زمزمیش یا رانِ چین

ہائے ادہ جوش بہار سرد بجانِ چین

مجھے جھوٹا آہ کیا میل دہن او آسمان
 اب نہ رہنا مئی رہی مجھ میں وہ نگ قبول
 اب کہاں کج و گش اب کہاں وہ ہم نشین
 تو تانا ہوں آہ! دیر نے میں میں عسین
 گل رہا ہوں گل کہ رہا ہوں گل رہا ہوں گل
 دادی غرت میں لانی کھینچ کر قسرت کیا
 اک گل شہرہ ہوں محراب میں جنت کیا
 پھر رہا ہے آہ! اب کھوں میں اگلا سماں
 ہے شریک نالاب کوئی نہ کوئی فوج خواں
 محشر ہیں آہ! میرے بزم ذرا کی پتیاں

ہو نہ محضن ظاہر دیدہ صورت پرست
 عیش دنیا را بقائے نیست دنیا ہیج ہست

گل خزان دیدہ

خوشا وہ دن کہ میں رائیں صحن گلستان تھا
 خوشا وہ دن کہ شوق جا رہی تھی تہا گلستان
 بہار جلوہ حسن ازل تہا پردہ گل میں
 ہنگام میں بلبل و گلچین کی بیدار مجھے بڑھتی
 صبا گوارہ جہان قصہ گو بانگ عند اللہ تھا
 فضا کے لالہ در بجان و گل بوی کی محض صی
 شمیم خلد اترائی بوی پہرتی تھی گلشن میں
 ترنم بزم تہا شاخوں یہ میری طائر سردہ
 جواب خط کشیم میرا کج و گش تہا
 خوشا! وہ دن کہ میرے غم قد پر تلخ زلف تھا
 شمیم ناز سے میرا معطر جب گریباں تھا
 وہ جگنو تھا کہ کاشا نہ فروز صحن گلستان تھا
 بہار جن تھی جوش شباب فتنہ سا مان تھا
 میرا جھوٹا سا بستر خواب سائیں کا شان تھا
 نسیم صبح کا جھونکا جوتھا تخت سلیمان تھا
 ہر اک گل اک طلسم جلوہ نیرنگ مکان تھا
 چین کا میرے دست آواز کی غزل خوان تھا
 بہار شہرہ گل تھی هجوم سرد بجان تھا

او ہرگز کس کو گلشن میں غور و خیم فشان تھا
 شکوہ و جوہن میں تھا عودیں گل بربان تھا
 صبا بھی عطر آگین ابر جرت گوہر فشان تھا
 بزرگ بونہ جھوٹوں میں اٹکے یوں تیشا تھا
 زمین پر یوں نہیلی خوردہ رنگیناں تھا
 نہ یوں ڈوبا ہوا خون میں ککڑا گرماں تھا
 نہ میں حسرت کا تیرا تھا نہ میں تصویرِ مرمان تھا
 نہ یوں شکوہ طراز گردنِ آشوبِ دوران تھا
 کہیں خارِ مغیلاں تھی کہیں غنِ بیابان تھا
 چمن میرا دطن تھا میرا کاشا نہ گلستان تھا
 نہ تھا معلوم رنگِ انقلاب ہر نہیاں تھا
 نہ تھا غارِ رخ گلزارِ نک خونِ شہیاں تھا
 شبابِ فتنہ زاد و چارون کا آہِ مہمان تھا
 چمن میں میں گلِ شمع سرگورِ مہیاں تھا
 بساطِ گوشہ مرقر مری ہستی کا میلن تھا

او ہر نبل کو تھا ناز اپنے کیسے مسلسل پر
 کلی دوشیزہ ناکھدا اک اک ہی گلشن میں
 موافقِ مجھ سے تھی آج ہوئے دہرائے ہجوم
 نہ تھا یوں منتشر شیرازہ جمعیتِ اسیرا
 ارم خانہ تھا جھکو آہ! کچھ دلنشین میرا
 نہ یوں اُلجھے ہوئے تھے خارِ صحرائے اسیرا
 گل خندان تھا میں بھی باغِ عالم کے ترنیا
 نہ یوں ناکشِ بیباکی حل تھا بیابان میں
 کہیں لائی اڑا کر آہِ آباد خزاں مجھ کو
 یا فغان ہے کل کا کیا کہوں آہنیش تجھ سے
 بہارِ عالم نیز نگ تھی ہر نیکی پھری میری
 حقیقت کھل گئی و در خزاں آج گلشن میں
 ضیائے ہستی موم موم موجِ شعولِ نفس تھی
 میلِ حزنِ نعیش سوزِ تہا رقصِ شرگویا
 طلسمِ بے ثبات دہر تہا رنگِ بقا میل

تحیر نہ تھا منظر آہ! اک اک باغِ ہستی کا
 وجودِ عالم امکان مگر خوابِ پریشان تھا

موسم سرما کا آخری گلاب

یہ آخری گلاب کا ہے یاد نگار بیہول اور شاخ پر کھلا ہوا اتنا چمن میں بیہول
بیکس غریب فرقت احباب میں غول دہند لاسا اک چراغ سحر آئین میں بیہول

ہے کوئی غمگسار نہ ہدم کوئی قمرین بیچین کے آشاہیں نہ وہ خاندان کھپول
دخست ہوئے چمن سے رفیقان کشین بکھرے پڑے ہیں خاک پہ انگشتاں کھپول

نہی سی آہ! کوئی کلی بھی نہیں قریب ڈالے جو عکس بیہول سے رخ کا غریب پر
کچھ درود دل کا حال کہے جس سے تم نصیب جو اسکی آہ سر کو کوشن کر ہو نو حسر گر

اکلانے دو لگا گھمکو میں تنہا نہ شاخ پر ڈسے نہ گنج میں توی مٹی خراب ہو
احباب سو رہے ہیں جہاں تیرے تجر جاتو بھی ان کے ساتھ ہم آغوش خوب ہو

کسی نامک زبان پر فرقت احباب کا نگلا اب تیری بیتیاں میں چھپا تاہوں خاک پر
ہیں محو خواب مرگ جہاں تیرے آشنا تجھ کو بھی ان کے ساتھ سلا تاہوں خاک پر

رخت سفر اٹھاؤ نگا میں بھی جہاں جلد رخت سفر اٹھاؤ نگا میں بھی جہاں جلد
چہرہ تو نگا سر کے چہرے کے درد نہاں سجد تنہا کوئی جہاں میں جیا بھی تو کیا جیا

کیا لیکے آہ کوئی کرے عمر جا دواں
سک نہ نائیں جب نہ رہے دُر آب دار
یارانِ رفتہ کا ہے زیارت کدہ جہاں
یہی ہی ہلکی کا ہے گاہیں مزار

جب اٹھ گئے جہاں سے یارانِ زندہ
جی کر غمِ فراق کے صدمے سہیگا کون
کڑیاں تری اٹھ لے کواے دردِ جان
اس غمگدہ ہیں آہ اکیلا ہے گا کون

خزانِ رسیدہ پہول

اُڑا کے جنبشِ بادِ خزانِ درینِ دریغ
کہاں سے تو مجھے لائی کہاں دریغ
میں اپنی کچھ میں خوش تھا وطنِ آہِ میر
جدا کیا مجھے کیوں آسمانِ دریغ
تیرا برا ہو چین سے تیری دوستی نے
مٹا دیا مرا نام و نشانِ دریغ
وہ موتیا وہ چھیلی وہ کٹنگی وہ گلاب
کدھر گیا وہ مرا خاندانِ دریغ
وہ ہنر کچھ وہ پہولوں کا آہ! گہوارہ
وہ موجِ نکمتِ حیرتِ خالِ دریغ
وہ جوشِ گل وہ فضا وہ چین وابرہارہ
وہ لطفِ صحبتِ مرغانِ باغِ داویلا
وہ ان کے نغمہ شکرِ خالی دریغ
چمن میں صبح کو شہنائیاں دریغ
وہ رنگِ روپ وہ شوخی وہ پہولِ سحر
وہ ہنرِ بزمِ بیری پتیلی دریغ

وہ جوشِ حسن وہ جوشِ بہارِ داویلا!

ہر اہرا وہ مرا سبزہ زارِ داویلا!

رہا نہ آہ آہہ جو شش بہار کا عالم
 چین میں پہول سا چہرہ جو مسکراتا تھا
 نظر کو جب تھا حسنیو کی دید کا لپکا
 سمن برون کے تصور میں گئے وہ بکو
 سحر کو گلبدنوں کے وہ باغ میں جلسے
 وہ لانا زار وہ منہدی کی ٹیٹوں کی قطار
 صبا کا اوت آہہ گلے سے میری لپٹ جانا
 نہ چاندنی ہے وہ نکہری ہوئی نہ صبح بھا
 خبر نہ تھی مجھے رنگینی بہار میں ہے

جہان کو میرے پروردگار دیکھ چکا
 خرمین کو دیکھ رہا ہوں بہار دیکھ چکا

سوز بیوگی

عجب قت میری ہے چادر گریہ و زاری
 پسند آئی نہ آرایش تھی او آسمان میری
 مہمل غم سے شادی ہو گئی او جہان میری
 فلک نے چھین لیں مجھے شہابی چند یا میری
 کہاں کا شوق زینت جل رہی ہیں یاں میری
 ہو اکھیلے جوانی! وہ لڑکپن کا مڑا دیو

جگر میں چٹکیاں لیتی ہے روہر کو فغا میری
 اتاریں بدھیاں بیدار توڑ چڑیاں میری
 کہ ٹپکی بن کے خون آخر شراب و خون میری
 پینہتی سرخ جوڑا! ایسی قسمت تھی کہا میری
 گر لاتی مجھ پر بق ستم میں بجلیاں میری
 کہ ہر ہے طوق منت کا کہاں میں منسلک میری

لگائی آگ آرایش کو آخر سوزِ نالہ نے
بہا جاتا ہے آنکھوں سے خونِ آرزو ہو کر
بنایا ہے یکس کے رنگ نے آتشِ نہیں جھکو

وہ نقشِ نامِ راوی ہوں سراپا درد ہو غم ہو

مربع میں جہاں کے آہ! میں تصورِ راقم ہوں

وہ دکھیا ہوں نہیں دردِ پہا کارِ زو کوئی
کرسے درد کے کبتک شکوہ دردِ پہا کوئی
بنایا ہے سراپا داغِ حسرتِ سوز و حرمان نے
جگر سے آہ! محمِ قہم کر دیوں اُٹھتا ہو نکا
تفاضا لذتِ ذوقِ خلش کا ہر شبِ غم میں
کیلجِ قوم ہی لے کر لیا ہوا پنا جب پتھر
زمانہ ہو رہا ہو آہ جب تاریک نکلیا میں
سنبھال اکھٹا کھڑا نظر اٹھاتے رہی ہو
ہوئے کیا کیا نہ آنسو خاک میں پا بالِ گر گر کر

جلد یا چپکے چپکے آتشِ خاموشِ غم تو نے

بجھائی آہ! اکبِ دل کی لگی ہر کورم تو نے

گھٹائیں چھا رہی ہیں آہ! دلپیر میں جوانکی
خلش ہے آہ! پھر عارضِ حیرت کی پکانکی
نہ دے بادِ مہیا کھیتِ گلشتِ گلستانکی
اُٹھ گئیں خونِ رِلاقی میں شبابِ سمانکی
الہی خیر ہو دل کی جگر کی شہرگِ جانکی
کہ صورت ہے ہر اک گل میں انِ خمِ خندانکی

میں وہ تصویرِ حیرت ہوں شکستِ تنگِ مال کی
گئے وہ دن کہ شوق تھی جبینے ش گیسو
ہے کس کا سوسم باد صبا یہ کس کا بھولوت
نہ رکھا پیر میں تار باقی رستِ وحشت نے
دماغِ عرضِ شرمِ آرزو ہے چارہ اگر کس کو
پراسے جی کی وہ جانے کہ بتا ہو پڑی جیت

مرے در نہاں کو آہ ہو سیدر دکھایا جانے

گذرتی ہے مجھ دکھایا یہ وہ تیری بلا جانے

نشاہِ افروزِ شادی تو ہے منعم بزمِ عشرت میں
حائلِ ہاتھ تیرے گردنِ مینا میں شکو
کسی گلِ پیرِ حن سے شکو پہلو اگر ہے تیرا
گدہ تھیں تیرے دنِ نطفہ یار و بچہ چلے یہاں
سمجھتے مالِ زندگی تو عیشِ دنیا کو
خبر کیا بچھلو اودھ لادہ ذوقِ تن آسانی
اثر ہے تجھ کو کیا بیرِ درِ مجھ تکس کیمالوں کا
تو قہ چارہ در نہاں کی کیا کرے کوئی
کسی تہیں کا تو او با ہوں اٹھائے گا کیا پڑے

بسر ہوتی ہے تیری شاہدِ مہر کی محبت میں
کہ مستِ بخودی ہے ذوقِ بہارِ کامر میں
بہاں صبحِ جنت کا ہے جوارہ شامِ غلوت میں
بسر ہوتی ہیں راتیں تیری فواہِ سرِ جنت میں
کبھی ہے فکرِ سامان میں کبھی ہے حرمِ دولت میں
کہ کلتے ہیں کئی دکھیا کے دن کیوں کہ صبح میں
نہ دوسوی بے فطرت میں نہ غمخواری میں
کہ ہمدردی نہیں بیاڑ ہے ظالمِ تہیہ میں
کہ میں تیری نگاہیں رخنہ گردانِ جنت میں

کہاں کی پردہ داری پائن مومنِ ناکیا

تو قہ قوم ہی ہے اٹھ گئی یارب گلا لیا

آخری ہونی دلہن

اور وہ بہن مدد! او شاہ ماتر نشین
 یاد آیا میکہ تھی تیری جوانی جو شش پر
 ہائے وہ راتیں کہ تھی تو شمع بر سر آئین
 ہائے وہ دن داکو تھی جب حسرت ڈونج
 جلوہ آتھی ہر موقع میں تیری تصویر جن
 اکمر لٹکی ہوئی وہ آہ! بعد خم خم
 آہ! وہ عشوہ گری وہ گردش چشم سیاہ
 قد موزون پر عین کے وہ دوپٹے لٹکی جن
 ابھرے سینے پر وہ آغاز جوانی کے نشان
 وہ تمبر ہائے شیریں وہ نوائے جان نواز
 دوش نازک پہ دوپٹہ کا وہ نخل سُرخ سُرخ
 قدمیں شوخی، خد میں عنائی بہی تھی کوثر
 قیس آشفہ تھی اک خلق خدا تیرے لئے
 ہائے وہ طفل کا عالم اور وہ جوش شباب
 آہ! وہ بوٹا قد وہ غلی غلی ننھی انگلیاں
 مال کی پوری جنبش مودع تکلم تھی تجھے
 پہول جھڑتے تھے لب لکیریں سے دکھلام

آہ! اور لکیریں ادا! او دلی دلی نازنین
 چٹکیاں لیتی تھی دلیں ہر دے دل نشین
 تیرے پردے تھے ہم آئے غیرت ماہ حسین
 نور نشر تھی رگ رگ میں تیری جن جبین
 محفل ہستی میں تھی تو نقش ایزد دلش
 اکھنچ لچھی دوش پر کھجری وہ زلف عہدین
 ہائے وہ شریلی جوتن وہ نگاہ شمر گین
 سر پر پھیلی ہوئی گویا تھی شاخ یاسین
 تانہ یو کے پھول پور وہ عطر صندل کی آئین
 وہ لب شکر شکن شکر فروش و شکرین
 رگلی رگلی آہ! وہ رخ پر نقاب کشمین
 آنکھیں تھما زہر قاتل لب میں تند و نگین
 ہائے وہ راتیں کہ تھی تو بیل، محفل نشین
 بہولی بہولی آفت اور صورتہ نگین
 آہ! وہ تیرے لکیریں کی ادائے نازنین
 اور شہر جان فزائے خلد تھی خواب غزین
 گل بدامان ہو چمن میں جیسے صبح یاسین

نعلق کے پھولوں کا چہرہ زریب غوغا میں
بنکے اتری تھی مگر تو حور فردوس بریں
یاد آیا مجھ کو تھی تیرے زیر لکین
جھڑ گئے سب تیرے تلج شہر تے لکین
اب نہ وہ تاروں کا جھڑ پڑا نہ وہ بہن
تیرے شیشوں میں کہاں وہ شراب آتش
اب کہاں وہ محب زلفان مینا ز لکین
تیرے دیوانے ہیں اب شہر خشتان کے لکین
چشم حسرت حلقہ دلکش عبرت نشین
اب وہ انجم خواب کمالش میں ہیں یزین
آہی ہے دھیمی دھیمی آہ فریاد خیز

سر پر طرہ نظم کا تہا فرق پر تلج سخن
آسمان ناز سے عالم فریبی کے لئے
تیرا سکے تہا روان لے شاہزادی چاہو
لیکن اب تجھ میں کہاں وہ جلوہ تان غنور
چہاں ہی ہے اب اداسی آسمان حسن پر
تیری آنکھوں میں کہاں وہ متی حسن شباب
اب کہاں وہ ذوق صہبا سخن وہ نرم
اب ہوا میں ہے پریشان تیری پردانو کی جا
اب کہاں اگلی سی وہ کاشانہ افروز کی ہے
جنگے دامن میں پٹی تھی آہ تو اسے دعا
گوش عبرت میں مزار خشتگان خاک سے

برمزار ماغریبان نے چراغے نے گلے
لے پے پے وہ سوز دے صدائے بیلے

دنیا کی اجر مٹی ہوئی محفل

شب کہ تھا یلغش بند عالم نیزنگ خواب

تھی ہم سرگرم صحبت چند یاد کتاب

اک طرف آراستہ چھوٹی طسی تھی اک بزم عیش

کھل رہا تھا اک طرف بھولنا تختہ لاجوا

اک طرف چپسکی ہوئی تھی صاف ستھری چاندنی
 پر رہی تھی اک طرف اٹھیلیوں سے جوتا ب
 اک طرف تھے میرے پھوپھو کے گلہ تے دھڑے
 اک طرف گلوں میں تھا پھولا ہوا ایسی گلاب
 اک طرف شاخوں پر سرگرم ترنم تھے طیور
 اک طرف تھا اہتمام نمونہ خچک و رباب
 خندہ گل اک طرف گلابا نگ بلبل اک طرف
 اک طرف مغل میں ترتیب مے و نقل و کباب
 جھومتے تھے اک روش پر نو ہالان حین
 اک کنارے سنبرو بگڑا تھا سرست خوا
 یعنی یعنی چل رہی تھی جانفرائی سے نسیم
 عنبر افشان ہر خیابان میں تھی بو عطر ناب
 کس تکلف سے تھی شبنم صرف ترنم حین
 دیکھتے تھے منہ پر پھولوں کے چھڑکتی تھی گلاب
 سر نہ آگیا تھی ادھر نہ گس کی چشم سحر ساز
 بعد مشکین کو ادھر دیتا تھا سبیل بیچ و تا
 بچو بچو تھانی اشل تھا انتخاب روزگار
 دیکھ کر مغل میں پر دانوں کو سرگرم حال
 بالعرض جلا جیسا تھے وہاں اسباب عیش
 ساقی و جام و سود و مطرب خچک و رباب
 پھیل جو تھا اپنے اپنے رنگ میں لاجواب
 شمع کہتی تھی بڑی ہولت کیا ہی منظر
 ساقی و جام و سود و مطرب خچک و رباب

سامنے جھرمٹ پر بڑا دو رنگ تہا گھر ناز
 سب سے سب آفت کے پر کاتے ہو سر بارتک
 جوش و گل تھا انجن تھی غنچہ اجباب تھا
 دیکھ کر یہ عالم نیرنگ دسا مان نشاط
 اور رومے ان پر بڑا دوں سے ہو کر بکھار
 آگئی عقل نصیحت بیخ اتنے میں دہاں
 ہوش میں آتا دھڑلے عشق کے ماتے ہوئے
 اک مرتع ہے یہ نیرنگ صنون دہر کا
 فیل تو منظر ہے بظاہر اس کا اکل کئی فیروز
 یوں تو ہو مسموم عیش و طرب یہ بزم ناز
 ہ تماشا گاہ لیکن سیر کے قابل نہیں
 سے وحیرت خانہ نیرنگ یہ صورت کدہ
 سامنے جھرمٹ جو یہ پر یوں کا سر ناز
 صورت میں نیکی میں گردیدگی کی سب آہ
 نفس کا زخمیش کے ہوا تھ میں انکی عنان
 پیاری پیاری ہو اگر چہ انکی صورت موہنی
 ان شبیوں کو ولا دیری چمکتی ہے مگر
 اس مسموم دھڑلے بستی موہوم ہے
 انکی فطرت کی نہیں ہی پاس ناموس و نفا

جوش پر آیا ہوا اک لک کا فر شباب
 سب کے سب تھو عشوہ و ناز واد میں محب
 چاندنی تھی رات اور گردش میں جاں فدا
 چاہتا تھا شوق ہو محفل میں جھک رہا
 کھو لکر دل بے تکلف دولت حسن شباب
 نیلے پتلی مسکرا کر یوں کیا مجھ سے خطاب
 ہو ہو اسے شوق میں اتنا زگرم صفا
 جسکو تو سمجھے ہو ہے ہر بزم یارن شب
 یوں تو اپنے رنگ میں انجن ہو لاجوب
 یوں تو اک اک سیری ہو آہ اسکی انتخاب
 اس مرتع کی ہر ایک تصویر جو تسار طرب
 ہو بہر ہر سیکر گویا میں رنگ انقلاب
 کھینچتی ہے دلکو جنگل شوق میں حسن شباب
 مجھ سے سنئے وہ حقیقت انکی ادعا طرب
 کج روی میں نہا رکھتا ہو شکل سے جلوب
 دیکھنے میں بظاہر ان کا دلکش شباب
 بے حقیقت ہیں بزم پر تصویر خوب
 ان کی شوخی انکی تکدین ان کا حسن ان کا شباب
 شیوہ عاشق کشی ہو انکی لبت میں شاب

دین و دنیا سے گیا جہاں یہ گردیدہ ہوا
 آگیا جو حیف الہ بن تنوں کے دام میں
 نوش و کیر اول اول عاشق جاں ناز کو
 تو اگر فرزانہ ہے تو ان سے رہنا ہوشیار
 و دور رہنا دیکھ ان انعام کا کرشمہ سے
 کہ چکی جب یوں نصیحت گسری اعتقل سلیم
 سامنے یہ جو دہرے ہیں شیشہ و جام و بوا
 نشہ دینا کے دن سے سب کب معر میں
 یہ وہ سئے ہے جس کی سستی ہر پیام خواب گ
 پہ رکھا مجھ سے کہ او محوشا ط زندگی
 ہے وہ غافل کو س رحلت کی صدا دناک
 آ رہی ہے ہر طرف سے بانگ آواز جس
 خواہنگاہ ہمیش دنیا نیند کے ماتے انیس
 تیری منزل ہو کہیں کھوٹی نہ غافل نیندیا
 خواب غفلت میں کھوسو رایہ عمر عزیز
 بجلیا پیری میں جب نفاذ کوں رحیل
 کہہ کے اتنا ہو گئی رخصت ادھر عقل سپا
 اڑ گیا پروں کا جھڑپ یک بیک منہ پر
 آفت جان جنگی تھی آرا کہ آدمی دلیر

پہ نہیں رہتا کہیں کا آہ وہ خا خراب
 ہاتھ سے اس لئے کھودی دولت عہد شباب
 چاشنی انکی چکھا دیتی ہے آخر زہر ناب
 رہن دنیا و دین ہیں آہ یہ خا خراب
 میں یہ پر یان خانہ سوز طاعت زہد و تاب
 مجھ سے بولی یہ اشارہ کر کے اد خا خراب
 جن کے دلدادہ نظر آتے ہیں یاں شباب
 زہر ہے ان میں بباطن و ربط ہر شراب
 نشہ غفلت ہر جہیں ہی یہ وہ تہ تاب
 سو جتنا اتنا نہیں تجھ کو ارے خار خراب
 جس کی تو سمجھ ہو ہے ہے نعمت شگ باب
 کاروان منزل بہ منزل مارے اس شباب
 تو سمجھ کہ منزل مہی میں ہو سرگرم خواب
 بھٹ جلی پو اور غفلت چاہتا ہے آفتاب
 کلام کہ کچھ مختصر ہے فرصت عہد شباب
 پہنچتا ہے سے ہاتھ آگیا کچھ خار خراب
 اندر دہر محفل پہ چھایا آوا الیہ انظار
 صبح دم آنکھوں میں آٹ جاتا ہی جیسے خواب
 ہو گئیں یہ پیاری پیاری صورتیں خراب

تھے سو گل رنگ سے لرزیز جو شیشے ابھی
 چھار ہی تھی یوں داسی بزم پر آب سیر
 ٹوٹتے تھے آگ پر کچھ پارہ تخت جگر
 خاک اڑاتی تھی وہاں ہر سو سموم جا لگا
 اب نہ تھی وہ باتش اوار حسن دل فروز
 ایک جانب تھی بڑی محفل میں والوں کی کھا
 اب تھی وہ ہلکی ہلکی چاندنی نکہری ہوئی
 اب تھے شاخوں پر مرفان جن نمبر سے
 اب نہ تھی وہ گرمی نہ گمانہ عیش و طرب
 دیکھ کر یہ رنگ شمشاد لیں تہا میں گھٹان
 قدمیں تھی فتنہ گرمی آنکھوں میں گہری
 دوش پر نیزہ کمر میں دشنہ بخوریز تھا
 گوشہ دامن لہو میں تھا اوہر ڈوبا ہوا
 تھی وہ کافر برش تیغ نگاہ خشکین
 بھیرت ۔ بیوفا ۔ غارتگر خلق خدا
 سحر سحر سیلاب رنگ گیس میں بہری تھی خون
 کچھ عجب بانکی ادا سے شوخیاں کتنی ہوئی
 بہر وہاں پہنچی ایک ایک تیغ چمکاتی ہوئی
 کر کے اک لک کو قہر دشنہ ہاؤ خوشیاں

اب جو دیکھا انکو تو انہیں بہر تہا خون
 دھل کے رہ جا گیا جس طرح حسن شباب
 سو نہ ہی سو نہ ہی انجمن میں نہ ہی کلب
 یہ رہی تھی جس جگہ اکہیلو نے جوئے آب
 لے لیا تھا جھلا کر شمع نے رخ پر نقاب
 تہر تہراتے تھے نہ آب فانس پر غانہ خراب
 اب تھا پیش نظر کھو لو نکا تختہ لاجواب
 اب آئی تھی صدائے نغمہ جنگ و دباب
 خاک پر یاران محفل اک طرف ہو محو طرب
 سامنے آئی نظر محفل میں اک مثال خواب
 قہر آلودہ نگا ہونے پٹکتا تھا خواب
 سر پہ تھا خون و دوا عالم ہاتھ میں تیغ خون
 خن کے چھینو نے گلزار تہا اوہر طرف نقاب
 خونہا جس کا نہ ملنے سے ملے مدد حساب
 فتنہ سامان آفت جان یا کرش غایہ خراب
 برق تھی یا تھی جھلا دہ خون حنی حسن شباب
 آئی اس اجڑی ہوئی محفل میں ظالم سیلاب
 لمبی تلے جس جگہ سوتے تھے یاران شباب
 خاک کا گنبد بنا کر پھر دیا ان سب کو داب

چھاگیا آنکھوں میں سب خواب نشین اہل
 یادگار رونق محفلِ حق اب کوئی چیز
 دستِ گلبن جس طرح خیمہ کش تہ ناز سے
 حسرت آگین اک مرتعِ غم کا تہا پیشِ نظر
 دیکھ کر یہ رنگ آنکھوں سے رواہتی جو خون
 یہ نتیجہ آہِ جو جس عیش کا پایاں کار
 حظِ دنیا کی بہت گرویدگی ابھی نہیں
 بن گئی شہرِ خوشنشاں اب نہ نرم لاجواب
 سامنے آنکھوں کے حتیٰ تصویرِ رنگِ نقلا
 جھوٹے تھے اوس جگہ فوارہ ہائے خون تاب
 ہو رہی تھی کچھ عجیب رنگ اب مثالِ خوب
 دل سے آتی تھی صدِ غمِ غم کے اوجِ خراب
 نف ہے ایسے عیش پر سے بہترِ غلاب
 دوش کے قابل نہیں آؤ بواہیوں شہرِ ناب
 دل لگانے کی جگہ دنیا نہیں ہے اس سرور
 ساتھ دیتی ہے کسی کا آہ! کب خانہ خراب

شہر آشوب

نہ خوش گل ہے نہ کچھ خوشگوارِ حسن
 کیا خزان نے عجب رنگ سے فشاںِ حسن
 رہی نہ آہ! وہ رخنائی بہارِ حسن
 رہا نہ آہ! کوئی پہول یادگارِ حسن
 ہوا بدل گئی۔ بادِ صبا کے دن نہ رہے
 برس رہی ہے اوسنی گٹھا کے دن نہ رہے
 وہ لالہ زار۔ وہ بیڑوں کی انجمن ہی کہاں
 کیل کیلیوں میں وہ دریا بہن ہی کہاں
 وہ خوش و سنبل دریاں و یاسمن کہاں
 وہ کسنی کی ادائیں وہ بانگین ہی کہاں
 وہ رنگ و روپ عروس بہار کا نہ رہا
 شباب و وصل گیا۔ عالمِ بہار کا نہ رہا

گلوں کی سُرخ قبائیں کدھر گئیں ہے وہ بلبلوں کی صدا میں کدھر گئیں ہے
وہ بھینسی بھینسی ہوائیں کدھر گئیں ہے وہ ادوی ادوی گستاخیاں کدھر گئیں ہے

گلوں میں اگلی سوسائے جمال کہاں

فضائے باغ کہاں لطف برشنگال کہاں

رہے نہ آہ! وہ سادوں کے خوشنما چھالے نہ وہ گھٹا ہے نہ بادل ہیں بھلیوں والے

نہال خشک میں بہوؤں کے خشک ہر تالے نسیم کی ہیں زبان پر جلے بھنے نالے

سوم دشت کی باد صبا میں ہے تاثیر

رگ شرار کی موج ہوا میں ہے تاثیر

خلفہ پہلوئے گل میں ہیں سینکڑوں ناسور چمن میں آبلہ دل میں خوشہ انگور

تپ دروں سے ہوئی زرد و کس گھنور لگی نہ کس کی نظر جو غریب ہی رنجور

رہے نہ آنکھوں میں کیف شباب کے دورے

کدھر گئے سنے حسن شباب کے دورے

چمن میں آہ! وہ تھنے گلاب کے نہ رہی میان نہر وہ خیمے حباب کے نہ رہی

نظارے آہ! وہ سیلان آب کے نہ رہے وہ ہلکے ہلکے کٹورے گلاب کے نہ رہے

رہیں نہ آہ! موتوں میں شوخیاں باقی

کہ آب جو کا فقط رہ گیا نشان باقی

گلوں کے ساتھ گئی رونق بہار تین زمین دشت بھی تختہ زبرد چمن

نہ وہ شجر ہیں نہ وہ محل نہ برگ و بار نہیں نذر میں شہر خسرو شان ہوا ہے یار چمن

گلوں کے آہ! نہ رنگ بقا نصیب میں تھا

کہ اک چراغ تہ سوز خالصیب میں تھا
 جہن میں خاک اڑاتی ہے اب نسیم بہار
 وہ ٹہنڈی ٹہنڈی ہوائیں نہ بھینی بھینی
 رہی نہ آہ وہ بگلوں کی دلچسپ قطار
 نہ مٹروں کی صدائیں میں اب باگ نہ ہار
 وہ لطف صحبت مرغان خوشنوا نہ رہا
 کہ باغ میں کوئی مرغ غزل سرا نہ رہا
 سدا سخن چین ہے سیاہ خائے زراغ
 کہ آب نشین بلبل ہے آشیانہ زراغ
 صدائے چغند اور ہرچہ ہر ترانہ زراغ
 کہ شاخ گل پہ ہیں شورش خزانہ زراغ
 خرد و شیر نالہ خاطر شکن ہر سمع خراش
 صدائے کرگس و بوم و زغن ہر سمع خراش
 گیا بہار کا موسم خزاں کا دور آیا
 شکست رنگ گل و ارغوان کا دور آیا
 بیکارنی ہے صبا امتحان کا دور آیا
 سکوت نالہ و ضبط فغان کا دور آیا
 کرے نہ شکوہ صیاد بلبل و گیسر
 نہیں اجازت نالہ نہ ہو بلند صغیر
 ہوا ہے دہر کی بگڑی ہر کچھ عجب تاثیر
 ریاض قوم ہے اب انقلاب کی تصویر
 وہ طائران میں زاد تو جو خوش تقریر
 ترانہ سنجی کے باعث ہو حققت میں
 عزیز قید میں شام و سحر ترپتے ہیں
 قفس میں بند ہیں بے بال و پر توجہ پتہ ہیا
 خاک زدوں کا نہیں آہ و دوس کی
 نہ مہربان ہے نہ عوس نہ ہم نفس کی
 ہے آہ! محو فغان صورت جس کی
 پکارا ہے یہ فریاد ہی قفس کوئی

اسیر کج قفس ۱۵۲ میں غریب ہوا

یہ خوشنوائی کا مچھلکوا صلبہ نصیب ہوا

لینم لیکے یہ غربت میں آئی بوئے وطن کہ یاس بن کے رہی دلیں آرزو وطن
رہی نگاہ کو ہر چند جستجوئے وطن بنا نہ آنکھ کا سرمہ غبار کوئے وطن

میں وہ غریب ہوں میرا وطن چھٹا مجھ سے

وہ عندلیب ہوں میرا جن چھٹا مجھ سے

قفس میں آہ ہوا میں غریب زندانی نہ آئی خوش مری صیاد کو خوش الحانی

وطن سے ہو کے میں نکلا اسیر سلطانی میرے نصیب میں تھی آہ خادیرانی

تہان ہوں صورت پر دانہ انجن کے لئے

کہ مقرر ہوں غربت میں میں وطن کیلئے

ستم زدہ ہوں پیاکیاں کرے تجھے سمجھ کے باد سحر شوخیاں کرے تجھ سے

عبادہ دشت میں کھیلیاں کرے تجھ سے کہ ماجراے وطن کچھ بیاں کرے تجھ سے

بہت دنوں سے وطن کی خبر نہیں آئی

کوئی رہائی کی صورت نظر نہیں آئی

ہوا کچھ مری فریاد کا اثر اب تک کہ ہے پہری ہوئی صیاد کی نظر اب تک

یہ بدگمان کو کسی نے نہ کی خبر اب تک کہ چیتا ہے وہ مرغ شگتہ پر اب تک

زبان پر شہر ہے فریاد صبح گاہی کا

کہ ہے قفس میں گلہ اپنی بے گناہی کا

ہر جہاں بغاوت کا ہوشکار غریب خدا گواہ ہے شہ کا ہے چا ستار غریب

اگر چہ قید میں ہے خستہ و زار غریب وطن کی پہر بھی ہو خدا کو بے قرار غریب
 زبان پہ اب بھی ہیں حب وطن کے گیت وہی
 کہ دیس سے ہے بدیسی کو اب بھی بیت وہی
 وہی وطن کا ہے سودا وہی ہے یاد وطن کہ دشت میں بھی ہے پیش نظر سودا وطن
 جگر خراش ہے غربت میں پیدا وطن سنا ہے وقف خزان ہیں گل مراد وطن
 قبائے سبزہ نور سے تا بلبان چاک
 جہن میں لالہ و گل غم سے ہیں گریبان چاک
 نہ آبرو ہو نہ وہ رنگ بودہ حسن قبول کہ ہیں زمین پہ پامال وطن کے پہول
 جہاں گلوں کے ہوتے تھے وہاں جو ہیں بول ہوئے دہر کا ہوا آہ! کچھ عجیب معمول
 ہوا ہے وقف خرمین آہ! گلشن پنجاب
 کہ بلبلوں سے ہے خالی نشیمن پنجاب
 ”ادھر دیکھو“ خدنگ جفا کا ہو پھیر کسند غم میں ”ادھر“ بندی ماترم ہو اسیر
 دکھا رہی ہے عجیب رنگ گردش تقدیر کہ پائے اہل قلم میں ہے آہنی زنجیر
 الہی خیر ہو یہ شور واد و گیر ہے کیا
 یہ حال ملک کا اے داد و تقدیر ہو کیا
 ”ادھر“ اسیر ہو زندان میں آہ! پنجابی سرشک خون سے ہو آنکھوں کا رنگ غلابی
 ”ادھر“ کشتی ”ہندوستان“ ہی گزائی محیط دہر کی گردش گم ہے دولابی
 یہی ہے حال تو ہے قوم کا خدا حافظ
 فلک کمین میں ہے سر پر قضا خدا حافظ

عجیب طرح کلمے طاری لونیہیم دہراس ہر اک بشر کے ہے لب پر مدد کشت و ہراس
 نہیں ہو قوم کے اجڑنے کے آہ صبح خواں کہ ہے دلوں پہ جھوم الم بنان ریاس
 نہ ہے اجازت ثنوں نہ حکم نالوں کا !
 شریک کون ہو یارب شکستہ جانوں کا
 زوال کی نظر آتی ہو چارسو تصور یہ یہ انقلاب ہو گیا ! یا نصیب ! یا نصیب !
 نہیں جو ملک کی حالت جو قابل تحریر یہ زبان کلک پہ فریاد ہر بجائی حسرت
 دلوں سے عیش گیا۔ بیخ و عظم کا ہو دور آیا
 کہ سال نو نہیں آیا۔ ستم کا دور آیا
 اسیر طوق گران ہیں وہ بد نصیب وکیل جو آہ ملک کے گھن ہو قوم کے تکیہ کفیل
 زبان پہ شکوہ بیدا ہو یہ قال فیل عدو کین میں ہیں حکام در پئے تبدیل
 بلا کشوں پہ ہیں۔ ینمت گیران کیسی
 غضب کی ہیں کھلے بندوں اسیران کیسی
 گھٹا دلوں پہ ہے ہیوم دہراس کی طاری ستم زدوں کی کرے آہ کون غنوا ری
 نہ پاس تہر روخا ہو۔ زوہ خود اٹاری کہ آہ قوم کا شیوم ہو اب حل آزاری
 فلک زدوں کا ہو کیا خاک چارہ جو کوئی
 سٹے لگا کے شہیدوں میں کیوں نہو کوئی
 تو ہائی کتنی ہی آفت زدہ مچائے کوئی پڑ ہی ہو کیا جو کسی کی لگی بجھائی کوئی
 ہزار سبز پتہ علم سے تلمسائے کوئی پیرائی آگ میں کیوں پناہر طلبائی کوئی
 گرے جو برق تو کس کی مدد کرے کوئی

فلک جو ڈرے تو کیا جد و جہد کرے کوئی
 نسی کے غم میں جگر کو نہ تو گداز کرے
 دفا جہا میں نہ کہے قوم امتیاز کرے
 نثار تجھ پہ کوئی کیا سر نیاز کرے
 دفا کا حوصلہ تیری سرشت میں ہی کہاں
 یہ لفظ آہا تیری سرفشت میں ہے کہاں
 بلا ہے دل کے غرض آہا جگر پارنگ
 نہ جوش حب وطن جو نہ درد ہی ناسنگ
 بجا ہے تیغ حوادث سے توجہ ہے چورنگ
 کہ پاس وضع ہو تجاؤ آہا غیرت و سنگ
 دماغ سست خیالات بیت میں تیرے
 گلے اسیر کنند شکست ہیں تیرے
 جگر پہ کھائیں جو تیرے لئے سنان کا دا
 انہیں پہ جو تیری تیغ تہمتاں کا دا
 لکر کا سینے کا پہلوئے ناتواں کا دا
 تیرے شہید بچائیں نگاہاں کا دا
 تڑپ تڑپ کے نہ توڑیں غریب دم کیونکر
 کہ ناتواں ہے یہ دہرے ہمیں ستم کیونکر
 تیرے لئے ہوں جو پابند حلقہ زنجیر
 تیرے لئے جو بہ شہر و دیار ہوں شہیر
 بنائیں جو تیرے ذروں کا آہا جہرینیر
 کریں عودن کی تیرے جو کوشش تدریر
 انہیں کی جان کی خواہاں ستم شعار ہو تو
 تجھ کے آہا انہیں کے گلے کا ہار ہو تو
 جگر نکار جدا دل ہے درد مند جدا
 کہ قومیت کے ہے پہلے کا بند بند جدا
 روشن جدا ہو طریقہ جدا بند جدا
 کہ ایک ایک کے ہے دریے گزند جدا

یہ غیریت مرے پروردگار کیسی ہے
 روش یہ قوم نے کی اختیار کیسی ہے
 یہ آہ! قوم میں ہنگامہ خروش ہو گیا
 یہ شور مچے یا ران گینہ کوش ہے کیا
 بہی وطن کی محبت کا آہ! جوش ہو گیا
 کہ دار و گیر چرخ مستم فروش ہے کیا
 غضب کی ملک میں ہیں شور پشیاں کیسی
 کہ ہیں یہ قوم کے دنگل میں کشتیاں کیسی
 عجب سکوت کے عالم میں ہیں کار قوم
 کہ ہیں نگاہ میں جنت فرامظاہر قوم
 ہیں اب کے سال عجب بدنامناظر قوم
 کہ فرو فرو ہے مجموعہ عناصر قوم
 نفاق کی یہ مسلط دلوں پہ ہے تاثیر
 عجب نہیں کہ نہ ہوا متزاج شکرو شیر
 یہ انقلاب ہو گیا! آسمان ناہم سحر
 کہ سارا ملک اب خانہ جنگیوں کا شکار
 نفاق و بغض و حسد آہ! قوم کا ہوشیار
 کہ ہیں عروج کے بدلے زوال کے آثار
 ہر اک دیار میں بازار رستخیز ہے گرم
 ہر اک شہر میں ہنگامہ ستیز ہے گرم
 چھپے ہوئے نہیں کچھ واقعات پر سال
 کہ ہے عجب کشاکش میں مشرقی بنگال
 غضب کا ملک میں لڑ رہا ہے لڑ سال
 فلک زدہ نئی مصیبت کا کچھ نہ پوچھو چال
 ہزاروں دامن ناموس و تنگ چاک ہو
 ہزاروں لاکہ کے گھر جلے آہ! خاک ہو
 چراغ امن امان تھا جو آہ! جل رہا فروش
 وہ بجہ کے صرصر فتنے سے ہو گیا خاموش

بہت غریب میں محرابِ آہ خانہ پیش صدائِ نالہ کا پہنچا کر آسمان پہ خروش
 فلک زدوں کا نہیں آہ! غمگسار کوئی
 کرے نہ شکوہ بیدار روزگار کوئی
 وہ نامراد میں ٹوٹے ہیں ہمہ قہر بہت کہ ابکی تختہ مشق ستم میں شہر بہت
 فلک نے اگلا ہوا آفت زد و نپہر بہت خلاف چل رہی ہے آب ہوائی دہر بہت
 ابھر ابھر کے مٹے آہ! حوصلے اکثر
 کہ ہیں کند سے گھونٹے گئے گلے اکثر
 شہید تیغ جفا کوئی غم نصیب ہوا عدد زمانہ ہوا۔ آسمان رقیب ہوا
 اسیر خانہ زندان کوئی غریب ہوا جدا وطن سے وطن کا کوئی حبیب ہوا
 شکار تہمت بیجا ہے غم زدہ کوئی
 اسیر طوق بلا ہے ستم زدہ کوئی
 فلک کا طرز ستم آہ! ہو گیا ہے قبول ہر اک طرف ہو بلاؤں کا آسمان قبول
 نہ پہل سا ہو وہ چہرہ ناٹھ حسن قبول کہ آہ! قوم کی حالت ہو اتنے بی یل
 کھلا دیا ہے تپ سوزش نہانی نے
 کئے ہیں ظلم بہت دور آسمانی نے
 مئے نفاق ہو لبریز آبگینوں میں کہ جوش حب وطن اب کہاں لگینوں میں
 کہ درتیں ہیں لوں میں غما و سیرتیں کہ تفرقہ ہو قیامت کا ہم نشینوں میں
 نفاق و کینہ ہے ایمان قوم دادیلا
 کہ قمر و فرد ہیں ارکان قوم و دادیلا

بھنجر میرا توں کا پیر ہے۔ پار کیوں کرو
نجات دیکھنے پر ہو دو گار کیوں کرو
زمانہ جیسے جو ہو سازگار کیوں کرو
نہ باغیوں میں ہمارا ستھار کیوں کرو

جنہیں سے آہ! بجاوت کا غماک داغ ہے

مٹے یہ جب کہ نقیب کا سہجر باغ ہے

ہو حشر دیکھتے کیا ہم سے رویا ہوں کا
کگھو نٹا ہے گلا جیج بے گنا ہوں کا

شریک حال نہیں کوئی داد خواہوں کا
دہواں فلک پہ ہے پیو بچارا ہوں کا

پولیس کی آہ! خفیہ ہیں سازشیں کیسی

یہ باتی کی ہیں ہم پر نوازشیں کیسی

نہ ڈھنگ کرے صیاد اختیارینا
کہاں سے لاینگا ہر روز اک شکارینہ

چڑھانہ تیر پہ پیکان آب دینا
کہ روز روز ملے گا نہ جانتا رینا

بچانہ ناوک بیداد سے اگر کوئی

ملیگا دوش پہ دھونڈے ہوئے تھکے ہوئے

بن میں تیر سا سیرنگے آہ امان کہاں
لگانہ تیر کہ یہ وقت امتحان کہاں

ترا خیال کہ ہرے تیرا گمان کہاں
قیاس پنچا ہے ترا خدا کی شان کہاں

بنا جگر کو نشانہ نہ تاک کر صیاد

کہ طائران جہن میں شکستہ ہر صیاد

جہن میں گیت انہیں آزادوں کے گانہ دی
دلہ کے پیروں پہ صیاد اچھا نہ دی

فلک کا اپنے بستی ستم گرانہ سے
کہ انکی کشت تمنا کو لہلہا سنے دے

اسی میرا دم نصبت یہ سرخ آئینہ نصبت

کرم اکہ درخو شفقت یہ مرغ ہیں میتاد
خندنگ غم ہے میں سجن دل جگر بیہات
ترے امیر ہیں صید شگستہ پر بیہات
تھار قدموں پہ ترے ہراسہ بیہات
کرم اکرم اکہ ہیں ہم ترہ روزگاروں میں
کرم اکرم اکہ ہیں تیرے وفا شعاروں میں

خیرنگ زمانہ

وہ نرم ہے نہ وہ ساقی نہ وہ ہو گز رنگ
کہاں حسنیوں کی وہ دلفریبی مثال
نئے نئے نظر آتے ہیں روزِ شبنم
مسوں کی آنکھوں پر منوں کے ایسا بکھلا
وہ لیڈیوں کے خندنگ نظر سے اب میں شہید
ہو میں ہو کوئی جیلوں جس طرح اڑتا
یا سلوگی نے کیا خون رنگ آئیش
اڑائش دست زمانہ نے وہ بھیاں نکلی
زبان سے گو نہ کہیں کھل کے شرم سولیکین
لباس ملک ہے ہر اب نئی تلاش و خروش
نہ اشبہ تہ جب دوست تیرے نہ نشان قبا
میں کجا ذکر تیرے میں کجا ذکر صوملا

وہ ساز ہے نہ وہ طرب شہر نقہ جنگ
وہ ایشا کا کہاں اب عرق اثرنگ
نئے نئے ہیں مناظر نئے نئے خیرنگ
کہ بہ نظر نہیں آتے ہیں سینکڑوں رنگ
جیہ دل حسنیوں کی تیغ ادا اسے تو جو رنگ
اڑا ہے پھرتے میں دل یوں پوشان
کہ مہندی پہنکی ہو لاکھا ہیان کا بد رنگ
وہ زریب بر جو حسنیوں کی کرتیاں تہ رنگ
حجاب پردہ ہے اب بندہ دشو کو باعث خل
رہے نہ اگلے سے قطع و برید کے وہ رنگ
کہ سب پیٹتے تھے زریب بہن کے رنگ
وہ خند ہے جو نہ ہی ہوئی ہیں وہ گز رنگ

بلایہ عام ہے، اسلام ہی پہ کیا سونو
 نہ تہکدوں میں وہ ناقوس کی صدائیں ہیں
 نیا لباس نئی وضع ہر حسینوں کی
 زمانہ دیکھ کے شستر نے رنگ بدلا ہو
 نہ وہ مذاق قدیم اب وہ ہر ذوق سلیم
 نئے نئے ہیں جوان اور نئے ارمان
 کلب میں کھیل رہی لیڈیونٹے ماش کوئی
 سبق پڑھ پایا ہے تعلیم نے ہیں السطاس
 وہ جن و عشق کے فرسودہ ب کہا ادب
 ہوا محض مسوں کی زدل کو اس آئی
 انہیں جرات پنہاں ہو قوم کی مطلب

سرور جس میں نہ حب وطن کا ہوا
 وہ دل ہو چور کہ بہتر ہے اس سے پاؤنگ

حسرت شباب

نہ چال میں ہو وہ شوخی نہ دین غائی
 کہاں چھپا ہو توئے محو جلوہ آرائی
 کہ تیرے ساتھ آگئی آہ شان برنائی
 بیا کہ باز بہ بینم جو پردہ بکشائی
 زمین پہ فرش رہ انتظار میں آنکھیں
 کہ دیکھنے کو تجھے بغیر ادھیں آنکھیں

وہ جنتیں ہیں نہ اگلی سی وہ ملاقاتیں مزے سے کتنی تھین رو ساتھ جراتیں
 بتوں سے ملنے کی آہ جتنی نہیں گہا تیں کہ تیرے ساتھ گئیں حزن و عشق کی باتیں
 لہو ٹپکتا ہے آنکھوں کے آبگینوں سے
 کہ گرم صحبت مے اب کہاں حینوں سے
 نہ زور آہ ہے اب وہ نہ شور ناووں کا کہ سر میں اب نہیں سودا پری جفاؤ کا
 وہ خار غم نہیں سپوں کے گہنے والوں کا رہا نہ ذوق خلش اب وہ دل کے چہاؤ کا
 کسی کیا د میں بخوابیاں کہاں شب کو
 کہ اب وہ اگلی سی بتیا بیاں کہاں شب کو
 وہ دلوں سے وہ منگیں وہ آرزو رہی جگر کے داغ و غمیں وہ سوندھی نہ رہی
 زبان پر ساغر و مینا کے گفتگو نہ رہی کہ دلیں اب ہوس شیشہ و سونہ رہی
 کہاں وہ آہ! شراب و کباب کے جلے
 کہ ختم ہو گئے عہد شباب کے جلے
 نہ چھپرے سطرنجین نوا ترانہ عشق مجھے دماغ کہاں جو سنوں فنا عشق
 گیا شباب کے ہمراہ کارخانہ عشق کہ مجھ سے چھوٹ گیا آہ! آسانہ عشق
 جگر میں وہ تیش درد جان گرا نہ رہی
 سوار سر پہ تہی جو عشق کی بلانہ رہی
 وہ بھینی بھینی نسیم سحر وہ باد و زان شام روح میں جنو کی تھیں جسکی عطر و زان
 وہ مرغ و مودہ صحرا وہ تختہ ریاں سحر کی اب وہ ہوا خوار نو کا لطف کہا
 وہ جھوم جھوم کے چلنا نسیم کا سن سے

سمن ہروں کا ٹکانا دہ بچکے دامن سے
 وہ اودھی اودھی گھٹائیں وہ بڑھتی گھٹتی
 وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوئیں وہ نور کا ٹرکا
 علی الصباح وہ قدرت کی دیکھنے کو فضا
 غل کے گھر سے وہ بے اختیار چل دینا
 وہ سیر کرتے ہوئے دشت میں نخل جانا
 پلٹ کے جانب دریا و ہاں سے پھر جانا
 وہ سطح آب وہ موجیں وہ جوش طیبانی
 وہ آبشار وہ جہر نے وہ خوشنما پانی
 وہ آفتاب کی کرنوں کی جلوہ افغانی
 وہ طائران چین زاکہی زمزمہ خوانی
 پری دشتوں کا پہاڑ پر جوق جوق آنا
 سب وہ دوش پانی کے بہرے لے جانا
 کہاں وہ صبح کی اگلی سی دھیر فضا
 کہ تیرے ساتھ ہو انوریوں کا لطف گیا
 نہ ہشتہ میں ہے زلفت نہ چاشت میں مگر
 تیرے مذاق سے تہا کہ اودھوئی غذا
 آتر کے حلق سے لقمہ سرور نہیں ہوتا
 پیوں تو زہر ہلال ہے آنکھیں ہوتا
 وہ رنگ روپ شوخی و خط وخال کہاں
 کہ اب وہ دور جوانی دہن سوال کہاں
 چین میں غنچہ یاران ہم خیال کہاں
 وہ سیر باغ وہ انجیلیوں کی چال کہاں
 چلوں نہ راہ میں کیوں میں خف رک کر
 کہ تیرا ساتھ حوقد ہو گیا کمان مجھک کر
 وہ دل نعل میں جو تہاشیتہ نئے انگور
 ہو وہ سنگ جلوت پر گر کے چکنا چور
 نہ سر پہ طرہ کج ہے نہ وہ کلاہ غرور
 کہ بار خاطر تازک ہو آب قبلے سمور

گرائے دیتا ہے رختہ زمین پہ پیری کا
 اجل سے کہہ دو کہ موقع ہے دشگیری کا
 کہاں ہے آہ! تو عہد شباب! داویلا کہ چلے یا بچے کر کے خراب داویلا
 نہ یار ہے نہ شب! ہاتھاب داویلا کہ تیرے ساتھ گیا لطفِ خواب داویلا
 جو کھیل جو کو دس میرا سن ہو گذرا
 تو حسن و عشق کے جھگڑا نہیں آہ! تو گذرا

رویاے اکبر

کیوں ہو ائی جھوٹی شہ کے رخ روشن پہ ہے
 اشک گلگوں سے شفق ہوئی ہو دامن پہ ہے
 دل ہے جولان گاہ رقص شعلہ بیتاب کیوں
 آہ! آتش زیر پائے آج یہ سیلاب کیوں
 ارغوانی رنگ ہے کیوں دیدہ بنجوا کا
 چشم پر خون میں ہی کیوں عالم گل داب کا
 کچھ تو ہو ارشاد لب پر چہر خاموشی ہے کیوں
 چشم حیران آہ! حوّا نینہ پوشی ہے کیوں؟
 سر گذشت سو غم ہائے نہانی کیا کہوں
 بختہ سے لے دے سوز! اس غم کی کہانی کیا
 ہوں سراپا آہ! تصویرِ حدیث درد و غم
 تر جان دل ہے تغیرِ حدیث درد و غم
 دیکھئے ہو جائیںوں کا میری انجام کیا
 رنگ میرے بعد لائے حرجِ نیلی فام کیا
 طرہ نشا باز کس کے فرق پر ہو دیکھئے
 کس کے قبضہ میں میری بیخِ ظفر ہاں دیکھئے
 میری عظمت کا نشان زیرِ زمین تہہ اہو
 سرِ فگندہ خاک پر یار ب مرا حصہ اہو

میر ہی نلیں وارث تخت و تاجین ہو میری
 سر پہ یارب غیر کے تاج چہا نداری نہ ہو
 میں نے سینچا ہی انہیں خون جگر سے کہان
 دیکھتے ہوئی ہے میرے خواب کی تعبیر کیا
 میرے سپرد آہ میری جان نلیں میرے بعد
 میرے گلشن میں ہو اچرخ زنگاری نہو
 میرے پہلوں کو نہ پہنچے آہ آسیب خزان
 میری نسلوں کو دکھائی گردش تقدیر کیا
 کیا کہوں دیکھا ہے دشت ناک میں نے خواب کیا
 چاہہ گرا اب ذکر تنکین دل بتیاب کیا

دیکھتا کیا ہوں تجھ کو آہ انخوار اقدیم
 تو نے گویا ہر کے جام کھریں ای گلزار
 پہر دیکھا یا طرف نیزنگ فسون تقدیر نے
 اٹھ گئی جو ایک جانب چشم نظارہ پسند
 یہ وہ محبت تہا کہ جہیں رسم طاعت ہی جدا
 مسکن نہ ملے محبت تہا یہ کاخ و نشین
 دل و دھڑ و کرم تہا خلق پر بسل و نہار
 دیکھ کر اس قدر عالی شان کو اتر کئے دان
 ایک طرف سے ناگہائی صد آہ بقہ
 پہر کیا پیدا طلسم خواب نے سامان نیا
 پہر نظیر آج بظاہر دشت اثر
 میرا رخ و روح ہی پہر کھا کے چنگل اہل
 تھے گر محو تماشہ دیدہ عبرت نگر
 دیکھتا ہی قہر آلودہ نگاہوں سے سلیم
 شرک کی جھکولادی ہی ہمے ناخشاوار
 کھینچ دی تصویر تجھ و آرزوں تقدیر نے
 ایک پہاڑی پر کیا تعمیر اک قصر بلند
 مسجد و بت خانہ و سی شان عمارت ہی جدا
 راستی و امن تہا گویا اسی گھر کے بلین
 جھوٹے آئے تھے نیم خلد کے بے اختیار
 ہور ہا تھا دلیں خوش میں در تو تہا نادان
 جس طرح بے ساختہ کوئی لگا قہقہ
 یعنی جلا کر کسی نے یہ کہا تو مرا نیا
 گر مٹا تو ہو کے مردہ یعنی تہا ش خاک
 ہو گیا مغلوب شاہین قوی بال اہل
 کیونکہ بعد مرگ ہی ہی تہا سحر و بصر

تہا ہی پیش نظر جو آہ! قصر استوار

جانشینوں نے مرے وہ ڈھاویا انجام کار

ٹوٹے پہوٹے سامنے تو کچھ کہندے عبرت فرما
جنہیں پیوند زمین تو آہ! لاکھوں جان
تو کسی اجڑی ہوئی نرل میں دیر نشین
عظمت دیدیندگی مٹی ہوئی تصویر تہی
انقلاب آسمان بے مروت دیکھ کر
عدل گستر خلق پر درکسرخان کس رخ
کھنچ گئی بہر ہو بہو آنکھوں میں تصویر
آگے پہر اس قصر دلکش میں ہو سکے ہیں
لحج آزادی سے اک اک کام دوزخا کو
اب سیتو کی خیاؤ کی تہی میداؤ نیل گ

آب وہ گہر تہا وہ کاشا نہ راحت فرما
اٹھ رہا تھا جسے مظلوموں کی آہوں کا دھوا
اب نہ ہو عدل و محبت آہ! اس گہر کے کین
نقش عبرت اب میری اجڑی ہوئی تصویر تہی
جی بہر آیا یہ طلسم رنگ عبرت دیکھ کر
ناگہان منفرجے اک بیگانہ قوم آؤ کتنے رخ
آئی اور آکر ہوئی مصروف تعمیر مکان
راستی واسن انصاف و محبت ہنشین
ایت مظلوموں کی جینچوں یہ گہر تہا کو بختا
اب نہ تہی ہوؤ نکی آہوں کی خیاؤ نیل گ

میں نے کھایا: موتن جس کیلئے خون جگر
ہو گئی تکمیل اس مقصد کی قصہ مختصر

قومی نوحہ

دیا بچے میں قوم! تیری کچھ ہاں ہیں باقی
اُجڑے ہوئے جن میں کچھ آستان ہیں باقی
اسلاف کے جہاں میں کچھ کچھ نشان ہیں باقی
جہ جو ہر شرافت تجھ میں کہاں ہیں باقی
نصف لطف ہے قوم! تیری حسرت نصیبوں پر

دلت نصیبان ہیں دلت نصیبوں پر
 دل سرد ہیں رگوں میں یا لہو نہیں ہے
 دستِ وطن کی ہم میں وہ آہ بونہیں ہے
 وہ دلوں میں نہیں وہ آرزو نہیں ہے
 گم ہیں رہ طلب میں وہ جستجو نہیں ہے
 گم کروہ کارروان ہیں جو میر کارروان تہی
 بے نام دے نشان ہیں جو صاحب نشان تہی
 ہم فوق لیگے تہی رفت میں کی جھلنے
 او بخی زمیں ہماری تہی بام آسمان سے
 سوتی کبھی برستے تہی تاجِ درخشان سے
 آنسو ٹپک رہی ہیں یا چشمِ خوئیگانے
 طحڑے جو لعل تہی تختِ دل حسریں ہیں
 جوشِ چراغ تہی وہ فریادِ آتشیں ہیں
 محفل میں جھللاتے ہیں کچھ چراغ اپنے
 سب اٹھکے جہاں سے روشن دماغ اپنے
 ہیں یادِ گارِ حسرت کچھ دہلیزِ اغ اپنے
 چھلکاؤ آسمان نے ہر کر ایغ اپنے
 اب آہ ! وہ کہاں ہے بزمِ کہن کا نقشہ
 بگڑا ہوا ہے یعنی اپنے وطن کا نقشہ
 زارِ وزغن کا مسکن بڑا آبِ چین میں
 دھندلی سی شمع ہے یارِ دلی آہن میں
 تپتا ہے بکسی کا لیٹا ہوا کفن میں !
 اڑتی ہے خالِ حسرت کی بکو وطن میں
 کہا وطن ! وطن کا اک نام رہ گیا ہے
 اس سیکدہ میں باقی ایک جام رہ گیا ہے
 ہوا دکھاگری دی، او جن نے جن میں پر
 بجیشم سلور ماتھا جس جا پہ کوسر
 سٹی سے مہم کی اپنا پر تبابِ دلاور
 میدان میں رہ باجوڑوں پر لفظِ کور

گھر تہا دلا وردوں کا کیا یہ وطن وہی ہے
 سنبھلیا گیا تھا خون سے کیا یہ چین وہی ہے
 جو ہر وہی اس تجھ میں کیا او! وطن کی مٹی
 رنگین ہے بھ خون سے کیا تو چین کی مٹی
 برباد ہو رہی ہے بنیم کہن کی مٹی
 یاروں کی خاک اگل دے او! چین کی مٹی
 نقشہ وہی نظر میں کھینچ جائے یہ وطن کا
 پھر رنگ ورد پتھر ہے اجڑی ہوئی چین کا
 باغ خلک سے اونچا ہو پھر نشان ہمارا
 سارے جہاں میں ہم ہو مارا جہاں ہمارا
 عرش بریں کا زینہ ہو آسمان ہمارا
 جنت نشان بنے یہ ہر مہندوستان ہمارا
 پہوٹیں نئے شگوفے پھر نخل آرزو میں
 گرمی بڑھے دلوں میں سرعت بڑی لہو میں

خاتمہ ہستی

ہے خاتمہ کا ہی دل میں کبھی خیال آیا
 یہ ماہ و سال یہ دن سب کا خاتمہ ہوگا
 نہ یاد گا یہ راتیں رہیں گی بچپن کی
 بقا پدید نہیں دہریں وجود بشر
 وہ چیز کیا ہے کہ جو خاتمہ پسند نہیں
 ہماری عمر اگرچہ گراں بہا ہے مگر
 یہ آفتاب کا شام و سحر طلوع و غروب
 تمہارے لب پہ بھی ہے یہ کبھی سوال آیا
 شباب و شب کا سن سب کا خاتمہ ہوگا
 نہ پیاری پیاری یہ باتیں ہنس کی بچپن کی
 کہ خاتمہ ہے کسی دن آل بود بشر
 اجل سے ہستی فانی کو کب گزند نہیں
 یہ صید وہ نہ ہے جو تیرا بل کی ہرزہ
 ہے دیکھنے میں بظاہر اگرچہ خوش و غم

پہونچتے جاتے ہیں یعنی قریب کی رحل
 قضا کب آئیگی اسکی خبر نہیں ہم کو
 کہ عمر ہے جہیں کافی ابھی بسر کرنا
 نہیں ہے رست میں گنجائش قلب و کثر
 چراغ عمر کا گل آج ہی کی شب ہو جائے
 ثبات عرصہ ہستی مستعار کہاں
 کہ کل پہ کام نہ تم آج کا اٹھا رکھو
 کہ وقت آہ! معین کوئی رحل نہیں

کشتان کشتان لئے جاتا رہی ہو کسو رحل
 یہ خاتمہ ہے وہ جس کی خبر نہیں ہم کو
 گمان یہ کبھی دل میں ہول کر کرنا
 یہ ہے رک یک خیالی، یہ فہم کی تعصیر
 عجب نہیں ہے کہ سرمایہ رست کا کھو جائے
 تن نحیف میں جان کے لئے قرار کہاں
 سمنہ تہہ کو سرگرم مدعا رکھو
 ہو کل کو تم کہ نہ ہو، اعتبار کل کا نہیں

سفر کو ہوں گئے دنیا و دہن جب تیار
 نہیں ہے پیر بھی مکمل یہ آہ! تیاری
 تباہ بیچ ہیں، ہم بھی سنیں تو آخر کار
 خبر ہے کس کو جو حالت پس فنا ہوگی
 یہ وہ سفر ہے کہ کوسوں کی چہن چری ہو
 نہ راہبر کوئی ہوگا نہ، ہم سفر ہوگا
 سیاہ کار ہوں، بعد فنا مال ہو گیا
 گناہگار نہ کر، اسے حصول عمر روان
 سیاہ کار ہوں میں ختم عمر فانی کر
 کھڑا حضور میں ہوگا ترسے بحال عظیم

تم ایسے وقت پہ ہونگے رحل کا آہ! بسکا
 فہم نے نہ کی ہے کوئی غلط کاری
 وہ کون ہے کہ جو اس خاتمہ کو پرتیار
 بدن سے روح دم نزع جب جدا ہوگی
 تہہ سفر عاقبت حسرت وری ہے
 عدم کو منزل ہستی سے جب گزر ہوگا
 خبر نہیں کہ ہیں مرگ میرا حال ہو گیا
 بڑھا نہ میرے گناہوں کا طول عمر روا
 رحل سے مجھ کو نہ شرمندہ سخت جانی کہ
 بہت قریب وہ دن ہیں آہ! رب کریم

پس فنا نہ قیامت میں مضحکہ ہو مرا
یہ التجا ہے کہ بالآخر خاتمہ ہو مرا

بے شبانی زمانہ

شب کہ تھامیں عالم رویا نیک نہ کنا
ڈھٹکیا تھا شاہان باغ کا حسن شباب
چومتی تھی سنہ نہ پھولوں کا نسیم طرب
ڈالیاں پر تھے زمرغان جن نغمہ سر
شاخ گل پر ہر گل نوں تہا مرجھایا ہو
کچھ نہ تہا دو چار تنکوں کے سوا اب یاوگا
شو خیاں کرتی نہ تھی اٹھلا کے اب دہار
دیکھتی تھی دیدہ عبرت سے انجام جن
اب نہ تہا متری کی کو کو کا سما وہ لغزب
اب نہل کرتی تھی جد سنیل عشاق سے
اب نہ آتے تھے پر پوش نازین گلگشت کے
چھوٹی چڑیاں نہ شاخوں پر ترنم ریتیں
جھومتے پھرتے نہ تھے اب جوانان جن
رنگ بھیکا پڑ گیا تھا سرمہ تسخیر کا

ناگہاں آیا نظر اُجڑا ہوا اک بوتل
زد تھا ہر گل پچھرو صحت برگ خزل
اب نہ تھیں شاخوں پر بادِ مسجد طم
شور گل رنگ خدا دل شاخ گل پر تہا لہجہ
اب نہ تھیں پیش نظر دھن کی نیرنگیاں
شاخ گل پر تہا جو باندھ بلبلوں نے نشان
تھی نہ شاخوں پر نسیم مسجد مغبّرستان
نڈگس سجا رکی آنکھوں سے آنسو تھو روغن
اب پیسے کی وہ شاخوں پر نہ تھی ٹپنی کہا
پہا نسیاں دیتے نہ تھے اب گیسو مغبّرستان
اب نظر آتا نہ تھا وہ جلوہ حسن تان
اب زمرغان جن کرتے تھے نغمہ سنجیاں
لالہ و گل کا نظر آتا نہ تھا اب کاروان
نڈگس سجا رکی آنکھوں سے آنسو تھو روغن

پھل چھپے تیر حسین آتے نہ تیر اب باغ میں
 اب نہ تیرے تیرے غمور قد جہان سے شمال
 اب نہ آتی تھی نظر کیفیت سیلاب اب
 اب تیری غنچوں کے لب پر وہ صد آہ قاہ
 وصل گیا تھا سب کو نور کا سارنگ پ
 سوکھے پودوں میں نہ تھی اب تو نشوونما
 شاخ گل پر اب نہ تھا وہ عندلیبوں کا جھوم
 تھا ہر ایک کبک وری بیتاب نگاری پہ پو
 مند گئی تھی ہر کلیوں شاخ گل پر گاہ
 ساعد جہان کی شوخی تجھ گل میں تھی
 تنکے چیتے تھے نہ اب گلشن میں مرغان چمن
 سونگتے تھے اب پہلوں کو مسل کر نازنین
 بیل بوڑوں میں نہ تھے اب جن کے نقش و نگار
 منہ کل آیا تھا کلیوں کا ذرا ساے تر
 رہ گیا میں دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھا کہ
 لوناہا لای چمن کا دیکھ کر یہ حال زار
 دل میں کہتا تھا یہ کیا نیزنگ ہے بار خدا
 دیکھ کر مجھ کو بخیر مجھ کو عقل نکستہ سنج
 یہ چمن وحشت سرا ہے اس کا کیا ہر اعتبار

اب مرغیاں بوسے غنچوں میں تھیں وہ شہوچیا
 اب قصین مسرے شمشاد میں موز و سیاں
 اب قصین پانی کی نہریں سخن گلشن میں
 خند و گل کی نظر آتی تھیں اب شریفیاں
 لہلہا کر اب نہ کرتا تھا لب جو شوخیان
 سینچتا تھا اب نہ پانی و یکے انگو باغبان
 اب نہ قصین نغمہ سرا سر و چمن پر قمریان
 لوٹتا ہو خاک پر جیسے کوئی آتش بجان
 نزع میں آنکھیں نکھولے جیسے کوئی مختہ جان
 اب نہ تھیں اس میں یہ قدرت کی وہ صناعیان
 یا نہ تھے تھے اب نہ شاخوں و غدا و آشیان
 چومتے تھے اب کلیوں کی بت رنگین دہان
 اب تھیں ان میں یہ قدرت کی رنگ گنیریاں
 گورے گاؤں میں سرخی کی جھلک تھی اب کہاں
 نقش حیرت ہو گیا دیکھا جو یہ ہو کا سماں
 چھپکے چھپکے ہو گئے منہ پر سرے آنور و ان
 غنچہ و گل کا نظر آتا نہیں کوسوں نشان
 یوں لب لعل شکر خاسے ہوئی شکر فشاں
 سیر کے قابل نہیں نادان گلزار جہاں

ہستی فانی نہیں چو منزل آرم و عشق
 کب یہاں کی اوج پہنچی کو ہوا وادان تبت
 کون ٹھہرا ہائے اس وارفت میں چارونما
 چل بے اس عالم فانی میں رہ کر چند روز
 کیا ہوئے وہ عاشق و مشوق ایوینا دون
 اب نظر آتے نہیں وہ ماہ سیما نازنین
 کیا ہوا امانگا ہوا وہ نازنین کا شبا
 جن کے یواؤں کی رفعت آسمان سوجھی بلند
 یہ لب گور غریبان ہی صدا دیتے نہیں
 کیسی منزل کیسی آواز جس کی غبار
 پیشوا دی وہ کہاں ہیں وہ کہلی ہیں ہر
 اب سکندر ہے نہ دارا ہے نہ کیکاؤس ہے
 سعدی و خاقانی و فردوسی خیر طسرا
 اب وہ انداز غزل خوانی کہاں ایوینا سنج
 کیا ہوئے یونان کے وہ فلسفہ دان ایوینا فلک
 کب ہوا استقراطس پیدار مانے میں حکیم
 اب تپہ ملتا نہیں بقرطاج لینیوس کا
 دفن ہیں کس سرزمین میں ہاکی حیرت دہنی
 کس کو میدان تھما میں آہتی تاب نبرد

ہر روز وہ یوں رہتے تھے سرت بستہ یہاں
 خاک کا تودہ ہیں دونوں کیا میں کیا آسمان
 گردش دوران ٹہرنے دیتی ہو کنگو یہاں
 کیسے کیسے لعبت شیریں ادا شیریں زبان
 عقیس و یعلیٰ ہیں کہاں ضربا و ضربیں ہیں کہاں
 دفن ہیں وہ نور کے تپے خدا جانے کہاں
 کیا ہوئی وہ یہ جبینوں کی آواز آج آستان
 آنکی قبروں کا نظر آتا نہیں اب نشان
 کس سے پوچھیں آہ یارین عدم کا ہم سنگ
 نقش پالمات نہیں کیسا سرخ رنگ
 رفعت ہرام مصری کے وہ بانی ہیں کہاں
 لے گئی یہ ہستی فانی خدا جانے کہاں
 وہ سخن کے اب پیہر ہیں خدا جانے کہاں
 بلبل شیراز کا خالی پڑا ہے آستیان
 اب وہ مردم خیز خطبے خدا جانے کہاں
 ایک ہی گداز نہ دنیا میں رستوے زمان
 اب نظر آتا نہیں ہے وہ طیب مکہ و دن
 وہ منجم وہ مہندس وہ ادیب مکہ و دن
 ہو گئے چت گور کی یعلیٰ سے کیا کیا یہاں

نقش دیوار شکستہ کے سواد حسرتا
 ہو گئے مٹی کے پتلے کیسے کیسے تاجور
 تیری ہستی کیا ہے تو کیا چیز ہے او خود نما
 اسطبل گھوڑوں کا اب وہ قصر نو یا پارٹ
 ہستی خانی میں او خود میں بقا کا کوکب
 تلت لب آیا سکندر چشمہ ظلمات سے
 اب پتہ ملتا نہیں کچھ تعلق و تیمور کا
 ہستی ہو ہوم ہی طرفہ تماشا گاہ ہے
 ہیں زمین کو گود نشوں پر گردشیں لیل نہار
 تو سن عمر و ان ہی ہے غضب کا بلا کام
 خلق کا سب داہی صنائع بچوں ہی دہی
 علت اولیٰ ہر ایک شے کی وہ روح پاک
 ہے اسی کے نور عالم تاب کی ان میں ضیا
 اس نے وحدت سے کیا کثرت کو پیدا کس طرح
 کثرت و وحدت ہے دونوں عیاں کا جھل
 خاک کے ناچیز تیلے کو کیا کیا عطا
 خاک کے تیلے کا ہے ربط عناصر سے وجود
 اسکی صنعت کا مرتع یہ طلسم دہر ہے
 قطرہ ناچیز سے پیدا کیا انسان کو

کچھ نہیں ملتا تضاد یہ خیم کا اب نشان
 اب فریدوں ہے نہ دارا ہے نہ تو فریدان
 شگفتہ حیل ایسے ایسے تاجداروں کے نشان
 سلوک شہا ہی تہی محو خواب سائیش جہاں
 کون آیا ہے عدم سے لیکے عمر حیا و دان
 کساد پینے کو ملا آب تھا اسے نکتہ دان
 اب نظر آتی نہیں ہے وہ نسل راجگان
 ایک پہلو پر نہیں جس کی کبھی نیرنگیاں
 یہ وہ گہوارہ ہے جہیں خواب سائیش کہاں
 ہے لک کو یہ حوادث ہر بشر کے نکتہ دان
 ہے تھا کسکو بخیر ذاتِ خدائے دو جہان
 اسکی وحدت سے یہ کثرت کا تماشا ہر عیان
 یہ جو آثار و کوکب آسمان پر ہیں عیان
 کوئی کیا جانے بجز اس کے یہ اسرار نہاں
 ہے وہ خلوت اسکی اور یہ اسکی بزم آریاں
 اس شمع ذوق و بصیر نطق و بیان کا موزان
 اسکی حکمت کا ہے شاہراہ اختلاف جسم جان
 ذرہ ذرہ میں یہ قدرت کی ہیں صنائع عیاں
 خاک کے تیلے میں اسنے پہونکدی روح رطبان

اُس کی سیاروں میں غموں کی زنجیریں چمک
 ہستی فانی ہے کیا شے اُنکی کیا کائنات
 بھر ہستی میں ہوئے لاکھوں شناور غرقِ آہ
 یوں ہوئی تجھ سے مخاطب پہر مری عقلِ سیا
 میں نے دیکھے ایسے ویسے جانے لگنے لگے
 پہول بچاروں کی ہستی کیا ہے یہ کیا چیزیں
 ڈھل گیا جب نازنینوں کا شبابِ دلفروز
 ان کی بو اُنکی مہنسی ان کی صبا بکھار
 ہیں یہ سب نقش خیالی اُنکی ہستی پر ہی کیا
 ہے بہر ہر پیکرِ تصویر میں رنگِ فنا
 چشمِ عبرت چاہیئے رنگِ خزانِ ہر گلِ موں
 کیسی پہلوں کی نریش کیا جو بن گیا پردہ
 اک گلِ بیخار بھی دیکھا نہ پہنے اس سرور

اُس کے جلوہ گاہیں دونوں میں آسمان
 ہے بقا کس کو بجز اُسکے یہاں آنکھ دان
 کون نکلا بچکے سیلابِ حوادث سے یہاں
 کر چکی جب بزمِ وحدت میں ترنمِ ریزان
 محو حیرت ہو گیا تو دیکھ کر رنگِ خلسہ
 مٹ گئے جب ایسے ایسے نامورے لگے وان
 ہو گئے سُستی کے پتلے جب حسینانِ جہاں
 ان کا جو بن اُنکی شوخی اُنکی نچتِ بیزان
 ان کے جلوہ کی جھلک ہر چادرِ دن کی مینا
 ہر مرقعِ جلوہ نقشِ تحیر ہے یہاں
 اس جن کے ہر رنگِ غم سے ہر رنگِ عیاں
 کیسی گلاشتِ جن کیسی فضا و بوتان
 اس جن میں کیسی گلاشتِ بہارِ بخیران

نورِ جہان کا مزار

لیلیٰ شب نے جو رکھ دی کر کے تہ کاںِ تنہا
 بھینی بھینی وہ نیمِ فرحتِ افراںِ سحر
 وہ سحر کا وقت وہ پہلوں کی بھینی بھینی بو
 صبح صادق نے دکھائی اپنے جلو کی ضیا
 پیار سے پیار سے پہلے بونے تہندی تہندی
 وہ لہک سبزہ کی وہ شبنم کے قطرِ واہ وا

چو متی تہی بہار سے پہلوں کا نہ باوہر
 بازوں کو تو لکڑیاب سوئے گلشنِ رطبت
 جس کو تلووں سے جینوں کے چہرہ نہ تھا
 نور چھن چھن کر بہتا نہا در دیوار پر
 کھل کھلا کر ہنس رہا تھا شفیقِ صبح بہار
 دیکھ کر یہ صبح کا دلکش سہان بے اختیار
 ٹھنڈی ٹھنڈی سبز چھرائی دلکش تہی بہار
 لٹکی عبث مجھے گورہ بیان کی طرف
 دیکھ تو بکس پری کا رونمہ انوار ہے
 نور بن بنکر بستی ہے در دیوار سے
 کس کا شانہ صبح کو اٹھ کر ہلاتی ہے نیم
 سو رہی ہے کون رکھ کر باتیں یہیں پھر
 بڑھ گئی کس ناہن کے جن کے بیوہوں سے
 کس کے غم میں بہر رہی ہے ٹھنڈی سائیں باؤں
 کس پری ویش ناہن کا خبر نشان کہن
 منتشر ہیں کس پریشان ناہن کے سربال
 اک حسین کے خواب آغوش کا گہوارہ ہے
 روضہ پر نور ہے آئینہ جنت کا یہ آہ
 سو رہی ہے اس میں اک ناطور عابد قرب

گود میں لیکر کہلاتی تھی شگوفوں کو ہوا
 سر جھکا کر گھوٹناؤں میں تہی جو مرغاب ہوا
 خاک پہ پھینکی گئی وہ رات کی باسی حنا
 ایک عالم تہا زمین پر لعلہ انوار کا
 بہر تھی تھی گلشن میں تراسی ہوئی باوصبا
 اپنے بستر سے اٹھا اور جانب صحر چلا
 بھینی بھینی بوئی گل میں تہی لسی باوصبا
 ٹوٹی پھوٹی تربتین دو تین دکھلا کر کھلا
 یہ جو آغوش لحد میں ایک کمر ہے بنا
 کسکے جلوسے کی تجلی کسکے پر تو کی ضیا
 گدگداتی ہے کسے آہستہ آہستہ صبا
 محو خواب ناز ہے یہ کسکی چشم نیم وا
 کس پری مثال کا بوٹا سا دکھلا گیا
 کس کا شیون کر رہے ہیں آہ مرغان ہوا
 بھینی بھینی کس کے بالوں کی تہک تھی ہوا
 کس کے رضاوں پہ ہر بکھری ہوئی زلف
 میٹھی نیندین سو رہی ہو سکیں ک شیریں آوا
 اک پری کی خواب گاہ ناہ ہے ان خود نا
 محو آسائش یہاں ہے اک عروس مر لقا

ہے یہ اک خالق سہ تشل کی خلوت مہر
 خواب آلود بہت دن سو چڑچم سرسہ
 اب تسمت نہیں ہوتے لب تراشنا
 دید کے قابل مگر پیر ہی جو آئینہ کی جیا
 اب نزاکت سے نہیں ہوتے لب گونگ
 چال اب کرتی نہیں چہنہ محسوس
 گھنٹہ دوں کی اب نہیں گونہ آبی چہرہ
 پہا نیاں دیتی نہیں عشاق کو زلف و تا
 گوشہ مرقد میں ہے بوٹا سا قدر نخل غزا
 دست نازک میں نہیں اب شوخی رنگ حنا
 قامت موزوں میں اب عالم ہو مژدہ کا
 نرگس بیمار ہو بیوں سے چشم نیم و
 جیسے جبرہ ہو کسی بیمار کا آئرا ہوا
 دھیمی دھیمی آہی ہے کنج مرقد سے صدر
 کہنے سو تپا خاک کوٹے چرخ دون تپا مہر
 بھار ہا تھا سر سے پاک جبہ عالم حسن کا
 اب نہ وہ موج تسمت ہے نہ مہنا بولنا
 اب نہ مال قدر موزوں میں کہاں نشو و نما
 کیا ہوئی وہ میری چشم ساری فن کی جیا

جلوہ گاہ ناز ہے اک چاند سے کٹری کی تہ
 اب کہاں وہ دلغیر ہی ہے نگاہ نازیں
 اب نہ وہ اعجاز ہے اس میں وہ چاہی رہی
 گو نظر آتی نہیں اب وہ نگاہ و دلغیر
 اب وہ اعجاز تحکم کی کہاں ہر شیخیاں
 قد موزوں میں کہاں اب حشر کی انجھیلیا
 حشر اب توام نہیں ہے شوخی رفتار سے
 مار رہن دل کے دس جانیکو اب گینویں
 حسن کے پہلوں میں اب وہ بھنی بھنی بو کہا
 اب کہاں ہو عارض گلگون گلگونے کا رنگ
 حشر اب اٹھتا نہیں ہو شوخی رفتار سے
 سر نہ شیر کے آنکھوں میں دوری اب نہیں
 یوں داسی چاند سے کٹری پہ چھائی ہوئی
 ہر دور و دور پر چھائی ہوئی ہے سلیسی
 کون لایا کھینچ کر گورغریبان میں تجھے
 گھیا ہوا وہ ہائے ناز وں کا پلا بوٹا سا
 لب پہ ہے مہر خوشی میں ہوں اور کنج مزا
 وہ جوانی کی انسکین ہیں نہ وہ انجھیلیا
 کیا ہوئی وہ شوخی بہن نگاہ و دلغیر

لمبیان بیتے نہیں اب طرہ ہائے دشمن
 ایک دن وہ تہا رہ جلوے غش تھا اک چرا
 چار آنسو کب بہا تو دے اسے شمع مزار
 کب ہوا تیا ب سبزہ میرے غم میں خاک پر
 لیکے کب وہ بھول آئی تو بعد پر بعد مرگ
 میرے غم میں کب ہوئے مرغان گلشن ناکش
 پوچھنے والوں نے اتنا ہی نہ پوچھا بعد مرگ
 جی ہے کیا کہنے پوچھی آہ مجھ سے اتنی بات
 تجھ سے ہی آئی نہ ہمدردی کی بواکیر کسی
 کب جگایا مجھ کو خواب ناز سے وقت سحر
 تجھ کو ہے مشاطگی کا کیا سلیقہ اسے نسیم
 سیری مروہ ہڈیوں میں کہنے پہونکی روح
 کچھ مرقہ میں کیا کہنے مری میت کو پیار
 کوئی یا کاٹنے خواب عدم کی بیڑیاں
 میرے جیتے جی جذباتی جنگو میری شوق تھا
 ہاتھ اٹھایا میں نے کیا دنیا سے ہنگام سفر
 یاس و حرمان کا سری بالیق تھا کیا پہچا
 اقربا کا منہ وہ کتنا پیار کی نظر نہ ملے
 سسکیا بہر کردہ رہ جاتا کیلچہ تمام کر

اڑیوں تک بڑھ کے آتی نہیں لہا
 یا یہ صورت ہے کاب کوئی نہیں ہر پوچھتا
 تجھ سے کب آئی جگر سوزی کی بو بعد فنا
 میرے نام میں زمین کا کب کیلچہ شوق ہوا
 تو ہی بتلا دے مجھے اے جنیش باد صبا
 کان میں آئی ناب تک شور بلبل کی صدا
 تجھ سے کیونکر اٹھ سکا صدمہ قنار گود کا
 منہ نکل آیا ہے کیوں کب کہنے والوں نے کہا
 تو نے چھاتی سے مری میت کو کب لپٹا یا
 تو نے شانہ کب ہلایا میرا اے باد صبا
 تو نے شانہ کب مری زلف پریشان میں کیا
 عمر رفتہ نے دکھایا کب اثر اعجاز کا
 کس نے لوٹا میرے جو بن کا مزار بعد فنا
 مدتوں کچھ لمحہ میں نے سر پہ کاٹو کیا
 چھوڑ کر جھگو اکینا چل دیئے وہ اقربا
 حسرت و اندوہ کا چھاتی پہ پتھر رکھ لیا
 چھا رہا تھا جب مری آنکھوں میں عالم ترع کا
 وہ نگاہ یاس سے دیوار دور کو دیکھنا
 روکے ہونا ہاے وہ اپنے کے اسے جدا

یوں زبان حال سے کہتی تھی چشمِ سحر ساز
 اب نہ آئینِ کا نظر مجھ کو یہ قصرِ زر نگار
 مجھ سے چھٹتا ہے ہمیشہ کیلئے اورنگِ تاج
 اب نہ دیکھو نگہ میں دنیا کا طلسمِ فریب
 خارِ حسرت ہو رہی ہے وہ نگاہِ نظریب
 سیر کے قابل نہیں دینا کا کوئی سینِ آہ
 کون جن کرے گیا وہ پہول اس گلزار سے
 اندہ مرا حسرت تے کتنی تھی نگاہِ واپس
 آ رہا تھا سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کر خیال
 بلکیسی کہتی تھی چھوڑا تو نے کس پر تاج
 کیسا اورنگِ شہی کیسی شکوہِ سلطنت
 کیسی شانِ مملکت کیسا جہاں گیری کا خط
 کیسا جیفہ کیسا طرہ کیسی کلنی کیسا تاج
 لے گیا سر پر اٹھا کر افسردہ اورنگ کون
 وہ ملوک ہفت کشور وہ نسر و الانر و
 کانپتے تھے جنگی دہل سے زین و آسمان
 جھکے در پر سج رہا تھا رعد و شگ بس ظفر

بندر ہو کر اب نہ ہو گی گوشہٴ مرقد میں وا
 اب نہ دیکھوں گی میں یہ کاشانہٴ تربتِ نزار
 اب نہ آئینِ کا نظر ایوانِ شاہی کی غیا
 اب نہ آئینِ کا نظریہ جلوہٴ حیرتِ منسرا
 لوطی تھی جو کبھی پہلوں کے جو بن کا فرا
 ہے تاشاہ گاہ ہستی ہی عجب عبرتِ سہرا
 چارون کلیوں سے مہن کر دل جو بہلا یا تو
 مند چلی تھی نزع میں کچھ کچھ چشمِ نیم وا
 سرتوں نے دل میں کر رکھا تھا نگہ کا مہیا
 عقل سمجھاتی تھی کوئی جانشین ہو مجھ کو کیا
 کیسا ایوانِ مرصع کیسا قہرِ دلربا
 چارون فرمانِ روانی کی اگر تو نے تو کیا
 تخت شاہی پہر کہاں جب گئی سر پر خضا
 جل بسے دارِ قلم سے سیکڑوں فرمانِ روا
 جن کی نصرت کا علم لہرا ہا تھا جا بجا
 جنگی سطوت دیکھا شیرِ دن کا زہرہ آب تھا
 جتنے سر پہ جہاں نداری کا سہرا سج رہا

ہاتھ آیا ہستی طائی سے کچھ بھی قوت مرگ؟
 لے گیا کچھ بھی سکندر وقت چلتا پیڑتہ
 ہیں یہ سب دنیا کے جھگڑے در غافل بیکہ
 جب جہا نداری کا سہرا اٹھ گیا سہرے
 تجھ کو کیا اوشا ہزادی اب کوئی ہو چکر
 اک کشاکش میں غرض تہی میری لٹا توں
 حرص کہتی تھی لے چلی افسر اور نگاہ تہ
 عقل یوں کرتی تھی رہ رہ کر نصیحت گسری
 کس کشاکش سے غرض اٹھ گئے تھی جہا دار
 یاد ہے اب تک مجھے ہو جیسے گل کی سرگشت
 میں نے دیکھے ہمد سے کیا کیا لٹکا لٹکا
 میں یہ کب کہتی ہوں میں ہونا زلزلہ شہی
 میرے ناز و دل کا ہے گہوارہ وہ دھوفا
 باد صرصر نہ مفاخر کا جھلستی تھی جہاں
 اک شرار آتش تھاریت کا ذرہ تھا جو
 پاؤں رکھنے کو نہ تھی کوئی آفاست کی جگہ
 جھکو سو نیا گور کو اس دادی پر خا میں
 جب کیا جھکو کلج سے جدا مان باپ نے
 لے اٹلن یوں مرے جلوہ کی فتویٰ دین

لے گئے دنیا سے کچھ بھی اس حشر کے سوا
 ہاتھ خالی وہ دن تھے دار فنا سے جہا
 کون آیا دیکھے کو تخت زرین کیا ہوا
 تجھ کو کیا دارت ہو کوئی افسر اور نگ کا
 تجھ کو کیا تخت شہی پر ہو کوئی فرمان روا
 حسرت و اندہ کا تھا ایک ہنگامہ بیا
 اور یہ دوت کا تھا فضا تہا نہ جھکو جھوڑا
 مال و دولت کون اس دار فنا سے نیلی
 روح قاب ہوئی کس یاس تلک جہا
 نزع کے عالم کا وہ اضافہ حیرت فرا
 اور ابھی یہ گردش دو برن دکھا جگایا
 سایہ اٹلن چتر دولت سر پہ یہ لیکن رہا
 کچھ نظر آتا نہ تھا میں بگوں کے سوا
 چلنے دیتی تھی نہ رہر کہ سمو جانگزا
 یوں زمین تپتی تھی ہو جلتا ہو جلتے تو
 اور ٹھہرنے کو نہ تھی کوئی دہان تھا سہل
 جھکو جھکا خاک پر ہو ہرادر کا بڑا
 دھر کر جھاتی سے حسرت نے مجھے لپٹا لیا
 جیسے ٹکڑا چاند کا کوئی زمین پر ہو پڑا

جوش مادر تھا نہ آغوش پدر کا تھا پتہ
 بیکسی کا لوٹنا ہو جیسے پہلا خاک پر
 آگئی تھی بھوک سے ہونٹوں پہ ننھی جلی
 سسکیاں بھر کر زین پر وہ بلکنا بار بار
 سر کی تھی مری بالیں پہ رو کر بیکسی
 بھٹ گئی چھاتی نہ تیری ہاے مہر موری
 پھینک دیا ہے کوئی کانٹوں میں کپڑے بھول
 رکھ لیا چھاتی پہ پتھر تو نے بھی مہر پر
 بیکسی تنگی تھی منہ حیرت سے میل بار بار
 خاک کے اڑتے تھے محل میں بگڑے ہر طرف
 مہر راحت تھی زمین گہوارہ جذبان آسمان
 میں ادھر روتی تھی قسمت مسکراتی تھی ہمار
 مسکرا کر مجھ سے کہتی تھی کہ آئی وہ نہی
 تاج شاہی میں جگہ دو گئی تجھے میں لکین
 چتر و دست گھومتا ہو گا ترے سر پہ بھی
 لے چلو گئی کاخ و دست میں تجھ میں آساہنہ
 تجھ سے ایوان شہی ہو گا منور آئینہ
 سج رہا ہو گا ترے سر پہ جہانگیری کلاچ
 فرش گل پر تجھ کو سونا ہے ابھی ایویمبر

دشت گہوارہ تھا دایہ تھی سموم جان گزرا
 چھار ہا تھا مجھ پہ یوں عالم سرسبز میں
 رو رہی تھی چپکے چپکے میری بالین قضا
 بھوک کے مارے وہ تھا سا انگوٹھا خوش
 کان میں آتی تھی یہ آہستہ آہستہ صدا
 ننھے بچے کو کیا تو نے کلیجہ سے جدا
 خاک میں یوں بھی ملتا ہے کوئی درمنا
 تو نے بھی پوچھا نہ یہ اس ننھی جان کو کیا
 باپ کا سایہ نہ تھا سر پہ نہ مان کی ماتا
 کچھ نظر آتا نہ تھا گرد مینہی کے سوا
 گود میں لیکر کھلاتی تھی سموم جان گزرا
 ایک عالم تھا نگاہوں میں صاحبِ برق کا
 تھی لب نازک پہ یہ آہستہ آہستہ صدا
 اٹلے ونگی خاک میں تجھ کو زلے درمنا
 ہو گی اور نگ شہی پر تو کبھی فرما دو
 تجھ کو کھلاؤ گئی میں شاہوں کے قطر لہا
 کو نعتی ہو گی کسی دن تیرے جلوہ کی نصیب
 تیرے درد دار سے پہ ہو گی کوشش کی
 تجھ کو ہونا ہے ابھی شاہی حرم میں رہنا

تو نے دیکھا ہی ہے کیا اسے ماہ سیمائین
 اپنی آنکھوں میں جگہ دوچی تجھے اے ماہوش
 مژدہ جان بخش یہ مجھ کو سنا کر پیاسے
 ناگہان آیا نظر اک تاجردن کا کارون
 میری جنت نے اٹھا کر مجھ کو آخر ہاتھوں تہ
 چھٹ گیا غربت میں جب گوارہ دشت جن
 رفتہ رفتہ ہو گیا بوٹا ساقہ سردرون
 نخل قدمیں پھر نکل آئے جوانی کے عمر
 ہر ادائے دلربا میں دلفریب چھا گئی
 اب نہ پڑنے دو لگی نا محرم کی منہ پھر
 چلیاں نیتی تھی رہ رہ کر جوانی کی سنگ
 وہ جوانی کی انگلیں اوردہ جو بن کا ابھرا
 دل سکنے کا چھلا وہ شوخی مشق خرام
 پار ہونے کو جگر میں ہر نظر کو کسان
 مار رہن دل کے ڈس جان کو گیسو سیاہ
 آئینہ کویر سے سج بہا بہ نظارہ نہ تھی
 رہنا ہی تھی جو جنت کو مری لظہر
 جب لٹ دی قصر شیرین میں نے چہرہ نقاب
 ایک عالم لمحہ انوار کا تھا ہر طرف

دودھ کی بوسنہ سے آتی ہو بھی نام خدا
 تجھ کو نظروں سے گرایا ہر ماور نے تو کیا
 میں جو روتی تھی تو دیتی تھی مجھے جنت ہنس
 کاروان کیا تھا تھی یہ بھی ایک شان کبریا
 کاروان سالار لشکر تک مجھے پہنچا دیا
 پھر تو پہلوں میں ملا بوٹا ساقہ پلنے لگا
 اور ہی عالم نظر آیا نہال حسن کا
 ہو گیا پھر اور سے کچھ اور عالم حسن کا
 ایک عالم تھا نظریں لمحہ انوار کا
 اٹ پدہ سے نکلنے دو لگی کہتی تھی حیا
 دل کا جو ارمان تھا پہلو میں تھا چلا آ
 چھار ہا تھا سر سے پانک مجھے عالم حسن کا
 کاٹ کرنے کو قیامت برش تیغ ادا
 خون عاشق کو وہ مند پر شوخی رنگ حنا
 دونوں طومار قضا دونوں بلا کے جا لگرا
 دوبدو ہو مجھ سے دیدہ آرسی کا کب تیرا
 رفتہ رفتہ قصر شاہی تک مجھے پہنچا دیا
 اک پی سی آئی ہے ارگرفاف سے غل عجیب
 قصر شاہی میں تھا ٹوٹا اک تارہ نور کا

کو ہر شہوار تھی لیکن قہی ناسفتہ ابھی۔
 چولی دامن کا قتل تھا جو منظور نظر
 رفتہ رفتہ کر دیا پھر شہ نے میل ازدواج
 دونوں مہر و ماہ پھر ایک برج میں رہنے لگے
 یاد ہے اب تک مجھے وہ لطف بہتصال
 بے جلی کی جو ضد تھی شوق دانگیر کو
 دان کسی کے دست نازک بارہ آغوش شوق
 شوق دانگیر کا گھوٹ گھٹا کر بار بار
 وہ حیا کا امتحان اور شوق کی وہ بخودی
 رخ سے آہستہ کسی کا وہ الٹ دنیا نقاب
 کچھ دنوں آثارِ خلوت میں یکجائی کا لطف
 میرے شوہر پر غرض نازل ہوا شاہی عتاب
 الغرض لائی گئی قصر شہی میں میں بزور
 کچھ نہ پوچھو مجھ سے شوہر کا برا ہوتا غم
 لوٹنا تھا سانپ چھاتی پر مرے بے اختیار
 قہی جو بچپن سے طبیعت کیلئے وابستگی
 رفتہ رفتہ مجھ کو مست نے دکھایا پھر رنج
 سطوت شاہی رہی برسوں گسٹن تخت پر
 اٹھ گیا فرق شہی سے پھر جہاندار کی تاج

یعنی قہی نام خداؤں شیرازہ ناکندہ
 مجھ کو مست نے بنا یا پھر عرس میں رہنا
 شیر افکن سے جو تھا بنگال کا فرمان روا
 خوب لوٹا ہم نے اپنے اپنے جوبن کا خزانہ
 ایک ہنگامہ تھا خلوت میں حجابِ شوق کا
 پردہ داری میری رکھ لیا یہ کہتی تھی حیا
 یان خم گردن میں اک عالم ہلالِ غم کا
 مجھ سے کہنا وضع داری کی پری بھجھو
 یاد ہے اب تک جوانی کی وہ راتوں کا خزانہ
 وہ نگاہ شریکین، وہ پردہ داری، وہ حیا
 کر دیا پھر نعتِ برگشتہ نے دوزخ کو جہنم
 ہو گیا اندر اہل میدان میں وہ تیغ آزما
 سامنے آیا وہی دن جس کا کہہ کا تھا لگا
 سال ہر تک میں نے پہنا آہ جڑ اسوگ کا
 ڈھار رہا تھا اک ستم دل پر اڑنا مانگ کا
 مجھ سے شہ کا ازدواج نہ قتل ہو گیا
 افسر و ہر نگ مجھ کو کرو یا شہ نے عطا
 جتروہ و نکت جلوہ افکن بدقون سر پر رہا
 کھینچ کر لائی مجھے گور عزیمان میں قضا

اک مرتع خواب کا تھا وہ طلسم و نفیر
 اب نظر آتا نہیں وہ تھمے ہوئے رنگ حیف
 کچھ بھی آتا ہے نظرباں و حسرتِ سوا
 کان میں آتی نہیں اب کوسوں کی صدا
 ہمتی فانی کی یہ ہے ابتدا بہ انتہا
 دیدہ عبرت کشادہ برنگِ انجام
 ہر مزاجِ مغربان نے چراغے لئے گلے
 نے پڑ پڑا وہ سوز و گدازِ جلیلے

متعلق بہ سرورِ آنجہانی

۱۔ نو لکھ سورد

آہ لئے نواؤں باغِ سخنِ سورد
 وہ گل خندان تھا اس باغِ جہانِ آہ تو
 آج تیرے غم سے ہے عالم میں کٹھن سورد
 جس کی خوشبو سے سطر تبا زمانہ چارو
 چھوٹنے پایا نہ کافی اپنے فن کی یادگار
 شاعری کو تجھ سے رونق تھی دما دمیں
 دل میں چھب جاتی تھی تیری بندشِ آج
 خون رولتا تھا ہر اک کو تیرا اندازِ نغان
 جان ہو جاتی تھیں نظیں تیرے ہر اخبار کی
 یاد آتی ہے جس وہ غم پر وازی تیری
 آہ کیا جلد اٹھ گیا تو شاعر و نکی برم سے
 آہ ہر رسالے کو تھا تیری نظم سے
 وہ مہم تھی مضمون کی تیرے آج ساری ہندیں
 تیرے مضمونِ آفرین پر تھا ایک عالم شمار
 دل سے بہتا تھا ہر اک کو تیرا اندازِ بیان
 دل کو پاد تھی تھی جدتِ سرا و شاعری
 انتہائی سادگی پر وہ سخن سازی تیری
 خیر حاصل ہر رسالے کو تھا تیری نظم سے

مٹ گئی تھی شاعر جمی انقلاب دہر سے
 خوبان کیونکر بیان ہوں میرے نظم کی
 اکون ہو گا اب زمانہ کے افق پر جلوہ گر
 کسکی باتیں لنگی اک عالم کے لہجے چلیاں
 کس سے رونق پائیگی افسوس اب بزم ادیب
 کل خواب آزاد کے مرنے پر تھا فوج لکھا
 آہ! اسے چرخِ صنوبر فتنہ پر داز کہن
 کچھ نہ آیا رحم تجھ کو کیا دیا یہ تو نے داغ
 یوں تو مرنا ایک دن سب ہی دنیا میں ضرور
 پر جو انی میں تیرا مرنا غضب ہو آدمی سرور

از فشی دہ لجنہ صاب

تاریخ وفات
 ۱۹۱۰ء

دطن

پہلی ہیٹ

تاریخ ولادت

۱۸۶۳ء

قطع تاریخ از فشی الہی بخش خدا عجاز لکھنوی

ترجمان خیال بوستلن
 افسی رہی رنگیں بیان بیان تیرا
 طرز گفتار تہادہ پاکیزہ
 پہر چھپیں تیری نظموں میں فنا
 آہ وہ گناہ سہا مے کامل فن
 چپ چھپیں منکے چو ہزار چین
 جسکے مدح ہو سب الہی سخن
 کیون نہ دین جان انپزل فن

فکر تارخ ہے اگر اعجاز
کہدے مرغوب شاعرانِ رن

سر مہرور

آہ! لے مسندین محفل شعر و سخن
کیا ہوئے وہ آہ! تیرے نغمہ ہاؤ دلنوا
آہ! اٹھا موشی تیری کیسی قیامت خیز ہے
سوچئے نظرِ جدید شاعری تو ہے کہاں
خوش نوا استخوانِ گلشن مہر رب ہو گئے
ہر مصنفِ دین کے بدن پر ہے لباسِ ماتی
آہ! لے شانہ کش گیوے لیلائے سخن
تیری فرقت میں ہوا قایم آسان ماتی

آہ! لے رونقِ فرائے ردے زیبائے سخن
عشق و الفت کی دکھائیگا ثانی کو اب
تیرا اک اک لفظ تھا بڑی تخیل کا شہر
لذتِ مقصر میں سوزہ گدازِ عشق تھا
آہ! تیرے شعر میں وہ جلوہ افشائی تیری
آہ! وہ کائناتِ فصاحتِ نظمِ برجستہ کہاں
آہ! وہ شانِ سکھ وہ ہوائے گفتگو
پیار پیاری پیاری وہ زبانِ دلکش و اندازِ بیابا
عشق و الفت کی دکھائیگا ثانی کو اب
شونہی گفتار تیرے تھی کمکِ پیشِ جمل
تیرے ہر مصرعے میں نہان آہ! اور
آہ! وہ وہن رساوہ فکر و ذہنی تیری
طبع رنگین آہ! وہ ہونکا گلہ کہان
طبع روشن سے ہوئے کیا کاجلا گفتگو
تیرے دم سے تھی زمینِ شعر رنگ آسمن

اس جہن میں خون صرف آبیاری کر دیا شہادوں میں تو نے پلہ اپنا بھاری کر دیا
دیر پا غصت ہوئی چل جہاں آباد فخر تجھ پر ہے بجا اس عالم ایسا بجا د کو

تیری ذات مقتنم سے تھا کمال شاعری

حق یہ ہے اچھا ہوا آخر مال شاعری

تیری باتیں مرنے والے یاد آئیں گی بہت خون کے آنسو تیرے غم میں رہیں گی بہت

تو نہیں دنیا میں لیکن نقش تیرا دل میں ہے

منع روشن یعنی اس اجڑے ہوئے غزل میں ہے

از سید محمد فاروق

سال وفات سر جا آباوی

عیاں سلخ ذیقعدہ بود وائے کہ غیم اجل ماہ رویش نہفت

سن رحلتش لا آباالی بہ ہجری زباندان سرور از جہاں فت گفت

آہ سال عنم در گاہ سہائے سرور آہ

از جہاں رفت شاعر بے مثل وقت آرایش بجز گزشت

چوں نہالہ کنوں عروس سخن یعنی ہنگام حشید و سوز گزشت

میسوی سال لا آباالی دوش گفتہ ام دور وائے وہم در گزشت

۱۹۲۸ء

قل تار لا آباالی بچ پی